اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْهُ

(بخاری ومسلم)

المفتاح

شرح اردو

شاطبیّہ

تالیف

رضوان نسیم خادم تجوید وقراءت مظاہر علوم
سہارنپور یوپی

ناشر
مکتبہ نسیمیہ متصل مظاہر علوم سہارنپور یوپی انڈیا

فہرست مضامین المفتاح شرح اردو شاطبیہ

مقتدر لوح تاریخ

۱۹۹۹ء

بسم اللہ المجید الرشید الرحمٰن الرحیم

۱۹ ۱۴ھ

نحمد الاوّل المجید العظیم. ونصلّی علی النبی الکریم

۱۹۹۹ء

بعرفان زینوا القراٰن باصواتکم

۱۹ ۱۴ھ

اِنَّ اللّٰہ جَلَّ شانُہٗ یُحِبُّ اَنْ یُّقْرَأَ القراٰنُ کما اُنْـزِلَ

۱۹ ۱۴ھ

اللّٰہُ الصَّمَدُ اَنْزَلَ علیٰ سبعۃِ اَحْرُفٍ فاقْرَؤُوا ما تَیَسَّرَ مِنْہُ

۱۹۹۹ء

مشکبار مفتاح شاطبیہ

۱۹ ۱۴ھ

نعمت جاوید شرح شاطبیہ ❊ مکالمات مفتاح الشاطبیہ

۱۹ ۱۴ھ

دولت افزوں شرح شاطبیہ ❊ قطب نما فیض شاطبیہ ❊ منتخب شاطبیہ

۱۹ ۱۴ھ

شارح لبیب مولانا رضوان نسیم صاحب ❊ صدر القراء مظاہر علوم ایدہ اللہ

۱۹۹۹ء

قطعۂ تاریخ جاوید

۱۹ ۱۴ھ

اہل فن قاری رضوانِ نسیم / صدرِ قراءِ مظاہر ہیں عظیم
فنِ تجوید و قرارت میں کئی / آپ کی تالیف ہیں زادِ سلیم
شاطبیہ کی لکھی شرحِ حسن / واضح حرزِ امانی مستقیم
جو کہ المفتاح سے موسوم ہے / قاریوں کے واسطے روحِ نعیم
ہے سنہ تالیف عثماں درِّ ناب / بزمِ ساقی خوب ہو فیض کریم

۱۹ ۱۴ھ / ۱۹۹۹ء

محمد عثمان معروفی کان اللہ المجید لہٗ ❊ بقلم مداح محمد عثمان اعظمی

۱۹ ۱۴ھ / ۱۹۹۹ء



پیش لفظ

باسمہٖ سبحانہ وتعالیٰ ___ حامداً ومُصلیاً

حرزُ الامانی وَوَجہُ التہانی المعروف بہ شاطبیہ فن قراءت کی مشکل ترین کتاب تصوّر کی جاتی ہے، کیوں کہ اس میں الفاظ نہایت فصیح و بلیغ استعمال کرنے کے ساتھ استعارات، تشبیہات اور مجازات سے بھی کام لیا گیا ہے، نیز بہت سے مطالب کو انتہائی مختصر اور کم الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے اس لیے فنِ قراءت کے علماء نے اس کی متعدد عربی وار دو شروح لکھی ہیں۔ جن میں سے بہت سی کمیاب اور نایاب بھی ہوگئی ہیں اور کچھ دستیاب ہیں۔ لیکن طلبہ کی ناقص استعداد اور سہولت پسندی پھر بھی متقاضی رہی کہ اس کی مزید تسہیل کی جائے۔

چنانچہ ہر سال یہ بات سامنے آتی رہی کہ دورانِ درس تو کتاب حل ہوجاتی ہے لیکن چند روز بعد یا امتحان کے موقع پر آموختہ دیکھتے ہیں۔ تو کتاب سمجھ میں نہیں آتی، اور جو شروح دستیاب ہیں، ان سے کما حقہٗ اپنی کم فہمی کی بناء پر بھرپور استفادہ نہیں کر پاتے، اس لیے اصرار رہا کہ درس کے دوران جو اندازِ تفہیم اختیار کیا جاتا ہے، اسی کو قلم بند کر کے کتابی شکل میں شائع کر دیا جائے۔ مگر بندہ اپنی کوتاہی، غفلت اور تساہل کی بناء پر اس کی تعمیل نہ کر سکا۔ لیکن اس سال رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ کے اواخر میں ایک نوجوان فاضل عزیزم مولوی ضیاء الدین چترالوی مظاہری نے جو دورۂ حدیث کے ساتھ سبعہ قراءات سے بھی فارغ ہیں اور امسال عشرہ کے طالب علم ہیں۔

اتنا اصرار کیا کہ میری غفلت وسستی، چستی اور مستعدی میں بدل گئی اور اس نے قلم اٹھانے پر اتنا مجبور کر دیا کہ اسی وقت اللہ کے بھروسہ پر یہ کام شروع کر دیا۔

ابتداءً تدریس کے لیے عنایاتِ رحمانی، الجواہر الضیائیہ، ملا علی قاری اور ابراز المعانی وغیرہ کتابیں زیرِ مطالعہ رہی ہیں۔ اس لیے یہ شرح درحقیقت انھیں سے مستفاد ہے۔

تفصیل و تحقیق جن کا مقصود ہو، وہ مذکورہ اور ان کے علاوہ دیگر بڑی کتابوں سے استفادہ فرمائیں۔ یہ شرح تو درحقیقت صرف حل کتاب ہے۔ سہولت پسند طبائع کو سامنے رکھتے ہوئے اس میں حتی الامکان اختصار سے کام لیا گیا ہے، اور اس مقصد کو سامنے رکھا گیا ہے کہ شاطبیہ کا متن حل ہو جائے۔ اور طلبۂ عزیز یہ سمجھ سکیں کہ حضرت علامہ شاطبی رحؒ کیا فرمانا چاہتے ہیں (فنی دقائق اور تحقیقات سے راقم الحروف خود بھی واقف نہیں اور نہ یہ کتاب ان کی متحمل ہے) اگر اس سے یہ مقصود حل ہوتا ہے تو یہ مذکورہ شروح کے مصنفین اور میرے استاذ حضرت اقدس مولانا المقری حفظ الرحمٰن صاحب سابق شیخ القراءت دار العلوم دیوبند کے کمالات کا آئینہ دار ہے ورنہ میری ناقص استعداد اور نا اہلیت کا مظہر۔ اللہ جل شانہٗ اس طالبعلمانہ کام کو قبول فرما کر راقم الحروف اور اس کے بلاواسطہ و بالواسطہ اساتذۂ گرامی قدر کیلئے ذخیرۂ آخرت بنائے اور مولوی قاری ضیاء الدین سلمہٗ کو بھی جزاء خیر عطا فرمائے کہ وہی اس کے محرک تھے اور پھر پروف ریڈنگ وغیرہ طباعت کے مراحل میں بھی انھوں نے بھرپور تعاون دیا۔ فقط

رضوان نسیم
خادم تجوید و قراءت، مظاہر علوم سہارنپور یوپی
یکم ذوالحجہ ۱۴۱۹ھ، ۳۰ مارچ ۱۹۹۹ء۔

علم قراءات سے متعلق چند ضروری معلومات

قراءت اس علم کو کہتے ہیں جس میں کلماتِ قرآنیہ کا ائمہ قراءت میں وہ اختلاف اور اتفاق بیان کیا جائے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن لینے کی بناء پر ہے، اپنی رائے سے نہیں۔ (اور **تجوید** اس علم کو کہتے ہیں جس میں قرآنِ کریم کو صحت و خوبصورتی کے ساتھ پڑھنے کے قواعد بیان کئے جائیں)۔

اس علم کی غرض و غایت قرآنِ کریم کی مختلف قراءات کا علم اور ان کا تحریف و تغیر سے محفوظ رکھنا۔

موضوع:۔ قرآنِ کریم کے کلمات۔ **مرتبہ**۔ تمام علوم سے افضل۔ کیوں کہ اس کا تعلق براہِ راست قرآنِ کریم سے ہے جس کا افضل ہونا ظاہر ہے۔

ماخذ:۔ منزل من اللہ۔ اس علم کا مدار صرف نقل و اتباع پر ہے۔ اس میں کسی قسم کے قیاس و اجتہاد کی گنجائش نہیں۔

ضابطہ:۔ تین چیزیں ہیں۔ (۱) صحیح اور متصل سند سے ثبوت ۔ (۲) مصاحف عثمانی میں سے کسی ایک مصحف کی رسم کی موافقت (۳) نحوی وجوہ میں سے کسی ایک وجہ کی موافقت۔ یہ موافقت خواہ تقدیراً یا احتمالاً ہی ہو (لیکن سب سے زیادہ اہم اور صحیح اول ہی ہے، بعد کی دونوں اس کے لیے مؤید ہیں) جس قراءت میں یہ تینوں چیزیں پائی جائیں وہ ان سات حروف میں سے ہے جن پر قرآن نازل ہوا ہے، خواہ ائمہ سبعہ سے ہو یا کسی اور سے (اُنزِلَ القُرْاٰنُ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ (بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۷۴۷ ۔ مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۲۷۲ ۲۷۳) اور انہیں میں سے کسی ایک حرف پر پڑھنا ضروری ہے۔ اس کا

ردو انکار کفر ہے (امرکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تقرءوا القرآن کما علمتم)۔

اس علم کا حکم واجب علی الکفایہ ہے۔

قرآن میں مختلف قراءات کیوں ہیں

چونکہ آسمانی کتابوں اور صحیفوں میں قرآنِ کریم آخری ہے اس لیے سب سے زیادہ جامع، مکمل اور پوری دنیائے انسانیت کے لیے صرف یہی نسخہ شفا ہے۔ اس کے بعد کسی قوم، کسی زمانہ یا کسی علاقہ کے لیے کوئی کتابِ ہدایت نازل نہیں ہوگی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے جیسے اس کے احکام و قوانین میں جامعیت، ہمہ گیری اور وسعت رکھی ہے کہ ہر زمانہ میں، ہر علاقہ میں اور ہر مزاج کے لوگ اس پر عمل کر سکیں۔ اسی طرح اس کی تلاوت و قراءت میں وسعت رکھی تاکہ سب کے لیے پڑھنا آسان ہو۔ (انزل القرآن علی سبعۃ احرف فاقرءوا ما تیسر منہ (بخاری، مسلم) کیوں کہ نزولِ قرآن کے وقت قبائلِ عرب کی زبانیں مختلف تھیں۔ چنانچہ ہزیل حتّٰی کو عتّٰی بولتے تھے اور اسدی تعلمون تعلم۔ وتسود وجوہ اور الم اعھد الیکم میں علامت مضارع کو کسرہ سے ادا کرتے تھے اور بنی تمیم یألمون، شئت یؤمنون میں ہمزہ بولتے تھے اور قریش ہمزہ کو حرف مد سے بدلتے تھے، اور بعض قیل لھم اور غیض الماء میں قاف اور غین کے زیر کو زبر اور پیش کے درمیان پڑھتے تھے جس کو اشمام کہتے ہیں اور مالک لا تأمنا میں ادغام کے ساتھ اشمام کرتے تھے اور بعض علیہم کو علیھم اور بعض علیھُم پڑھتے تھے۔ اور بعض قد افلح، قل اوحی اور خلوا الی جیسے کلمات میں ہمزہ کی حرکت نقل کر کے ہمزہ کو حذف کرتے تھے اور قد فلح

قُلُوْحِیَ خَلَوْلِیٰ پڑھتے تھے اور بعض مُوسیٰ، عِیسیٰ، دُنْیَا کو امالہ سے مُوسیٰ، عِیسیٰ، دُنْیَیٰ پڑھتے تھے اور بعض الطلاق، الصَّلٰوۃ میں لام کو پُرپُڑھتے تھے ۔ وغیرہ وغیرہ ۔ اگر ایک ہی قبیلہ کی زبان کے مطابق نازل ہوتا، تو دوسرے قبیلوں کے لوگوں کیلئے صحیح تلاوت دشوار تر ہوتی، بالخصوص بڑے بوڑھے جن کی ایک ہی انداز اور اسلوب سے بولتے ہوئے زندگی گذر گئی اور زبان اتنی پختہ ہوگئی کہ انتہائی کوشش کے باوجود زبان کی تبدیلی اور اسلوب کا تغیر تقریباً ناممکن ہے، وہ کسی بھی طرح صحیح تلاوت پر قادر نہیں ہوسکتے تھے، زبان اور اسلوب کا یہی اختلاف اس کا متقاضی ہوا کہ اس کی قراءات مختلف ہوں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف سے اس کی لغات، حرکات اور طریقِ ادا میں وسعت عطا فرمائی ۔

حدیث میں وارد سبعة احرف کیا چیز ہے

بخاری ومسلم میں وارد حدیث اُنْزِلَ القرآنُ علیٰ سبعةِ اَحْرُفٍ فَاقْرَءُوْا مَاتَیَسَّرَ مِنْهُ میں سبعة احرف سے کیا مراد ہے، اس میں بہت اقوال ہیں۔ راجح ترین یہ ہے کہ اس سے اختلاف کی مندرجہ ذیل سات نوعیتیں مراد ہیں۔

(۱) حرکات میں تغیر ہو، لفظ کی صورت اور معنی نہ بدلیں جیسے بِالْبُخْلِ بِالْبَخَلِ اور یَحْسِبُ یَحْسَبُ (۲) حرکات اور معنی میں تغیر ہو جائے، صورت میں نہ ہو جیسے اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ اور اٰدَمَ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٌ (۳) حروف اور صورت میں تغیر ہو جائے معنی میں نہ ہو جیسے بَصْطَةً بَسْطَةً اور السِّرَاطَ الصِّرَاطَ (۴) حروف اور معنی میں تغیر ہو جائے صورت میں نہ ہو جیسے تَبْلُوْا۔ تَتْلُوْا (۵) حروف و معنی و صورت میں تغیر ہو جائے ۔ جیسے اَشَدَّ مِنْكُمْ۔ اَشَدَّ مِنْهُمْ (۶) تقدیم وتاخیر کا تغیر جیسے فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ فَیُقْتَلُوْنَ وَیَقْتُلُوْنَ (۷) حروف کی کمی زیادتی کا تغیر جیسے وَاَوْصٰى، وَوَصّٰى.

سبعۃِ احرُفٍ سے سبعہ قراءات مراد نہیں

بعض حضرات کا یہ خیال محض ایک وہم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سبعۃ احرف سے ائمہ سبعہ کی قراءات مراد ہیں کیوں کہ ان ائمہ میں سے حضورؐ کے زمانہ میں کسی کا وجود بھی نہیں تھا۔ اس لیے کہ اکثر ائمہ کا زمانہ دوسری صدی ہجری ہے۔

حضرت علامہ شاطبیؒ کا مختصر تعارف

امام ابوالقاسم بن خلف بن احمد رعینی اندلس کے ایک مقام شاطبہ میں ۵۳۸ھ میں پیدا ہوئے، اس لئے شاطبی سے مشہور ہیں، اس لفظ نے اتنی شہرت حاصل کی کہ خود علامہ کا اسمِ گرامی اور انکے اس قصیدہ کا نام دب کر رہ گئے اور دونوں شاطبی سے مشہور ہو گئے۔ آپ کے قراءت میں استاذ ابوالحسن علی بن ہزیل ہیں جنھوں نے بواسطہ ابوداؤد سلیمان بن خلف حضرت علامہ ابوعمر سعید بن عثمان دانی متوفی ۴۴۴ھ مصنف التیسر سے قراءات حاصل کیں۔ آپ کے اساتذہ میں ایک نام — عبداللہ بن محمد بن العاص کا بھی ملتا ہے جنھوں نے اپنے زمانہ کے کبار علماء سے تلمذ کیا ہے۔ علامہ شاطبی کے امام قراءت، امامِ تفسیر، حافظِ حدیث ماہرِ فنِ نحو اور ماہرِ فنِ تعبیر ہونے میں تو دو رائیں ہے ہی نہیں۔ اللہ کے مقبول ومحبوب بندے اور بڑے ولی اللہ ہونے میں بھی کسی کو کلام نہیں۔ آپ کی بہت سی کرامات بھی مشہور ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کے ہمنشیں غیبی طور پر — اذان کی آواز سن لیتے تھے خواہ اذان کتنی ہی دور ہو رہی ہو۔ قرآن کریم اور اس کی تمام قراءات کے حافظ ہونے کے ساتھ بخاری ومسلم کے بھی حافظ

تھے۔ اور علماء کبار کو آپ کے علم اور حافظہ پر اتنا اعتماد تھا کہ وہ علامہ کے حافظہ سے بخاری و مسلم کے نسخوں کی تصحیح کرتے تھے۔ تعلیم سے فراغ پر قاہرہ پہنچے تو وہاں مدرسہ فاضلیہ میں شیخ القراءات کی مسند پر متمکن ہوئے اور اتنے تشنگانِ علوم نے آپ کے دریائے علم سے سیرابی حاصل کی جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ نابینا تھے لیکن نابیناؤں جیسی حرکات آپ سے صادر نہیں ہوتی تھیں۔ سخت بیمار ہوتے، تب بھی مزاج پرسی کرنے والوں کے جواب میں "العافیة" فرماتے۔ قرطبی سے منقول ہے کہ جب آپ اس قصیدہ کی تصنیف سے فارغ ہوئے تو بیت اللہ شریف کے بارہ ہزار طواف اس کو ساتھ لے کر کیے۔ اور جب جب مقاماتِ دعا، پر پہنچتے تو یہ دعا کرتے: اللّٰھم فاطر السمٰوٰت والارض عالم الغیب والشھادۃِ رب ھٰذا البیت العظیم انفع بھا کل من قرأھا۔ نیز یہ بھی منقول ہے کہ آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تو سامنے کھڑے ہو کر خدمتِ بابرکت میں سلام عرض کیا اور کہا، یا سیدی یا رسول اللہ اس قصیدہ پر نظر فرمائیے، تو آپ نے اس کو اپنے دستِ مبارک میں لیا اور فرمایا: ھی مبارکة من حفظھا دخل الجنة۔ اور قرطبی نے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ آپ نے یہ فرمایا کہ جس کا اس حالت میں انتقال ہو کہ یہ قصیدہ اس کے گھر میں ہو، وہ بھی جنت میں داخل ہوگا۔

تصانیف

شاطبیہ جس میں گیارہ سو تہتر اشعار ہیں اور ہر شعر لا پر ختم ہے اسی لیے اس کو قصیدہ لامیہ بھی کہتے ہیں۔ اس میں علامہ نے فن قرارت، فصاحت و بلاغت، ادب و شاعری کے وہ جوہر دکھائے ہیں، جن کا مقابلہ نہیں کیا جا سکا، اور جن سے وہی حضرات پورے طور پر لطف اندوز ہو سکتے ہیں جن کو ان علوم سے کچھ مناسبت ہے۔ اختصار و جامعیت کا وہ کمال دکھایا ہے

جس کا جواب نہیں۔ مقدمہ میں وہ قیمتی نصیحتیں فرمائی ہیں کہ ان پر عمل کر لیا جائے تو دارین کی کامیابی، سعادت اور سرخ روئی حاصل ہو۔ اشعار میں آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ کی جانب لطیف اشارات فرمائے ہیں جن سے قصیدہ کا حسن دوبالا ہو گیا ہے۔

اسی قسم کے اور بھی کئی قصائد، آپ کے فنی کمالات اور علمی جواہر سے لبریز اسلامی کتبخانوں کی زینت ہیں۔ مثلاً رسم عثمانی میں قصیدہ رائیہ جو دوسو اٹھانوے اشعار پر مشتمل ہے۔ قصیدۂ دالیہ جس میں ابن عبدالبر کی تمہید کا خلاصہ کیا ہے جو بارہ جلدوں میں تھی یہ پانچ سو اشعار ہیں۔ ناظمۃ الزہر جس میں دوسو ستانوے اشعار ہیں اور اس میں آیاتِ قرآنیہ کا شمار و اختلاف بیان کیا ہے۔ علوم کا یہ بحر زخار اور ادب و فصاحت و بلاغت کا یہ شہسوار تدریس و تصنیف کے ذریعہ بے شمار بندگانِ خدا کو مستفید و مستفیض کر کے ۲۸ جمادی الثانیہ ۵۹۰ھ یک شنبہ کو بعد العصر مصر کے شہر قاہرہ میں ہزاروں سوگواروں کو چھوڑ کر اپنے مالک حقیقی سے جاملا — اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ خطیب جامع مصر علامہ ابو اسحاق نے نماز جنازہ پڑھائی اور دوشنبہ کو مقطم پہاڑ کے قریب قرافہ صغری مقبرہ قاضی فاضل میں اس گنجینۂ علوم کو سپردِ خاک کر دیا گیا۔ ان کی قبر اب بھی مشہور ہے، اور اس کی زیارت کے لیے دور دور سے لوگ آتے ہیں اور ان کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں۔ اللہ جل شانہٗ — تمام مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اور جنت کے بلند مقامات سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

الاسناد من الدین

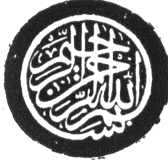
قراءت بلکہ پورے دین کا مدار سند و روایت پر ہے اس لیے سند کی بڑی اہمیت ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک کا ارشاد ہے "الاسناد من الدین ولولا الاسناد لقال من شاء ماشاء" یعنی دین کی عظیم الشان عمارت سند کی بنیاد پر قائم ہے، اگر سندیں محفوظ نہ ہوتیں تو جس کے دل میں جو آتا کہہ دیا کرتا، اور اس کو دین کی طرف منسوب کر دیا کرتا، اس طرح دینِ اسلام اپنے اصول و فروع اور اپنی کلیات و جزئیات کے ساتھ ایسا محفوظ نہیں رہ سکتا تھا جیسا محفوظ چلا آرہا ہے۔ اللہ تعالےٰ جزائے خیر دے اکابرِ امّت کو کہ انھوں نے ہر دور میں اسناد کی حفاظت کا اتنے اعلیٰ پیمانہ پر اہتمام کیا ہے جس کی نظیر نہیں۔

راقم الحروف کو جن مقدس اور مبارک ہستیوں کے واسطہ سے یہ علم پہنچا ہے ان کے اسمائے گرامی ذیل میں درج ہیں۔

بندہ نے اولاً روایت حفص کی تعلیم اپنے والد جناب قاری محمد سلیمان صاحبؒ سابق شیخ القراء مظاہر علوم سہارنپور متوفی ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ سے حاصل کی۔ انھوں نے حضرت قاری ضیاء الدین صاحب الہ آبادی سے اور انھوں نے استاذ الاساتذہ حضرت المقری عبدالرحمٰن مکی رحؒ سے۔

اس کے بعد دوبارہ روایت حفص اور پھر قراءات سبعہ وعشرہ میں راقم الحروف کے استاذ حضرت مولانا قاری حفظ الرحمٰن صاحب پرتاپ گڈھی سابق شیخ القراء دارالعلوم دیوبند متوفی ۲۴ شوال ۱۳۸۸ھ ہیں اور وہ براہِ راست شاگرد ہیں حضرت المقری عبدالرحمٰن صاحب مکیؒ کے۔ آگے سند اس طرح ہے:

الشیخ عبد الرحمٰن المکی عن اخیہ الشیخ عبد اللہ المکی عن
الشیخ ابراھیم سعد بن علی عن الشیخ حسن بدیر عن الشیخ محمد
المتولی عن الشیخ السیّد احمد عن الشیخ احمد سلمونہ عن
السید ابراھیم العبیدی عن مشائخ منھم الشیخ عبد الرحمٰن
الاجھوری عن مشائخ منھم الشیخ احمد البقری عن الشیخ
محمد البقری عن الشیخ عبد الرحمٰن الیمنی عن والدہ الشیخ
شحاذہ وعن الشیخ احمد بن عبد الحق السنباطی وعن الشیخ ناصر
الطبلاوی وکلھم عن شیخ الاسلام زکریا الانصاری عن الشیخ الرضوان
العقبی عن الشیخ محمد النویری عن الشیخ محمد الجزری محرر
الفن عن الشیخ الامام الازھر بن اللبان عن محمد بن احمد بن
عبد الخالق المعروف بالتقی الصائغ عن علی بن شجاع العباسی صھر
الشاطبی عن ابی القاسم بن فیرّہ الشاطبی عن الشیخ ابی الحسن علی
بن ھزیل عن ابی داؤد سلیمان بن نجاح عن عثمان ابی عمرو الدانی
عن الشیخ ابی الحسن طاھر بن غلبون المقری عن الشیخ ابی الحسن علی بن
محمد بن صالح الھاشمی عن الشیخ ابی العباس احمد بن سہل الاشنانی
عن الشیخ ابی محمد عبید بن الصباح عن الشیخ الامام حفص بن سلیمان
صاحب الروایۃ عن الشیخ الاجل الامام عاصم بن ابی النجود التابعی وکنیتہ
ابوبکر عن زر بن حبیش الاسدی عن سیدنا عثمان وعلی وابی بن کعب وابن
مسعود وزید رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین عن النبی الکریم محمد
صلی اللہ علیہ وسلم عن جبرئیل علیہ السلام عن اللوح المحفوظ
عن ربّ العٰلمین ؞



بَدَأْتُ بِبِسْمِ اللّٰهِ فِی النَّظْمِ اَوَّلَا
(۱) تَبَارَكَ رَحْمَانًا رَّحِیْمًا وَّمَوْئِلَا

ترجمہ: میں نے نظم میں سب سے پہلے بسم اللہ سے ابتداء کی ہے۔ وہ (اللہ تعالےٰ) برکت والے، بے حد مہربان، نہایت رحم فرمانے والے اور مرجع ہیں۔

شرح بَدَأَ کا استعمال کلامِ عرب میں دو طرح ہوتا ہے، ایک با، کے صلہ کے ساتھ، اور دوسرے بغیر صلہ کے۔ اگر صلہ کے ساتھ ہو تو قَدَّمَ کے معنی دیتا ہے جیسا کہ یہاں ہے یعنی بسم اللہ پر زائد با، بَدَأْتُ کا صلہ ہے۔ اور اگر بغیر صلہ کے ہو تو خَلَقَ کے معنی میں آتا ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے اَللّٰهُ یَبْدَأُ الْخَلْقَ۔

اس شعر میں علامہؒ نے پوری بسم اللہ کو ذکر فرما دیا، اور ایک خاص بات یہ ہے کہ رحمٰن اور رحیم پر واؤ نہیں لائے جب کہ لفظ موئل پر واؤ کا اضافہ ہے اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہو جاتا ہے کہ موئل کا اطلاق اگرچہ ذاتِ خداوندی پر صحیح ہے کیوں کہ وہی مرجع اور ٹھکانہ ہے، لیکن یہ لفظ بسم اللہ کے الفاظ میں سے نہیں ہے۔ اس شعر سے مشہور حدیث: کل امر ذی بالٍ لم یبدأ فیہ ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم فھو اقطع پر عمل ہو گیا۔

وَثَنَّيتُ صَلَّى اللّٰهُ رَبِّى عَلَى الرِّضَا
(۲) مُحَمَّدِ نِ الْمُهْدٰى اِلَى النَّاسِ مُرْسَلَا

ترجمہ:- اور دوسری بار میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ جو میرا رب ہے، رحمتِ کاملہ نازل فرمائے اس ذات پر جو پسندیدہ ہے، جن کا اسم گرامی (حضرت) محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے جو بطور تحفہ لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

شرح الْمُهْدٰى اِلَى النَّاسِ سے اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں ارشاد فرمایا گیا، انّما انا رَحْمَةٌ مُّهْدَاةٌ (میں رحمت ہوں اور بطور تحفہ لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں) اور مُرْسَلًا سے قرآن کریم کی آیت وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاس (ہم نے آپ کو دنیا میں بسنے والے تمام انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے) کی جانب اشارہ ہے۔

وَعِتْرَتِهٖ ثُمَّ الصَّحَابَةِ ثُمَّ مَنْ
(۳) تَلَاهُمْ عَلَى الْاِحْسَانِ بِالْخَيْرِ وُبَّلَا

ترجمہ:- اور (رحمتِ کاملہ نازل فرمائے اللہ تعالیٰ) آپؐ کی آل پر (بھی) پھر صحابہ پر، پھر ان لوگوں پر جنھوں نے ان (آل واصحاب) کا اخلاص کے ساتھ اتباع کیا ہے، اس حال میں کہ وہ خیر (علم) کے پہونچانے میں موسلا دھار بارشوں کے مانند ہیں۔

شرح عِترة کے لغوی معنی وہ جڑ جو درخت کو کاٹنے کے بعد زمین میں باقی رہ جاتی ہے اور اعزاء و رشتہ داروں کو بھی عترة کہتے ہیں۔ یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اعزاء مراد ہیں جو صاحبِ ایمان ہوئے۔

صحابی، اس شخص کو کہتے ہیں جس نے بحالتِ ایمان حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہو، اور آخر دم تک ایمان پر قائم رہا ہو۔

علی الاحسانِ کی قید لگا کر منافقین کو نکالنا مقصود ہے کہ وہ بظاہر اہل ایمان کا اتباع کرتے ہیں لیکن اخلاص کے ساتھ نہیں، ان کا مقصود کچھ اور ہوتا ہے۔

بِالْخَیْرِ وُبَّلاً۔ وبل، وابل کی جمع ہے، وابل، خوب تیز اور زیادہ بارش کو کہتے ہیں۔ اس سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جیسے زیادہ بارش سے تمام کھیت، باغات اور آبادیاں وغیرہ سیراب ہو جاتی ہیں کہیں خشکی باقی نہیں رہتی، اسی طرح ان حضرات نے علم اور دین کو گوشہ گوشہ میں پھیلا کر پوری دنیا کو سیراب کر دیا فجزاھم اللّٰہُ خیر الجزاء عن جمیع الامۃ۔

وَثَلَّثْتُ اَنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ دَائِمًا
(۴)
وَمَا لَیْسَ مَبْدُوْءًا بِہٖ اَجْذَمُ الْعُلَا

ترجمہ:۔ اور تیسری بار میں نے یہ کہا کہ تمام تعریفیں ہمیشہ ہمیشہ صرف اللہ تعالےٰ کے لیے ہیں، اور جو کام اللہ کی حمد کے ساتھ شروع نہ کیا جائے وہ بلندی کٹا ہوا (ناتمام اور مقطوع البرکت) رہتا ہے۔

شرح مشہور حدیث کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ الخ کی جانب اشارہ کرتے اور اس پر عمل کرتے ہوئے بسملہ اور صلوٰۃ کے بعد حمد کو بیان فرمایا تاکہ برکات کے ساتھ کتاب پایۂ تکمیل کو پہنچے۔

قولہ اجذم، جذم سے ہے جس کے معنی کاٹنے کے آتے ہیں اور اس کا استعمال زاء کے ساتھ بھی صحیح ہے۔

وَبَعْدُ فَحَبْلُ اللّٰہِ فِیْنَا کِتَابُہٗ
(۵)
فَجَاھِدْ بِہٖ حِبْلَ الْعِدٰی مُتَحَبِّلاً

ترجمہ:۔ اور حمد و صلوٰۃ کے بعد اللہ کی رسی (اس سے تعلق پیدا کرنے کا ذریعہ) ہمارے درمیان اس کی کتاب ہے، تو اس کے ذریعہ دشمنوں کو مصیبت

اور پریشانی میں ڈالنے کی کوشش کر، اس حال میں کہ تو ان کا جال سے شکار کرنے والا ہو۔

شرح اس شعر میں قرآن کریم کی آیت "وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَاتَفَرَّقُوْا" کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کا سب سے بہترین اور مضبوط ذریعہ صرف قرآن کریم ہے، اس پر کامل ایمان، اس کی کما حقہ، تلاوت اور اس پر پورا پورا عمل نہ صرف عبادات میں بلکہ زندگی کے ہر ہر شعبہ میں، ایسی چیز ہے جس سے اللہ تعالےٰ کا قرب، اس کی معرفت اور اس کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں بھی قرآن کریم سے تعلق پیدا کرنے کے لیے اس قسم کے مضامین آئے ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے "کِتَابُ اللّٰہِ حَبْلٌ مَّمْدُوْدٌ مِّنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ" (رواہ ابوشیبہ) دوسری جگہ ارشاد فرمایا "اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ سَبَبٌ طَرَفُہٗ بِیَدِ اللّٰہِ وَطَرَفُہٗ بِاَیْدِیْکُمْ فَتَمَسَّکُوْا بِہٖ"

حَبْلٌ (رسّی) اور حِبْل (مصیبت) میں صنعت تجنیس ہے۔ مُتَحَبِّل کے معنی حِبالۃ (پھندا اور جال) سے شکار کرنے والا، اس کی جمع حَبائل آتی ہے۔

(٦)
وَاَخْلِقْ بِہٖ اِذْ لَیْسَ یَخْلُقُ جِدَّۃً
جَدِیْدًا مُوَالِیْہِ عَلَی الْجِدِّ مُقْبِلًا

ترجمہ: کیا ہی عمدہ چیز ہے قرآن کریم کہ اس کا نیا پن پرانا نہیں ہوتا (بلکہ) نیا ہی معلوم ہوتا رہتا ہے، اس کا دوست مفید مقصد پر ہے، درانحالیکہ وہ اس کی جانب متوجہ ہو (یعنی اس کی تلاوت بھی کرتا ہو اور اس پر عمل بھی کرتا ہو)۔

☆

شرح اس شعر میں قرآن کریم کا ایک ایسا وصف بیان فرمارہے ہیں جو دنیا کی کسی کتاب کو حاصل نہیں وہ یہ کہ دنیا کی کوئی کتاب اپنی فصاحت و بلاغت، نادر معلومات، دل چسپ مضامین، نرالے اندازِ بیان وغیرہ وغیرہ خوبیوں کے اعتبار سے خواہ کتنے ہی اونچے مقام پر کیوں نہ ہو لیکن وہ بھی دوچار مرتبہ پڑھنے کے بعد پرانی معلوم ہونے لگتی ہے اور جتنی دل چسپی ورغبت پہلی بار پڑھنے میں محسوس ہوتی ہے، دوسری اور تیسری مرتبہ میں وہ بات نہیں رہتی۔ لیکن قرآنِ کریم ایسی عجیب چیز ہے کہ ڈیڑھ ہزار سال سے پڑھا جارہا ہے مگر آج بھی اس کے پڑھنے اور سننے میں وہی لطف باقی ہے جو شروع میں تھا۔

اسی طرح جیسے ڈیڑھ ہزار سال پہلے اس پر عمل کرنا آسان تھا، آج بھی آسان ہے یعنی عملی زندگی میں بھی وہ پرانا نہیں معلوم ہوتا۔

ایک حافظ بچپن سے اس کو پڑھنا شروع کرتا ہے اور پڑھتے پڑھتے بوڑھا ہو جاتا ہے لیکن اس کو اخیر عمر تک تلاوت میں لطف آتا رہتا ہے۔ کسی شخص نے اپنی زندگی میں بے شمار مرتبہ قرآن سنا ہو لیکن اس کی پیاس نہیں بجھتی۔ آج بھی اگر کوئی قاری اچھے انداز سے تلاوت کر رہا ہو تو وہ ہمہ تن متوجہ ہو کر اس کے سننے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ حالانکہ یہ وہی قرآن ہے جس کو ہزاروں مرتبہ سن چکا ہے۔ یہ صرف قرآن کریم کا امتیاز ہے جو دنیا کی کسی بڑی سے بڑی اور عمدہ سے عمدہ کتاب کو حاصل نہیں۔ اور اس بات کی روشن دلیل ہے کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں، بلکہ ربّ العٰلمین عزّوجلّ کا کلام ہے۔

دوسری بات اس شعر میں یہ بیان فرمائی کہ جو خوش قسمت انسان قرآن سے محبّت رکھتا ہو، وہ مفید کام میں لگا ہوا ہے اور اپنی زندگی سے صحیح استفادہ کر رہا ہے، کیوں کہ قرآن پڑھنے پڑھانے سے بہتر اور پسندیدہ کوئی دوسرا کام نہیں جیسا کہ ارشادِ نبویؐ ہے:

"خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ"

وَقَارِئُهُ الْمَرْضِيُّ قَرَّ مِثَالُهٗ
(۷) كَالْاُتْرُجِّ حَالَيْهِ مُرِيْحًا وَّمُوْكِلًا

ترجمہ:- اس کا پسندیدہ پڑھنے والا (جو ہے) اس کی مثال ترنجبین کی طرح ثابت ہوئی ہے، کہ اس کی دو حالتیں ہیں، خوشبودار اور لذیذ۔

شرح قاری کی فضیلت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قاری کی مثال ایسی ہے جیسے ترنجبین ایک پھل ہوتا ہے کہ وہ خوشبودار بھی ہوتا ہے، اور ذائقہ دار بھی۔ یعنی وہ اندر سے بھی قابلِ استفادہ ہے اور باہر سے بھی قابلِ استفادہ۔

اسی طرح صاحبِ ایمان قاری اندر سے بھی ایمان کی وجہ سے نورانی اور میٹھا ہے اور وہ تلاوت کرتا ہے تو اس کی تلاوت سن کر لوگ مستفید، محظوظ اور ثواب سے مالامال ہوتے ہیں تو باہر سے بھی اس سے استفادہ ہوتا ہے۔

اور اگر کوئی شخص مؤمن ہے مگر تلاوت نہیں کرتا، اس کی مثال کھجور کی طرح ہے کہ وہ میٹھی تو ہوتی ہے مگر خوشبودار نہیں ہوتی۔ ایسے ہی یہ شخص ایمان کی وجہ سے اندر سے تو نورانی ہے مگر چونکہ تلاوت نہیں کرتا، اس لیے باہر سے لوگ اس سے مستفید نہیں ہو رہے ہیں، گویا اس میں کھجور کی طرح خوشبو نہیں ہے۔ اور اگر کوئی شخص تلاوت تو کرتا ہے مگر مؤمن نہیں بلکہ منافق ہے، اس کی مثال ریحان کی طرح ہے، کہ خوبصورت بھی ہوتا ہے اور خوشبودار بھی، لیکن کڑوا ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ منافق دیکھنے میں مؤمن کی طرح اچھا بھی معلوم ہوتا ہے اور اس کی تلاوت سے لوگ مستفید و محظوظ بھی ہوتے ہیں۔ لیکن اس کا اندرون کفر کی وجہ سے کڑوا ہے۔

اور جو منافق تلاوت نہیں کرتا، اس کی مثال اندرائن کی طرح ہے کہ اس میں خوشبو بھی نہیں ہوتی اور مٹھاس بھی نہیں ہوتا، صرف دیکھنے میں اچھا معلوم ہوتا ہے۔

ایسے ہی یہ منافق چونکہ مومن جیسی وضع وقطع اختیار کیے ہوئے ہے صرف دیکھنے میں اچھا معلوم ہوتا ہے لیکن اس کے اندر نہ ایمان کی مٹھاس ہے اور نہ اس کی تلاوت سن کر لوگ باہر سے مستفید ہو رہے ہیں۔

ترنجبین اور قرآن میں ایک مناسبت یہ بھی ہے کہ جیسے قرآن کریم کا ایک ایک حرف قابلِ انتفاع ہے ایسے ہی ترنجبین کا بھی ہر ہر جزء نافع اور مفید ہے۔ یہاں تک کہ اس کا چھلکا بھی اگر کپڑوں میں رکھا جائے تو وہ کیڑوں سے محفوظ رہتے ہیں۔

هُوَ الْمُرْتَضَىٰ أَمًّا إِذَا كَانَ أُمَّةً
وَيَمَّمَهُ ظِلُّ الرَّزَانَةِ قَنْقَلًا (۸)

ترجمہ:- وہ (قاری) پسندیدہ ہے ازروئے مقصد کے جب کہ وہ امت (جامع صفات حسنہ) ہو جائے، اور ارادہ کرتا ہے اس (کے پاس آنے) کا عقل کی پختگی کا سایہ، اس حال میں کہ وہ قنقل کے مشابہ ہے۔

شرح یعنی جس مقصد میں یہ قاری لگا ہوا ہے، اس کے اعتبار سے یہ پسندیدہ اور قابلِ تعریف ہے لیکن جب اللہ جل شانہ، نے اس کو اتنا عظیم اور بابرکت مشغلہ اور کام عطا فرمایا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ صفات حسنہ کا جامع ہو۔

اُمَّۃ لغت میں جماعت کو کہتے ہیں اور امت کے افراد میں اللہ تعالےٰ نے صفات حسنہ کو تقسیم فرما دیا ہے۔ کوئی خوش خلق ہے، کوئی صابر و متحمل ہے۔ کوئی سنجیدہ و بردبار ہے، کوئی سخی ہے، کوئی عالم باعمل ہے، کوئی حافظ قرآن ہے اور کوئی قاری و مجود ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ ساری صفات تنہا ایک شخص میں جمع ہوں تو گویا وہ امت بن گیا۔ اب یہ قاری اگر ایسا ہو جائے تو اللہ تعالےٰ کی جانب سے اس کو وہ انتہائی قیمتی چیز حاصل ہو جاتی ہے جس کی لوگ تمنائیں کرتے ہیں یعنی عقل کی

پختگی حاصل ہوتی ہے۔ اب یہ شخص صفاتِ حسنہ کا حامل اور کامل العقل ہو جاتا ہے
حضرت انس رضؓ سے روایت ہے مَنْ جَمَعَ الْقُرْاٰنَ مَتَّعَهُ اللّٰهُ بِعَقْلِهٖ
حَتّٰى يَمُوْتَ (جو شخص قرآن کریم کو اپنے سینہ میں جمع کرے تو اللہ تعالےٰ اخیر عمر
تک اس کی عقل سے نفع پہونچائیں گے) یعنی اس کی عمر خواہ کتنی بھی طویل ہو جائے
عقل خراب نہیں ہوگی۔

اُمَّةٌ کا اطلاق کبھی اس ایک شخص پر بھی آتا ہے جو جامع صفاتِ حسنہ ہو اور
اس شخص پر بھی آتا ہے جو متبوع ہو جیسے اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ كَانَ اُمَّةً۔

قنقل بڑے بھاری باٹ کو بھی کہتے ہیں اور ریت کے ٹیلہ کو بھی۔ نیز
کسریٰ کے ایک تاج کو بھی قنقل کہتے تھے جو انتہائی قیمتی تھا۔ عقل کی پختگی کے سایہ
کی اہمیت ظاہر کرنے کے لیے یہ تشبیہ دی گئی ہے۔

هُوَ الْحُرُّ اِنْ كَانَ الْحَرِيُّ حَوَارِيًا
(۹) لَهٗ بِتَحَرِّيْهِ اِلٰى اَنْ تَنَبَّلَا

ترجمہ:- وہ (قاری) آزاد ہے اگر لائق ہو اس حال میں کہ مدد کرنے والا ہو،
اس (قرآن) کی اپنی پوری کوشش کے ساتھ یہاں تک کہ وفات پا جائے۔

شرح اگر قاری پورے اخلاص اور اپنی پوری کوشش کے ساتھ قرآنِ کریم
کی خدمت کو اپنی زندگی کا نصبُ العین بنالے اور اس کی خدمت کرتا
ہوا ہی دنیا سے رخصت ہو، اور اخلاقِ حمیدہ وصفاتِ حسنہ سے بھی خود کو آراستہ
کرلے جن کا اوپر کے شعر میں ذکر آیا ہے تو یہ نفس اور شیطان سے آزاد ہوگا یعنی یہ
دونوں چیزیں اس کو اپنا غلام نہیں بنا سکیں گی (اور اس سے بڑا خوش قسمت
کوئی نہیں ہو سکتا)

☆

(۱۰) وَاِنَّ کِتَابَ اللّٰہِ اَوْثَقُ شَافِعٍ
وَاَغْنٰی غَنَاءٍ وَّاھِبًا مُّتَفَضِّلًا

ترجمہ:۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کی کتاب مضبوط تر شفاعت کرنے والی ہے اور بے پرواہ کرنے والی چیزوں میں سب سے زیادہ بے پرواہ کرنے والی ہے (ثواب) دینے والی اور فضیلت بخشنے والی ہے۔

شرح قرآنِ کریم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ شفاعت کرنے والی چیزیں تو اور بھی ہوں گی لیکن قرآن کریم کی شفاعت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ عذاب میں مبتلا ہونے سے پہلے منظور ہو جائے گی اور دوسری خصوصیت یہ کہ رد نہیں کی جائے گی بخلاف دوسری شفاعتوں کے کہ وہ عذاب میں مبتلا ہونے کے بعد نجات دلائیں گی۔

نیز اس کی ایک فضیلت یہ ہے کہ بے نیاز کرنے والی چیزوں میں قرآن کریم کو سب سے اونچا مقام حاصل ہے کہ جس شخص کو یہ دولت حاصل ہو جائے اور وہ اسکا قدر شناس بھی ہو تو اس کو قرآن کریم دونوں جہان کے لیے کافی ہے۔ دنیا میں بھی اس کی عزت ہوتی ہے اور آخرت میں بھی بلند درجات اس کے منتظر ہیں۔

(۱۱) وَخَیْرُ جَلِیْسٍ لَّا یُمَلُّ حَدِیْثُہٗ
وَتَرْدَادُہٗ یَزْدَادُ فِیْہِ تَجَمُّلًا

ترجمہ:۔ اور (قرآنِ کریم) ایسا بہترین ہمنشین اور دوست ہے کہ اس کی بات ناگوار نہیں محسوس ہوتی اور اس کا بار بار پڑھنا اس میں خوبصورتی کو بڑھا دیتا ہے۔

شرح قرآن کریم کی ایک عجیب خصوصیت بیان فرماتے ہیں کہ دنیا میں انسان کے بہت سے اعزاء، اقرباء، احباب اور ہمنشیں ہوتے ہیں ان میں سے کسی سے

خواہ کتنا ہی گہرا تعلق کیوں نہ ہو پھر بھی زندگی میں نہ معلوم کتنی بار اس کی بات ناگوار ہو جاتی ہے یہاں تک کہ والدین، اساتذہ، محسنین بلکہ اپنے محبوب تک کی بات بسا اوقات ناپسند ہو جاتی ہے لیکن قرآن کریم ایسا بہترین ہمنشین ہے کہ آدمی تمام عمر اس کو پڑھتا ہے۔ اس دوران قرآن کریم اپنے پڑھنے والے کے جذبات، خیالات اور آرزوؤں کے خلاف بہت سی باتیں کہتا ہے، اور ایسی بہت سی باتوں کا حکم کرتا ہے جن کو عمل میں لانے کے لیے اس کا نفس آمادہ نہیں ہوتا لیکن اس کی بات ناگوار نہیں ہوتی بلکہ قاری اپنے نفسانی جذبات اور خواہشات کو قرآنی احکام اور قرآنی نصائح کے تابع کر کے خوش دلی سے ان کو عملی جامہ پہناتا ہے۔

دوسرے مصرعہ میں ایک اور خصوصیت بیان فرمائی کہ دنیا کی کسی کتاب کو اگر بار بار پڑھا جائے تو طبیعت اکتا جاتی ہے اور پہلی بار اس کے پڑھنے اور سننے میں جو دلچسپی ہوتی ہے وہ دوبارہ، سہ بارہ پڑھنے میں نہیں رہتی، لیکن قرآنِ کریم کا یہ امتیاز ہے کہ اس کو بار بار پڑھنے سے نہ صرف یہ کہ طبیعت اکتاتی نہیں بلکہ اس کی تلاوت کے حسن میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور اس کے پڑھنے و سننے سے طبیعت کبھی سیر نہیں ہوتی، اور یہ بات اس لیے ہے کہ اس کی شان احسن الحدیث فرمائی گئی ہے اور اس لیے بھی کہ یہ کلامِ الٰہی ہے، کلامِ بشر نہیں۔

وَحَيْثُ الْفَتَى يَرْتَاعُ فِي ظُلُمَاتِهِ
(۱۲) مِنَ الْقَبْرِ يَلْقَاهُ سَنًا مُتَهَلِّلًا

ترجمہ:۔ اور جہاں کہ جوان ڈرے گا اپنی ان تاریکیوں میں جو قبر سے (پیدا) ہوں گی، تو ملاقات کرے گا اس سے قرآن اس حال میں کہ روشنی اور خوشی کا باعث ہوگا۔

هُنَالِكَ يَهْنِيهِ مَقِيلًا وَرَوْضَةً
(۱۳) وَمِنْ اَجْلِهٖ فِيْ ذِرْوَةِ الْعِزِّ يُجْتَلَا

ترجمہ: وہاں وہ (قبر) اس کو خوشگوار معلوم ہوگی، جائے قیلولہ اور باغ بن جانے کے اعتبار سے اور اسی کی وجہ سے وہ (قاری) عزت کی بلندی میں تعجب بھری نگاہوں سے دیکھا جائے گا۔

شرح قبر کا ہیبت ناک اور ہولناک ماحول جہاں نہ کوئی مددگار ہوگا ـــــ نہ پرسانِ حال، وہاں قرآنِ کریم قاری کے بہت کام آئے گا جب انسان اپنی بداعمالیوں اور گناہوں کی وجہ سے پریشان ہوگا تو دنیا میں اگر قرآن کریم سے تعلق رکھا تھا یعنی اس کو پڑھا، پڑھایا اور عمل کیا تھا تو وہ مصیبت اور پریشانی قرآنِ کریم کی برکت سے ختم ہوگی۔ مصیبت راحت سے اور تاریکی روشنی سے بدل جائے گی، قبر کو اس کے لیے آرام گاہ اور باغیچہ بنا دیا جائے گا۔ اور جب قیامت میں جنتی جنت میں بھیج دیئے جائیں گے تو قرآنِ کریم کے اس خادم کو جنت میں اتنے اونچے اور عالیشان بالاخانے عنایت فرمائے جائیں گے کہ دوسرے بہت سے جنتی نظریں اٹھا اٹھا کر تعجب سے اس کی طرف دیکھیں گے۔

يُنَاشِدُ فِيْ اِرْضَائِهٖ لِحَبِيْبِهٖ
(۱۴) وَاَجْدِرْ بِهٖ سُؤْلًا اِلَيْهِ مُوَصَّلَا

ترجمہ:۔ (قرآن کریم) خوب کوشش کرے گا اللہ کو راضی کرنے میں اپنے دوست کے لیے، اور کتنی عجیب چیز ہے قرآن، سوال کے اعتبار سے کہ اس کی طرف پہونچا دیا جائے گا (پورا کر دیا جائے گا)۔

شرح ترمذی شریف میں حضرت ابوہریرہ رضؓ سے ایک حدیث مروی ہے کہ قیامت میں قرآن کریم بارگاہ ربُّ العٰلمین میں عرض کرے گا کہ یارب (میرے

اس حبیب کو) لباس پہنا دیجئے، تو اس کو عزت کا تاج پہنا دیا جائے گا۔ قرآن پھر کہے گا کہ یارب (اس کو اور) زیادہ دیجئے پس اسکو عزت کا جوڑا پہنا دیا جائے گا۔ قرآن پھر کہے گا کہ یارب آپ اس سے راضی ہو جایئے" تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائیں گے۔ اس حدیث کی جانب اس شعر میں اشارہ کیا گیا ہے۔

(۱۵) فَيَا أَيُّهَا الْقَارِئْ بِهٖ مُتَمَسِّكًا
مُجِلًّا لَّهٗ فِيْ كُلِّ حَالٍ مُّبَجِّلَا

(۱۶) هَنِيْئًا مَّرِيْئًا وَّالِدَاكَ عَلَيْهِمَا
مَلَابِسُ أَنْوَارٍ مِّنَ التَّاجِ وَالْحُلَا

ترجمہ:- ۱۵:- پس اے وہ قاری اس حال میں کہ اس کو مضبوطی سے پکڑنے والا ہو، اور ہر حال میں اس کی تعظیم و توقیر کرنے والا ہو۔

۱۶:- مبارک ہو تجھ کو کہ تیرے والدین جو ہیں ان پر نورانی لباس ہوں گے یعنی تاج اور زیور۔

(۱۷) فَمَا ظَنُّكُمْ بِالنَّجْلِ عِنْدَ جَزَائِهٖ
أُولٰئِكَ أَهْلُ اللّٰهِ وَالصَّفْوَةُ الْمَلَا

---

(۱۸) أُولُو الْبِرِّ وَالْإِحْسَانِ وَالصَّبْرِ وَالتُّقٰى
حُلَاهُمْ بِهَا جَاءَ الْقُرْاٰنُ مُفَصَّلَا

ترجمہ:- ۱۷- پس کیا گمان ہے تمہارا بیٹے کے بارے میں اس کے جزاء دیئے جانے کے وقت (مختصراً یہ کہ) یہی لوگ اللہ کے اہل اور برگزیدہ جماعت ہیں

۱۸:- (یہ قراء) بر (نیکی) والے ہیں۔ احسان (اخلاص) والے ہیں، صبر والے ہیں اور تقویٰ (اللہ سے ڈرنے) والے ہیں، یہ صفات ان کے لباس ہیں

قرآنِ کریم ان کو لے کر آیا ہے اور اس میں تفصیل سے ان کو بیان کیا گیا ہے۔

شرح

۱۵۔ قرآن کریم کو مضبوطی سے پکڑنے کا مطلب یہی ہے کہ اس پر کامل ایمان و یقین کے ساتھ زندگی کو پورے طور پر اس کے مطابق ڈھالے کہ سرِ مو اس کے احکام سے انحراف نہ ہو اور اس کی تعظیم کرنے میں یہ بھی داخل ہے کہ اس کے معلمین و متعلمین کا بھی اکرام کرے۔

۱۶:۔ ابو داؤد شریف کی ایک حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں ارشاد فرمایا گیا کہ جس نے قرآنِ کریم پڑھا اور اس پر عمل کیا تو قیامت کے دن اس کے والدین کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی اس سورج کی روشنی سے بھی زیادہ بہتر ہو گی جو دنیا کے گھروں میں ہو۔ اب تم خود ہی بتاؤ کہ تمہارا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جس نے خود اس پر عمل کیا ہو۔ انتہیٰ۔

ایک دوسری حدیث کی طرف اشارہ ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی مسند بیہقی میں ہے جس میں ارشاد ہے کہ اس کے ماں باپ کو ایسا جوڑا پہنایا جائے گا کہ دنیا اور اس کی تمام نعمتیں بھی اس کی قیمت نہیں بن سکتیں۔

۱۷:۔ اہل اللہ والصفوۃ سے بھی ایک حدیث کی جانب اشارہ ہے جو ابن ماجہ نے حضرت انس رضؓ سے روایت کی ہے جس میں فرمایا کہ اللہ کے لیے اہل بھی ہیں، پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ وہ کون ہیں، فرمایا گیا کہ قرآن والے اللہ کے اہل اور اس کے خاص بندے ہیں۔

۱۸:۔ ان صفات کو ذکر کر کے یہ بتانا مقصود ہے کہ قاری کو ان سے آراستہ ہونا چاہیئے اور حلاہم سے اشارہ ہے کہ جیسے لباس انسان کے بدن پر ہر وقت رہتا ہے، ایسے ہی قاری کو ان صفات سے ہر وقت آراستہ رہنا چاہیئے، ایسا نہ ہو

کہ بعض لوگوں کی طرح باہر کی زندگی کچھ اور ہو، اور گھر کی کچھ اور۔

عَلَیْکَ بِھَا مَا عِشْتَ فِیْھَا مُنَافِسًا
(۱۹) وَبِعْ نَفْسَکَ الدُّنْیَا بِاَنْفَاسِھَا الْعُلَا

ترجمہ:- لازم ہے تجھ پر ان صفات کو اختیار کیے رہنا، جب تک تو اس (دنیا) میں زندگی گذارے۔ اور بیچ ڈال (بدل دے) اپنے نفس حقیر (عاداتِ قبیحہ) کو اس کی بلند خوشبوؤں (اخلاقِ حمیدہ) کے بدلے۔

شرح اس سے پہلے بیان کردہ شعر میں مذکورہ صفات (بر، احسان، صبر اور تقویٰ کو) اختیار کرنے اور زندگی بھر ان سے آراستہ اور متصف رہنے کی تاکید فرمارہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ تمام مسلمانوں کو اور خصوصًا قراءِ کرام کو اس کی توفیق سے نوازے۔ اس ناپائیدار دنیا میں انسان معمولی معمولی چیزوں پر اکڑتا، گھمنڈ کرتا، اور اتراتا پھرتا ہے اور اس کا نفس نہ معلوم کیسی کیسی حماقتوں اور خطاؤں کا اس سے ارتکاب کرادیتا ہے لیکن اللہ تعالےٰ کے یہاں جس چیز کی قدر و قیمت ہے وہ تقویٰ اور اخلاص ہے۔ کسی شاعر نے کیسی اچھی بات کہی ہے ؎

مَابَالُ مَنْ اَوَّلُہٗ نُطْفَۃٌ وَجِیْفَۃٌ اٰخِرُہٗ یَفْخَرُ
لَافَخْرَ اِلَّا فَخْرَ اَھْلِ التُّقٰی غَدًا اِذَا ضَمَّھُمُ الْمَحْشَرُ

(یعنی اس شخص کو اکڑنے، اترانے، اور بڑا بننے کا کیا حق ہے اور اس کو کیسے یہ بات زیب دیتی ہے جس کی ابتداء تو ایک گندہ قطرہ اور انتہا ایک متعفن، بدبودار مردار ہے۔ کل میدان حشر میں سوائے اہل تقویٰ کے سب کی بڑائی دھری رہ جائے گی)

جَزَی اللّٰہُ بِالْخَیْرَاتِ عَنَّا اَئِمَّۃً
(۲۰) لَنَا نَقَلُوا الْقُرْاٰنَ عَذْبًا وَّسَلْسَلَا

ترجمہ:۔ جزائے خیر دے اللہ تعالےٰ ہماری جانب سے اماموں کو کہ انھوں نے ہمارے لیے قرآنِ کریم کو نقل کیا ہے، اس حال میں کہ وہ شیریں اور آسان ہے۔

شرح حدیثِ پاک میں ارشادِ نبوی ہے کہ جو تمہارے ساتھ احسان کرے اس کو اس کا بدلہ دو، اگر بدلہ نہ دے سکو تو اس کے لیے دعا ہی کر دو، ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ اگر کسی نے کسی کے ساتھ کوئی احسان کیا اور اس نے احسان کرنے والے کو جزاک اللہ خیراً کہہ دیا تو اس نے اس کی تعریف کا حق ادا کر دیا۔

حضرات ائمہ کرام کا ہم پر اور پوری امت پر بے انتہا احسان ہے کہ انھوں نے قرآنِ کریم اور اس کی تمام قراءات کو پوری امانت و دیانت اور ذمہ داری کے ساتھ نقل کر کے امت کو پہونچایا، اس لیے علامہ شاطبیؒ نے اس شعر میں ائمہ قراءت کو جزائے خیر کی دعا دی ہے۔

(۲۱) فَمِنْهُمْ بُدُوْرٌ سَبْعَةٌ قَدْ تَوَسَّطَتْ
سَمَاءَ الْعُلٰى وَالْعَدْلِ زُهْرًا وَكُمَّلَا

ترجمہ:۔ پس ان (اماموں) میں سے سات ایسے چاند ہیں جو آسمانِ بلندی (مقام) اور آسمانِ عدل کے درمیان پہونچ گئے ہیں، اس حال میں کہ وہ روشن اور کامل ہیں۔

شرح جن سات اماموں کی قراءات اس کتاب میں بیان کی جائیں گی انکے بارے میں فرماتے ہیں کہ ائمہ کے درمیان علم، عدل و صداقت اور بلندیٔ مقام کے اعتبار سے ان حضرات کا مرتبہ بہت بلند ہے اور جیسے — بدر (چودھویں رات کا چاند) کامل اور اس کی روشنی مکمل ہوتی ہے، ایسے ہی یہ حضرات

اپنے علم، صداقت، دیانت، عدل اور بلندیٔ مقام کے اعتبار سے کامل ہیں اور جس طرح بدر کی روشنی سے پوری دنیا مستفید ہوتی ہے، اسی طرح ان کے علم سے پوری دنیا مستفیض ہوئی ہے

(۲۲) لَهَا شُهُبٌ عَنْهَا اسْتَنَارَتْ فَنَوَّرَتْ
سَوَادَ الدُّجیٰ حَتّٰی تَفَرَّقَ وَانْجَلَا

ترجمہ:- ان (چاندوں) کے لیے کچھ روشن ستارے ہیں، انھوں نے ان (چاندوں) سے روشنی حاصل کی ہے۔ پھر ان (ستاروں) نے اندھیری رات کی تاریکی کو روشنی سے بدل دیا یہاں تک کہ تاریکی چھٹ گئی اور روشنی پھیل گئی۔

شرح ان اماموں کے بہت سے شاگرد اور راوی ہیں جن کے ذریعہ قراءات دنیا میں پھیلی ہیں، اور دنیا کی تاریکی (یعنی جہالت) ان کی روشنی (یعنی علم) کی وجہ سے دور ہوگئی۔ حضرات ائمہ کو بدور اور ان کے رواۃ کو شہب سے تعبیر کیا۔ اس لیے کہ جس طرح ستارے چاند سے روشنی حاصل کرتے ہیں اسی طرح شاگرد استاذ سے علم حاصل کرتے ہیں۔ اماموں کو سورج سے تعبیر نہیں کیا کیونکہ سورج روشنی کا مرکز اور منبع ہے اور علم کا مرکز و منبع اللہ تعالےٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا ہے۔

(۲۳) وَسَوْفَ تَرَاهُمْ وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِدٍ
مَعِ اثْنَیْنِ مِنْ اَصْحَابِهٖ مُتَمَثِّلًا

ترجمہ:- اور تو عنقریب ہی ان (ساتوں اماموں) کو دیکھے گا کہ یکے بعد دیگرے اپنے شاگردوں میں سے دو کے ساتھ متعین طور پر (ذکر کیے جائیں گے)

❁

شرح ہر امام کے شاگرد تو بے شمار ہیں لیکن ہر ایک کے دو مشہور ایسے شاگردوں کو ذکر کیا جائے گا جن کے ذریعہ امام کی قراءت دنیا میں زیادہ پھیلی، انھیں کو راوی کہا جاتا ہے، ان میں بعض تو وہ ہیں جنھوں نے براہ راست امام سے حاصل کیا، جیسے کہ نافع مدنی، عاصم کوفی، اور کسائی کوفی کے شاگرد، اور بعض وہ ہیں کہ امام اور راویوں کے درمیان ایک واسطہ ہے جیسا کہ ابو عمرو بصری اور حمزہ کے رواۃ۔

چنانچہ ابو عمرو اور ان کے راویوں کے درمیان یحییٰ یزیدی کا واسطہ ہے اور امام حمزہ اور ان کے راویوں کے درمیان سُلیم کا واسطہ ہے تیسرے وہ کہ امام اور راویوں کے درمیان کئی واسطے ہیں جیسا کہ ابن کثیر اور ابن عامر کے رواۃ۔

چنانچہ ابن کثیر کے پہلے راوی بزی کی سند اس طرح ہے۔ بزی عن عکرمہ عن اسمٰعیل بن عبداللہ قسط و شبل بن عباد وہما عن ابن کثیر۔

اور ان کے دوسرے راوی قنبل کی سند یوں ہے۔ قنبل عن قواس عن ابی الاخریط عن اسمٰعیل و شبل وہما عن ابن کثیر۔ تو بزی سے ابن کثیر تک دو، اور قنبل سے ابن کثیر تک تین واسطے ہوئے۔ اور ابن عامر کے راویِ اول ہشام کی سند اس طرح ہے۔

ہشام عن ابی العباس صدقہ بن خالد، و ابو محمد سوید بن عبدالعزیز و عراک بن خالد و ابو سلیمان، ایوب بن تمیم وہم الاربع عن یحییٰ بن حارث وہو عن ابن عامر۔

اور ان کے دوسرے راوی ابن ذکوان کی سند اس طرح ہے۔

ابن ذکوان عن ابی سلیمان ایوب بن تمیم وہو عن یحییٰ ذماری و یحییٰ عن ابن عامر۔

☆

تَخَيَّرَهُمْ نُقَّادُهُمْ كُلَّ بَارِعٍ
(۲۴) وَلَيْسَ عَلَىٰ قُرْاٰنِهٖ مُتَأَكِّلَا

ترجمہ:۔ پسند کرلیا ہے ان (بدر و شہب) کو ان کے پرکھنے والوں نے کہ ہر ایک ماہر ہے، اور وہ اپنے قرآن پر کھانے والا نہیں ہے (قرآن کو ذریعہ معاش بنانے والا نہیں ہے)۔

شرح اُس وقت کے ماہرین اور نامور علماء، محدثین و مفسرین اور کھرے کھوٹے کو پہچاننے والے حضرات نے خوب جانچ پرکھ کر ان حضرات کو امام اور راوی تسلیم کیا تھا کیوں کہ ان حضرات میں وہ تمام اوصاف پائے جاتے تھے جو کسی فن کے امام اور راوی کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔ مثلاً اس فن میں یکتائے روزگار اور معاصرین چوٹی کے علماء میں سب پر فائق، نیز فن کی خدمت، تحقیق، تدریس اور اس کی اشاعت میں اپنی مثال آپ، اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ ساری خدمت صرف باری تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے، نہ کہ پیسہ کمانے کے لیے۔

اسی وجہ سے اس وقت کے معتبر علماء اور مشائخ کبار نے متفقہ طور پر ان کو ائمہ قراءت تسلیم کیا اور ان کی قراءات کو کسی ریب و شک کے بغیر قبول کیا، کیوں کہ ان حضرات کی نقل کردہ وجوہ ـــــ وہی تھیں، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول چلی آرہی تھیں ان حضرات کی طرف قراءات کی نسبت صرف اس لیے کی جاتی ہے کہ ان میں سے جس نے جس قراءت کو اختیار کیا اس کے لیے اپنی زندگی اور اپنی تمام تر صلاحیتوں کو وقف کر دیا تھا۔ یہ بات نہیں کہ قراءات کو جاننے والے صرف یہی حضرات تھے دوسرے علماء واقف نہ تھے۔

فَأَمَّا الْكَرِيمُ السِّرِّ فِي الطِّيبِ نَافِعٌ
(۲۵) فَذَاكَ الَّذِي اخْتَارَ الْمَدِينَةَ مَنْزِلَا

ترجمہ:۔ پس بہرحال شریف باطن خوشبو کے بارے میں نافع ہیں، پس یہ وہ ہیں جنھوں نے مدینہ منورہ کو رہنے کی جگہ کے طور پر اختیار کیا۔

شرح ائمہ سبعہ اور ان کے رواۃ جن کے یکے بعد دیگرے ذکر کرنے کا اوپر وعدہ فرمایا تھا' ان کا تذکرہ شروع کرتے ہیں۔ سب سے پہلے امام نافع مدنیؒ جنھوں نے تقریبًا ننانوے سال عمر پاکر ۱۶۷ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے، کا تذکرہ ہے اور ان کے ایک خاص وصف وکرامت کو بھی بیان فرمایا کہ جب وہ تلاوت فرماتے یا گفتگو فرماتے تو منہ سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ مصاحبین نے دریافت کیا کہ آپ جب تلاوت کرنے بیٹھتے ہیں تو کیا خوشبو لگاکر بیٹھتے ہیں؟

جواب میں فرمایا کہ نہیں بلکہ میں نے ایک مرتبہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اس طرح دیکھا کہ آپ میرے منہ میں (منہ سے منہ ملاکر) تلاوت فرمارہے ہیں' اس وقت سے میرے منہ سے خوشبو آتی ہے۔ حضرت امام نافع کے والد صاحب کا نام عبدالرحمٰن ہے اور یہ آزاد کردہ غلام ہیں، قرارت کے ماہر عالم اور عربیت کے بھی بڑے عالم تھے' احادیث کے زبردست عالم ہونے کے ساتھ ان پر مضبوطی سے عامل تھے۔ مدینہ منورہ کے امام تھے۔ حضراتِ صحابہ میں سے حضرت طفیلؓ اور حضرت ابن انیسؓ کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں اس لیے تابعی ہیں ستر تابعین سے قرآن کریم پڑھا ہے۔

وَقَالُونُ عِيسٰى ثُمَّ عُثْمَانُ وَرْشُهُمْ
بِصُحْبَتِهِ الْمَجْدَ الرَّفِيعَ تَأَثَّلَا (۲۶)

ترجمہ:۔ اور قالون (جن کا نام) عیسیٰ ہے پھر عثمان ان میں کے ورش جو ہیں، ان دونوں نے ان (امام نافع) کی صحبت کے ذریعہ بلند مقام حاصل کیا ہے۔

شرح حضرت امام نافع کے دونوں راویوں کو بیان فرماتے ہیں۔ پہلے راوی عیسیٰ بن مینا ہیں جن کا لقب قالون ہے۔ قالون رومی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی عمدہ چیز کے ہیں۔ یہ چونکہ بہت عمدہ قراءت کرتے تھے، اس لیے ان کا لقب قالُون ہو گیا تھا۔

قوّتِ سامعہ سے محروم تھے لیکن یہ کرامت تھی کہ قرآن کریم سننے میں ذرا بھی رکاوٹ نہیں ہوتی تھی۔ سو سال کی عمر پائی اور مدینہ منورہ میں ۲۲۵ھ میں وفات پائی۔

دوسرے راوی حضرت ورش ہیں جن کا اسم گرامی عثمان، اور لقب ورش ہے اور ورش کے معنی گورا، امام نافع نے ان کو یہ لقب دیا تھا، اس لیے کہ ان کا رنگ بہت صاف اور گورا تھا۔ آپ مصر کے رہنے والے ہیں۔ ستاسی سال عمر پاکر مصر ہی میں ۱۹۷ھ میں وفات پائی۔

وَمَكَّةُ عَبْدُ اللهِ فِيهَا مُقَامُهُ
(۲۷) هُوَ ابْنُ كَثِيرٍ كَاثِرُ الْقَوْمِ مُعْتَلَا

ترجمہ:- اور مکہ جو ہے عبد اللہ (ابن کثیر) کی اس میں اقامت کی جگہ ہے، یہ کثیر کے صاحبزادے ہیں، قوم میں غالب اور بلند ہیں۔

شرح دوسرے امام حضرت عبد اللہ بن کثیر مکی ہیں آپ بھی تابعی ہیں۔ ۴۵ھ میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور بعمر پچھتّر سال ۱۲۰ھ میں مکہ ہی میں وفات پائی۔ آپ کو حضرت ابو ایوب انصاری رضؓ اور حضرت انس بن زبیر رضؓ وغیرہ صحابہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہے۔ علامہ شاطبی رحؒ نے ان کو غالب اور بلند غالباً اس لیے فرمایا ہے کہ مکی ہیں اور مکہ مکرمہ اکثر حضرات کے نزدیک تمام مقامات سے افضل ہے اور دوسری فضیلت ان کو یہ بھی حاصل ہے کہ انھوں نے حضرت عبد اللہ بن

سائب مخزومی سے قرآن پڑھا ہے، آپ قرات کے علاوہ حدیث کے بھی امام تھے۔

(۲۸) رَوَى اَحْمَدُ الْبَزِّيُّ لَهٗ وَمُحَمَّدٌ
عَلٰى سَنَدٍ وَّهُوَ الْمُلَقَّبُ قُنْبُلَا

ترجمہ: روایت کیا ہے احمد بزی نے ان سے اور محمدؒ نے سند کے ساتھ اور وہ (محمدؒ) قنبل لقب دیئے گئے ہیں۔

شرح امام ابن کثیر کے دونوں راویوں کو اس شعر میں بیان کیا جا رہا ہے، پہلے راوی ابوالحسن احمد بن محمد بزی ہیں، ان کے پردادا کی کنیت ابو بزہ تھی اس لیے ان کو بزی کہتے ہیں ۱۷۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۴۰ھ یا ۲۵۰ھ میں وفات پائی۔ آپ چالیس سال تک مسجد حرام کے امام و مؤذن رہے، اپنے زمانہ کے مانے ہوئے شیخ القراء تھے۔

دوسرے راوی ابوعمر محمد بن عبدالرحمٰن قنبل ہیں۔ آپ کے قبیلہ کو قنابلہ کہا جاتا تھا اس لیے آپ کا لقب بھی قنبل ذکر فرمایا۔ قنبل کے معنی مضبوط کے آتے ہیں۔ ۱۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور چھیانوے سال کی عمر پاکر ۲۹۱ھ میں وفات پائی۔ شعر میں عَلٰى سَنَدٍ کی قید یہ بتانے کے لیے ہے کہ امام اور راویوں کے درمیان کئی واسطے ہیں اور واسطے شعر ۲۳ کی شرح میں گذر چکے۔

(۲۹) وَاَمَّا الْاِمَامُ الْمَازِنِيُّ صَرِيحُهُمْ
اَبُوْعَمْرِوِ الْبَصْرِيُّ فَوَالِدُهُ الْعَلَا

ترجمہ: اور بہرحال امام مازنی جوان (قراء) میں کے خالص عربی ہیں (یعنی) ابوعمرو بصری ان کے والد کا نام علا ہے۔

شرح تیسرے امام ابوعمرو بن العلا بصری ہیں، ان کے آباء و اجداد سب عرب ہیں اس لیے انکو خالص عرب فرمایا۔ ۶۸ھ یا ۶۹ھ میں مکہ میں پیدا ہوئے پھر

بصرہ میں پرورش پائی، اور چھیاسی سال کی عمر پا کر ۱۵۴ھ یا ۱۵۵ھ میں وفات پائی۔ چھ علوم کے ماہر تھے، قراءت، نحو، لغت، تاریخ، انساب، اشعار۔

(۳۰) اَفَاضَ عَلَى يَحْيَى الْيَزِيْدِيِّ سَيْبَهٗ
فَاَصْبَحَ بِالْعَذْبِ الْفُرَاتِ مُعَلَّلَا

ترجمہ:۔ برسایا ابو عمرو بصری نے یحییٰ یزیدی پر اپنے علم کی بارش کو، تو وہ میٹھے اور پیاس بجھانے والے پانی کے ذریعہ سیراب (یعنی علم سے مالا مال) ہو گئے۔

شرح ابو محمد یحییٰ بن مبارک یزیدی امام اور راویوں کے درمیان واسطہ ہیں یعنی یحییٰ یزیدی نے براہِ راست امام ابو عمرو بصری سے علم حاصل کیا اور ان سے راویوں نے۔

ان کو یزیدی اس لیے کہتے ہیں کہ یزید بن منصور کے ہمنشین اور ان کے بچوں کے استاذ تھے، ان کی عمر چوہتر سال ہوئی اور ۲۰۲ھ میں وفات پائی۔

(۳۱) اَبُوْ عُمَرَ الدُّوْرِيُّ وَصَالِحُهُمْ اَبُوْ
شُعَيْبٍ هُوَ السُّوْسِيُّ عَنْهُ تَقَبَّلَا

ترجمہ:۔ ابو عمر دوری اور ان میں کے صالح ابو شعیب جو سوسی ہیں ان دونوں نے ان (یزیدی) سے قراءت قبول (حاصل) کی ہے۔

شرح امام بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پہلے راوی ابو عمر حفص دوری ازدی ہیں جو نابینا تھے، بغداد کے قریب دور نامی ایک جگہ کو آپ کے وطن ہونے کا فخر حاصل ہے، بعمر چھیانوے سال ۲۴۶ھ میں وفات پائی۔

دوسرے راوی ابو شعیب صالح بن زیاد سوسی ہیں۔ اہواز کے علاقہ میں سوس نامی ایک جگہ آپ کا وطن ہے، تقریباً نوے سال کی عمر پا کر ۲۶۱ھ میں وفات پائی۔

وَاَمَّا دِمَشْقُ الشَّامِ دَارُ ابْنِ عَامِرٍ
(۳۲) فَتِلْكَ بِعَبْدِ اللّٰهِ طَابَتْ مُحَلَّلَا

ترجمہ:۔ اور بہر حال دمشق جو شام کے علاقہ میں ہے گھر (وطن) ہے (عبداللہ) ابن عامر کا، پس وہ عبداللہ کی وجہ سے عمدہ ہوگیا تھا جائے نزول کے اعتبار سے

شرح چوتھے امام حضرت عبداللہ بن عامر شامی ہیں، دمشق کے رہنے والے ہیں جو ملک شام کی راجدھانی ہے۔ آپ کی پیدائش ۸ھ یا ۲۱ھ میں جابیہ نامی ایک بستی میں ہوئی۔ اور ملک شام کے فتح ہونے کے بعد دمشق میں مقیم ہوگئے تھے، آپ تابعی اور قراءت وحدیث کے امام ہیں۔ دمشق کے قاضی اور خطیب تھے۔ بعمر ستانوے یا ایک سو دس سال ۱۱۸ھ میں ۱۰ محرم کو وفات پائی۔ ان کی وجہ سے چونکہ دور، دور سے طلبہ وعلماء، دمشق میں استفادہ کے لیے تشریف لاتے تھے، اس لیے دمشق پُر رونق شہر ہوگیا تھا اور طلبہ کی چونکہ یہاں آکر علم کی پیاس بجھتی تھی اور علم سے مالا مال ہوکر واپس جاتے تھے، اس لیے دمشق کا سفر اور وہاں کا قیام ان کے لیے عمدہ ہوگیا تھا۔

هِشَامٌ وَّعَبْدُ اللّٰهِ وَهُوَ انْتِسَابُهُ
(۳۳) لِذَكْوَانَ بِالْاَسْنَادِ عَنْهُ تَنَقَّلَا

ترجمہ:۔ ہشام اور عبداللہ، اور عبداللہ کی نسبت ذکوان کی طرف ہے (یعنی یہ ابن ذکوان ہیں) ان دونوں نے سند کے ساتھ ان (ابن عامر) سے (قراءت) نقل کی ہے۔

شرح ہشام اور عبداللہ بن ذکوان دونوں امام عبداللہ بن عامر کے راوی ہیں ہشام بن عمار سلمی کی ولادت ۱۵۳ھ میں اور وفات ۲۴۵ھ یا ۲۴۶ھ میں ہے، یعنی بانوے یا ترانوے سال عمر پائی۔ اور عبداللہ جو ہیں ان کے والد کا نام

احمد ہے، ان کے پر دادا کا نام ذکوان تھا، انھیں کی طرف منسوب ہوکر ابن ذکوان سے مشہور ہیں۔ ۱۰ محرم ۱۷۳ھ میں پیدائش اور ۲۴۲ھ میں وفات ہے، انہتر سال عمر پائی۔ امام اور راویوں کے درمیان یہاں بھی واسطے ہیں جس کی طرف شعر میں بالاسناد سے اشارہ کیا ہے اور سند شعر ۲۳ کی شرح میں گذر چکی۔

(۳۴) وَبِالْكُوفَةِ الْغَرَّاءِ مِنْهُمْ ثَلَاثَةٌ
أَذَاعُوا فَقَدْ ضَاعَتْ شَذًا وَّ قَرَنْفُلَا

ترجمہ:۔ اور روشن کوفہ میں ان (ائمہ سبعہ) میں سے تین ہیں، انھوں نے (وہاں) علم کی نشر و اشاعت کی تو وہ (کوفہ) عود اور لونگ کی خوشبو کے اعتبار سے مہک گیا۔

شرح فرماتے ہیں کہ ائمہ سبعہ میں سے تین امام کوفہ کے رہنے والے ہیں، ان حضرات نے کوفہ میں علم کی اتنی اشاعت کی کہ وہاں علم کی خوشبوئیں پھیل گئیں اور جہالت کی بدبو ختم ہوگئی (علماء کی کثرت کی ہی وجہ سے کوفہ کی صفت الغراء لائے ہیں)۔

(۳۵) فَأَمَّا أَبُو بَكْرٍ وَّ عَاصِمٌ اسْمُهُ
فَشُعْبَةُ رَاوِيهِ الْمُبَرِّزُ أَفْضَلَا

ترجمہ:۔ پس بہر حال ابو بکر اور ان کا نام عاصم ہے، شعبہ ان کے راوی ہیں ـــ جو سبقت لے جانے والے ہیں فضل ہونے کے اعتبار سے۔

شرح کوفہ کے تین اماموں میں سے پہلے اور ائمہ سبعہ میں سے پانچویں امام حضرت امام عاصمؒ ابن ابی النجودؒ (ابن بہدلہ) ہیں، کنیت آپ کی ابو بکر ہے۔ آپ بنی خزیمہ کے آزاد کردہ غلام ـــ اور قرآن، حدیث، نحو، لغت اور فقہ کے امام تھے، اعلیٰ درجہ کے فصیح و بلیغ، تقویٰ و پرہیزگاری اور حسن تلاوت

میں اپنے زمانہ میں اپنی مثال آپ تھے۔ تابعی ہیں۔ حضرت حارث بن حسان کی صحبت پائی ہے۔ کوفہ کی مسندِ تدریس پر پچاس سال تک رونق افروز رہے۔ ۱۲۷ھ یا ۱۲۸ھ میں وفات پائی۔

وَذَاكَ ابْنُ عَيَّاشٍ اَبُوْبَكْرِنِ الرِّضٰى
(۳۶) وَحَفْصٌ وَّبِالْاِتْقَانِ كَانَ مُفَضَّلَا

ترجمہ:۔ اور یہ ابن عیاش ابوبکر پسندیدہ ہیں اور حفص جو ہیں ان کو اتقان میں فضیلت دی گئی تھی۔

شرح اس شعر میں حضرت امام عاصم رحمۃ اللہ علیہ کے دونوں راویوں کو بیان کیا جا رہا ہے، پہلے راوی ابوبکر شعبہ ابن عیاش ہیں۔ ۹۴ھ یا ۹۵ھ میں پیدائش ہے اور اٹھانوے یا ننانوے سال عمر پا کر ۱۹۳ھ میں وفات پائی، اعلیٰ درجہ کے عابد و زاہد اور اپنے وقت کے امام تھے، انتقال کے وقت ہمشیرہ رونے لگیں تو فرمایا کیوں روتی ہو۔ دیکھو گھر کا یہ گوشہ جو ہے، اس میں میں نے اٹھارہ ہزار قرآن مجید ختم کیے ہیں اور اپنے صاحبزادہ کو وصیت فرمائی کہ بیٹا اس گوشہ میں اللہ کی نافرمانی مت کرنا۔ علم حدیث میں حضرت حفص رح سے بڑھے ہوئے تھے۔

دوسرے راوی ابو عمر حفص بن سلیمان اسدی ہیں۔ سن پیدائش ۹۰ھ اور نوے سال کی عمر پا کر ۱۸۰ھ میں کوفہ میں وفات پائی۔ حضرت حفص رح حضرت امام عاصم رح کے شاگرد خصوصی ہونے کے علاوہ ان کے لے پالک بیٹے بھی تھے۔ محققین علماء نے ان کو ابوبکر شعبہ پر حفظ و اتقان اور ثقہ ہونے میں ترجیح دی ہے، آپ کی روایت کو اللہ تعالےٰ نے جو قبولِ عام عطا فرمایا کہ تقریباً پوری دنیا میں آپکی روایت کے مطابق قرآن مجید پڑھا جاتا ہے، اس کے متعلق یہی کہا جا سکتا ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

وَحَمْزَةُ مَا اَزْكَاهُ مِنْ مُتَوَرِّعٍ
(۳۷) اِمَامًا صَبُوْرًا لِّلْقُرْاٰنِ مُرَتِّلًا

ترجمہ:۔ اور امام حمزہ کس قدر پاکیزہ ہیں، پرہیزگار امام، اعلیٰ درجہ کا صابر، اور قرآنِ کریم کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے والا ہونے کے اعتبار سے۔

شرح ائمہ سبعہ میں چھٹے اور کوفی اماموں میں سے دوسرے امام حضرت امام حمزہ ابوعمارہ ابن حبیب ہیں، تبع تابعین میں سے ہیں۔ اعلیٰ درجہ کے پرہیزگار۔ نمازیں بکثرت پڑھتے، رات کا اکثر حصہ بیدار رہ کر گزارتے۔ پڑھانے پر تنخواہ نہیں لیتے تھے اور ہر مہینہ کم ازکم ۲۵ قرآن ترتیل کے ساتھ ختم کرتے۔ ترتیل کے معنی ہیں تجوید کے قواعد کی پوری رعایت کے ساتھ خوب ٹھہر ٹھہر کر مدات کی پوری کشش کے ساتھ پڑھنا۔ امام حمزہ ۸۰ھ میں اس دنیا میں تشریف لائے اور چھیتر سال کی عمر مستعار پوری فرما کر ۱۵۶ھ میں واصل بحق ہوگئے۔

رَوٰی خَلَفٌ عَنْهُ وَخَلَّادٌ نِ الَّذِیْ
(۳۸) رَوَاهُ سُلَیْمٌ مُّتْقِنًا وَّ مُحَصِّلًا

ترجمہ:۔ روایت کیا ہے خلف نے ان (حمزہ) سے اور خلاد نے اس (خلاف) کو جس کو روایت کیا ہے، ان سے سُلیم نے اس حال میں کہ وہ محفوظ اور جمع کیا ہوا ہے۔

شرح امام حمزہ رح کے راوی اول ابو محمد خلف بن ہشام بزار ہیں، انھوں نے جمادی الثانی ۲۲۸ھ یا ۲۲۹ھ میں وفات پائی۔ دوسرے راوی ابوعیسیٰ خلاد بن خالد ہیں۔ انھوں نے ۲۲۰ھ میں وفات پائی۔

امام اور راویوں کے درمیان سُلیم کا واسطہ ہے جیسا کہ شعر ۲۳ کی شرح میں گذرا۔ یہ سلیم بن عیسیٰ حنفی ہیں، ان کی کنیت ابوعیسیٰ ہے۔ ان کے سنِ وفات میں کئی

قول ہیں ۱۸۸ھ ۱۸۹ھ ۲۰۰ھ اور عمر میں بھی کم از کم دو قول ہیں ۔ ستر سال ۔
بیاسی سال ۔

وَاَمَّا عَلِیٌّ فَالْکِسَائِیُّ نَعْتُهٗ
(۳۹) لِمَا کَانَ فِی الْاِحْرَامِ فِیْهِ تَسَرْبَلَا

ترجمہ :۔ اور بہر حال علی، پس کسائی ان کا لقب ہے کیوں کہ احرام میں انھوں نے کمبل پہنا تھا ۔

شرح ساتویں اور آخری امام حضرت امام علی کسائی ہیں ۔ ستر سال کی عمر پا کر ۱۸۹ھ میں رنبویہ نامی ایک قصبہ میں وفات پائی ۔ ان کے والد صاحب کا نام حمزہ بن قیس ہے، امام صاحب نے ایک بار کمبل کا احرام باندھا تھا اور کمبل والے کو کسائی کہتے ہیں، اس لیے ان کا لقب کسائی پڑ گیا ۔ دوسرا قول یہ بھی ہے کہ یہ اپنے استاذ (امام حمزہ مذکور) کی مجلس میں کمبل اوڑھ کر بیٹھتے تھے اس وقت استاذ صاحب نے ان کو کسائی کہہ کر پکارا، یا یہ فرمایا کہ اس کمبل والے کو میرے پاس لاؤ، تو لوگ ان کو کسائی کہنے لگے اور پھر اسی سے مشہور ہو گئے ۔ آپ قرأت کے ساتھ نحو اور لغت کے بھی امام ہیں، اور حضرت امام محمد بن حسن شیبانی کے خالہ زاد بھائی اور امام ابو حنیفہ کے بھی شاگرد ہیں ۔

ہارون رشید اور ان کے بیٹے کے استاذ ہیں ۔

رَوٰی لَیْثُهُمْ عَنْهُ اَبُوالْحَارِثِ الرِّضٰی
(۴۰) وَحَفْصٌ هُوَ الدُّوْرِیُّ وَفِی الذِّکْرِ قَدْ خَلَا

ترجمہ :۔ روایت کیا ہے ان سے ان (قراء) میں کے لیث نے (جن کی کنیت) ابو الحارث ہے اور پسندیدہ ہیں ۔ اور حفص نے جو دوری ہیں اور یہ (ابو عمرو) کے ذکر میں پہلے آچکے ہیں ۔

شرح امام کسائیؒ کے پہلے راوی لیث بن خالد مروزی ہیں، جن کی کنیت ابوالحارث ہے۔ نہایت ثقہ، محقق اور علم قرأت کے اعلیٰ درجہ کے ماہر اور امام کسائیؒ کے بڑے بزرگ شاگرد ہیں۔ ۲۴۰ھ میں بغداد میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

دوسرے راوی حفص ہیں جو دوری سے مشہور ہیں اور یہ تیسرے امام حضرت ابوعمرو بصری کے بھی راوی ہیں اور کسائیؒ کے بھی۔ ان کا ذکر امام ثالث کے ذیل میں آچکا ہے۔

اَبُوعَمْرِ هِمْ وَ الْيَحْصَبِيُّ بْنُ عَامِرٍ
(۴۱) صَرِيحٌ وَّبَاقِيهِمْ اَحَاطَ بِهِ الْوَلَا

ترجمہ:۔ ان (ائمہ سبعہ) میں سے ابوعمرو بصری اور یحصبی ابن عامر (شامی) خالص (عرب) ہیں اور ان کے باقی (پانچ امام) جو ہیں ان کو عجمیت نے گھیر لیا ہے۔

شرح حضرت ابوعمرو بصری اور حضرت عبداللہ بن عامر شامی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ دونوں خالص عربی النسل ہیں اور باقی پانچ عربی النسل نہیں ہیں۔ بلکہ عجمی النسل ہیں۔ لیکن علامہ نے یہ جمہور کے قول کو اختیار کرتے ہوئے فرمایا ہے ورنہ بعض کے قول پر ابن عامر بھی خالص عربی نہیں ہیں۔ اور بعض حضرات ابن کثیر اور حمزہ کو بھی خالص عربی کہتے ہیں۔ حضرت ابن عامر کو یحصبی بھی کہتے ہیں کیوں کہ یہ قبیلہ یحصب سے تعلق رکھتے ہیں۔

لَهُمْ طُرُقٌ يُّهْدٰى بِهَا كُلُّ طَارِقٍ
(۴۲) وَلَا طَارِقٌ يُّخْشٰى بِهَا مُتَمَحِّلَا

ترجمہ:۔ ان کے لیے کچھ طرق ہیں جن کی طرف ہر عالم ہدایت کرتا ہے (طلبہ کو وہ طرق بتادیتا ہے) اور کوئی عالم ایسا نہیں ہے جس سے مدلس ہونے کا اندیشہ کیا جائے۔

شرح جس اختلاف کی نسبت امام کی جانب ہو اس کو اصطلاح میں قراءت کہتے ہیں اور جس کی نسبت راوی کی طرف ہو، اس کو روایت کہتے ہیں، اور جس کی نسبت راوی کے ایسے شاگرد کی جانب ہو جس کے ذریعہ وہ روایت زیادہ شائع ہوئی (خواہ وہ شاگرد بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ) اس کو طریق کہتے ہیں

یا تو شعر میں طُرق سے یہی طریق مراد ہیں جیسا کہ عام شراح کا رجحان ہے۔ یا بعض حضرات کی رائے کے مطابق قرآنِ کریم کے الفاظ میں قراء و رُوات ــــ کے مذاہب اور اختلافات مراد ہیں۔

علامہ شاطبی رح نے تیسیر پر اعتماد کرتے ہوئے ان طُرق کو بیان نہیں فرمایا۔ طرق کی تفصیل اس طرح ہے:

قالون، کا طریق ابو نشیط۔ ورش کا ابو یعقوب۔ بزی کا ابو ربیعہ۔ قنبل کا ابو بکر بن مجاہد۔ دوری کا ابو الزعراء۔ سوسی کا ابو عمران۔ ہشام کا ابو الحسن احمد بن یزید۔ ابن ذکوان کا ابو عبد اللہ ہارون۔ ابو بکر شعبہ کا ابو زکریا یحییٰ بن آدم حفص کیلئے ابو محمد بن صباح۔ خلف کے لیے ابو الحسن احمد بن عثمان۔ خلاد کے لیے ابو بکر محمد بن شاذان۔ ابو الحارث کے لیے ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ بغدادی اور دوری کے لیے ابو الفضل جعفر بن محمد ہیں۔

دوسرے مصرعہ میں فرماتے ہیں کہ ان علماء میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو مدلّس یا دھوکہ دینے والا ہو۔

مُدَلِّس اس شخص کو کہتے ہیں جو استاذ کے استاذ کو اپنا استاذ بتاتا ہو تاکہ سند اونچی ہو جائے، یا غیر معتبر ہونے کی بنا پر اپنی سند کو بیان ہی نہ کرتا ہو۔ ایسے شخص کی روایت معتبر نہیں ہوا کرتی۔

ۺ

وَهُنَّ اللَّوَاتِيْ لِلْمُوَاتِيْ نَصَبْتُهَا
(۴۳) مَنَاصِبَ فَانْصَبْ فِيْ نِصَابِكَ مُفْضِلَا

ترجمہ:۔ اور یہ طرق وہی ہیں جن کو موافقت کرنے والے کے لیے میں نے علامتیں بنا دیا ہے، تم کوشش کرو اپنا نصاب (علم) حاصل کرنے میں تاکہ افضل کام کرنے والے بنجاؤ۔

شرح فرماتے ہیں کہ جو روایات اور وجوہ میں نے بیان کی ہیں ان کے صحیح اور غیر صحیح ہونے کا معیار اور کسوٹی میں نے انھیں طرق کو قرار دیا ہے یعنی جو روایت اور وجہ ان طرق سے ہو کر آئے گی وہ پورے طور پر قابلِ اعتبار و اعتماد اور ہر طرح قابلِ بھروسہ ہوگی۔ اور جو ان کے علاوہ دوسرے طرق سے ہوگی وہ صحیح نہیں ہوگی۔ دوسری بات یہ فرمائی کہ میری عبارت سے یہ مطلب، اور جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں اس کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ میری اصطلاحات میں میری موافقت کی جائے یعنی وہی معنی مراد لیے جائیں جو میری مراد ہے۔

وَهَا أَنَا ذَا أَسْعٰى لَعَلَّ حُرُوْفَهُمْ
(۴۴) يَطُوْعُ بِهَا نَظْمُ الْقَوَافِيْ مُسَهَّلَا

ترجمہ:۔ اور خبردار میں کوشش کر رہا ہوں، امید ہے کہ ان کی قرائتیں (جو ہیں) ان کو قافیوں کی نظم سمالے گی جو آسان کی ہوئی ہے۔

شرح فرماتے ہیں کہ میری کوشش ہوگی کہ اس نظم میں ساتوں اماموں کی قراءات آجائیں اور چونکہ بنسبت نثر کے نظم کا یاد کرنا آسان ہے اس لیے مُسَهَّلَا فرمایا۔

جَعَلْتُ أَبَا جَادٍ عَلٰى كُلِّ قَارِئٍ
(۴۵) دَلِيْلًا عَلَى الْمَنْظُوْمِ أَوَّلَ أَوَّلَا

ترجمہ:۔ میں نے حروفِ ابجد کو ہر قاری پر دلالت کرنے والا بنا دیا ہے۔ نظم کی ترتیب پر در انحالیکہ پہلا حرف پہلے (قاری) کے لیے ہے۔

شرح علامہ شاطبی رح نے اپنی اس نظم اور کتاب کو مختصر رکھنے کے لیے ائمہ اور رواۃ کے ناموں کے بجائے کچھ حروف وکلمات اصطلاح کے طور پر استعمال فرمائے ہیں، ان کو رموز کہتے ہیں۔ اور ــــ ان کی تین قسمیں ہیں۔

۱:۔ وہ جس میں ایک حرف سے ایک ہی شخص مراد ہو، اس کو رمز حرفی صغیر مفرد کہتے ہیں۔ یہ اکیس حرف ہیں جن سے تین تین حرفوں کے سات مندرجہ ذیل کلمات بنا دیئے گئے ہیں۔ ابج، دھز، حطی، کلم نصع، فضق، رست۔

ان میں سے ہر کلمہ کا پہلا حرف امام کے لیے، دوسرا حرف اس کے پہلے راوی کے لیے، اور تیسرا حرف اس کے دوسرے راوی کے لیے ہے۔ تفصیل اس طرح ہے:

ابج	ا	نافع کے لیے	ب	قالون کے لیے	ج	ورش کے لیے
دھز	د	ابن کثیر مکی کے لیے	ھ	بزی کے لیے	ز	قنبل کے لیے
حطی	ح	ابو عمرو بصری کیلئے	ط	دوری کے لیے	ی	سوسی کے لیے
کلم	ك	ابن عامر شامی کیلئے	ل	ہشام کے لیے	م	ابن ذکوان کیلئے
نصع	ن	عاصم کے لیے	ص	شعبہ کے لیے	ع	حفص کے لیے
فضق	ف	حمزہ کے لیے	ض	خلف کے لیے	ق	خلاد کے لیے
رست	ر	کسائی کے لیے	س	ابو الحارث کے لیے	ت	دوری کے لیے

۲:۔ دوسری قسم، رمز حرفی صغیر مرکب ہے جس میں ایک ایک حرف سے کئی کئی امام ...... مراد ہوتے ہیں، یہ صرف چھ حروف ہیں جن کا مجموعہ

تخن، ظغش ہے۔

۳:۔ تیسری قسم، رمز کلمی کبیر ہے۔ یہ آٹھ کلمات ہیں اور یہ بعد کی دونوں قسمیں آئندہ اشعار میں آرہی ہیں۔

وَمِنْ بَعْدِ ذِكْرِي الْحَرْفَ أُسْمِي رِجَالَهُ
(۴۶) مَتَى تَنْقَضِي اٰتِيكَ بِالْوَاوِ فَيْصَلاَ

ترجمہ:۔ اور کلمۂ قرآنی (جس کلمہ کی قراءت بیان کرنا مقصود ہے) کے ذکر کرنے کے بعد میں اس کے رجال (قراء و رواۃ) کو بیان کروں گا (صراحۃ نام یا رمز کے ذریعہ) جب مسئلہ ختم ہو جائے گا تو میں تیرے پاس واؤ لاؤں گا جو دو مسئلوں میں جدائی کرنے کے لیے ہوگا۔

شرح آئندہ دیباچہ ختم ہونے کے بعد جب کتاب کا اصل مقصود شروع ہوگا وہاں بیان کی ترتیب کیا ہوگی، اس کو بیان فرماتے ہیں کہ پہلے میں وہ کلمۂ قرآنی ذکر کروں گا، جس میں قراء و رواۃ کے اختلافات بتانا مقصود ہیں۔ اس کے بعد اس کا طریقِ ادا (متحرک، ساکن، مشدد، ممال وغیرہ) کو بیان کروں گا۔ اور اس کے بعد اس میں اختلاف کرنے والے قراء و رواۃ کو ذکر وں گا ــــ اور جب اس کلمۂ قرآنی کے متعلق بات پوری ہو جائے گی تو واؤ لایا جائے گا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ پہلا مسئلہ ختم ہو گیا، اب دوسرا مسئلہ شروع ہو رہا ہے۔

سِوَى أَحْرُفٍ لَّا رِيبَةٌ فِي اتِّصَالِهَا
(۴۷) وَبِاللَّفْظِ أَسْتَغْنِي عَنِ الْقَيْدِ إِنْ جَلاَ

ترجمہ:۔ (واؤ فاصل ہر جگہ لاؤں گا) سوائے ان کلمات کے جن کے مل جانے کی صورت میں شک پیدا نہیں ہوتا، اور تلفظ کے ذریعہ میں قید لگانے

سے مستغنی ہو جاؤں گا، اگر وہ قید تلفظ ہی کے ذریعہ ظاہر ہو جائے (سمجھ میں آجائے)۔

شرح اوپر کے شعر میں فرمایا تھا کہ میں دو مسئلوں میں جدائی کرنے کے لیے واؤ لاؤں گا۔ یہاں یہ فرماتے ہیں کہ واؤ فاصل صرف اسی جگہ لایا جائے گا جہاں حرف رمز کا دوسرے کلمہ سے مل جانے سے شبہ پیدا ہوگا، اور جہاں شبہ نہیں پیدا ہوگا بلکہ دو مسئلے خود ہی جدا جدا سمجھ میں آرہے ہوں گے وہاں واؤ نہیں لایا جائے گا۔

دوسری بات اس شعر میں یہ فرمائی کہ اگر کسی کلمہ کی قراءت تلفظ ہی سے سمجھ میں آرہی ہو تو میں اس میں ساکن، متحرک اور مشدد وغیرہ کی قید نہیں لگاؤں گا، اس قسم کی قید اور صراحت وہیں آئے گی، جہاں قراءت تلفظ سے سمجھ میں نہ آتی ہو۔ تلفظ سے سمجھ میں آنے کا مطلب یہ کہ شعر کا وزن ہی قراءت کو ظاہر کردے یعنی دوسری طرح پڑھنے سے شعر کا وزن بگڑ جاتا ہو، جیسے سورۃ ام القرآن میں ؎ وَمٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ رَاوِیْهِ نَاصِرٌ۔

کہ اس میں مٰلِكِ کو اگر الف سے پڑھیں تو وزن درست رہتا ہے اور بغیر الف کے مَلِكِ پڑھیں تو وزن ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی لیے اس میں یہ قید نہیں لگائی کہ اس کو ر اور ن رمز والے اماموں کے لیے بالالف پڑھا جائے۔

وَرُبَّ مَكَانٍ كُرِّرَ الْحَرْفُ قَبْلَهَا
(۴۸)
لِمَا عَارِضٍ وَّ الْاَمْرُ لَیْسَ مُهَوِّلَا

ترجمہ:۔ کہیں کہیں کسی عارض کی وجہ سے واؤ فاصل سے پہلے حرف رمز مکرر لایا جائے گا، اور یہ معاملہ پریشانی میں ڈالنے والا نہیں ہے۔

☆

شرح بسا اوقات کسی مجبوری اور عارض کی بنا، پر مثلاً شعر کا وزن پورا کرنے کیلئے حرف رمز مکرر بھی لایا جائے گا لیکن اس سے شعر کا مطلب سمجھنے میں کسی قسم کی الجھن اور پریشانی پیش نہیں آئے گی کیوں کہ جب یہ معلوم ہے کہ ایک حرفِ رمز زائد ہے تو پریشان ہونے کے کوئی معنی نہیں۔

(۴۹)
وَمِنْهُنَّ لِلْكُوفِيِّ ثَاءٌ مُثَلَّثٌ
وَسِتَّتُهُمْ بِالْ (خَاءِ) لَيْسَ بِأَغْفَلَا

ترجمہ:۔ اور ان میں سے کوفیوں کے لیے تین نقطوں والی ثا، ہے اور ان میں کے چھ ایسی خا، کے ساتھ ہیں جو بے نقطہ نہیں ہے۔

(۵۰)
عَنَيْتُ الْأُولَى أَثْبَتُّهُمْ بَعْدَ نَافِعٍ
وَكُوفٍ وَّشَامٍ (ذَالُ) هُمْ لَيْسَ مُغْفَلَا

ترجمہ:۔ (ان چھ سے میں نے ان (ائمہ) کو مراد لیا ہے جن کو نافع کے بعد بیان کیا ہے اور (تینوں) کوفیین اور ابن عامر شامی جو ہیں، ان کی (رمز) ذال ہے جو بے نقطہ نہیں ہے۔

شرح یہاں سے رمز صغیر حرفی مرکب کا بیان شروع ہوتا ہے، یہ چھ حروف ہیں۔ جن کا مجموعہ ثخذ ظغش ہے۔ سب سے پہلے ث کے بارے میں فرمایا کہ اس سے کوفہ کے تینوں امام یعنی عاصم، حمزہ اور کسائی مراد ہوں گے۔ یہ حرف ان کے لیے رمز ہے یعنی جب ان تینوں کی کوئی قرات بیان کرنا مقصود ہوگا، تو ان کی طرف اشارہ کرنے کے لیے حرف ث استعمال ہوگی۔ اس کے بعد امام نافع کے علاوہ جو چھ امام ہیں ان کے لیے خ رمز ہے اور اگر تینوں کوفیوں کے ساتھ ابن عامر شریک ہوں تو ان پر دلالت کرنے کے لیے ذالِ معجمہ استعمال ہوگی۔

وَكُوفٍ مَعَ الْمَكِّيِّ بِالظَّاءِ مُعْجَمًا
(۵۱) وَكُوفٍ وَّبَصْرٍ غَيْنُهُمْ لَيْسَ مُهْمَلَا

ترجمہ:۔ (وہی تینوں) کوفی (اگر ابن کثیر) مکی کے ساتھ ہوں تو نقطہ والی ظاء کے ساتھ ہیں اور (وہی تینوں) کوفی اور بصری (اگر جمع ہوں) تو ان کے لیے غین ہے جو بے نقطہ نہیں ہے۔

شرح مطلب ظاہر ہے کہ حضرات کوفیین یعنی عاصم، حمزہ، کسائی، اگر عبداللہ ابن کثیرؒ مکی کے ساتھ کسی قرأت میں شریک ہوں گے تو ان چاروں حضرات پر دلالت کرنے کے لیے ظاء معجمہ استعمال ہوگی۔ اور یہی تینوں کوفی اگر امام ابوعمرو بصری کے ساتھ شامل ہوں تو نقطہ والا غین استعمال ہوگا۔

وَذُو النُّقَطِ شِيْنٌ لِّلْكِسَائِيْ وَحَمْزَةٍ
(۵۲) وَقُلْ فِيْهِمَا مَعْ شُعْبَةٍ صُحْبَةٌ تَلَا

ترجمہ:۔ اور نقط والا شین حمزہ اور کسائی کے لیے ہے اور کہد وان دونوں (حمزہ وکسائی) کے بارے میں درانحالیکہ یہ (ابوبکر) شعبہ کے ساتھ ہوں۔ صحبۃ رمز ہے (یہ کلمی رمز ہے جو حرفی رموز کے بعد آئی ہے۔

شرح شینِ معجمہ صرف حمزہ اور کسائی کی رمز ہے اور یہاں رموز حرفی صغیر مرکب پوری ہوگئیں۔ اب رموزِ کبیر کلمی شروع ہوتی ہیں جو آٹھ کلمے ہیں ان میں سے یہاں سب سے پہلے رمز صحبۃ کو ذکر فرمایا۔ یہ دو امام اور ایک راوی یعنی حمزہ کسائی اور شعبہ کے لیے ہے۔

صِحَابٌ هُمَا مَعْ حَفْصِهِمْ عَمَّ نَافِعٌ
(۵۳) وَشَامٍ سَمَا فِيْ نَافِعٍ وَّفَتَى الْعَلَا

ترجمہ:۔ لفظ صحاب ان دونوں (حمزہ اور کسائی) کیلئے رمز ہے، درانحالیکہ وہ

ان (قراء) میں کے حفص کے ساتھ ہوں، اور لفظ عَمَّ نافع مدنی اور ابن عامر شامی کی رمز ہے اور لفظ سَمَا نافع مدنی اور علا کے جوان (ابوعمرو بصری) اور (ابن کثیر) مکی کے لیے ہے۔

(۵۴) وَمَكٍّ وَحَقٌّ فِيهِ وَابْنُ الْعَلَاءِ قُلْ
وَقُلْ فِيهِمَا وَالْيَحْصَبِيِّ نَفَرٌ حَلَا

ترجمہ:۔ اور لفظ حق اس (مکی کے بارے) میں اور علا کے بیٹے (ابوعمرو بصری) کے بارے میں ہے اور کہہ دو ان دونوں (ابن کثیر مکی، ابوعمرو بصری) ——— اور یحصبی (ابن عامر) کے بارے میں نَفَرٌ (رمز ہے) جو شیریں ہو گیا ہے۔

شرح مكٍّ اوپر کے شعر کے ترجمہ میں آچکا ہے۔
لفظ حق ابن کثیر مکی اور ابوعمرو بصری کی رمز ہے اور مکی، بصری کے ساتھ اگر ابن عامر شامی بھی شریک ہوں تو ان کی رمز لفظ نفر ہے۔

(۵۵) وَحِرْمِيٌّ نِ الْمَكِّيُّ فِيهِ وَنَافِعٌ
وَحِصْنٌ عَنِ الْكُوفِي وَنَافِعِهِمْ عَلَا

ترجمہ: اور (لفظ) حِرْمِیٌّ جو ہے اس میں مکی اور نافع ہیں اور (لفظ) حصن (تینوں) کوفیوں اور ان میں کے نافع کے لیے بلند ہوا ہے مطلب واضح ہے شرح کی حاجت نہیں۔

(۵۶) وَمَهْمَا أَتَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ بَعْدُ كِلْمَةٌ
فَكُنْ عِنْدَ شَرْطِي وَاقْضِ بِالْوَاوِ فَيْصَلَا

ترجمہ:۔ اور جب کوئی کلمہ پہلے یا بعد میں آجائے تو تم میری شرط کے قریب رہو (یعنی میری اصطلاح کو یاد رکھو) اور واؤ کے ذریعہ حکم کر دو اس

حال میں کہ وہ (دو مسئلوں میں) فصل کر دینے والی ہے۔

شرح اوپر رمز کی دو قسمیں گذری ہیں (۱) حرفی (۲) کلمی۔
حرفی رمز ہمیشہ کلمۂ قرآنی کے بعد آئے گی۔ کلمی رمز، کلمۂ قرآنی سے پہلے بھی آئے گی اور بعد میں بھی۔ اور اگر حرفی و کلمی جمع ہو جائیں تو بھی حرفی، کلمی کے تابع ہو کر پہلے بھی آسکتی ہے اور بعد میں بھی۔

اس شعر میں فرماتے ہیں کہ کلمی رمز خواہ حرفی رمز سے پہلے آئے یا بعد میں میری اصطلاح کو یاد رکھیں۔ یعنی کلمی سے کلمی والوں کو، اور حرفی سے حرفی والوں کو مراد لیں، اور اس شک کو دل میں جگہ نہ دیں کہ دونوں قسم کی رمزیں جمع ہو گئیں تو شاید اس سے کچھ اور مراد ہو۔

دوسری بات یہ بتائی کہ جیسے حرفی رمز کے بعد واؤ فاصل آئے گا، اسی طرح کلمی رمز کے بعد بھی واؤ فاصل آئے گا جس سے یہ معلوم ہو گا کہ پہلا مسئلہ ختم ہو گیا ہے، اب دوسرا مسئلہ شروع ہوتا ہے۔

وَمَا كَانَ ذَا ضِدٍّ فَإِنِّيْ بِضِدِّهٖ
(۵۷) غَنِيٌّ فَزَاحِمْ بِالذَّكَاءِ لِتَفْضُلَا

ترجمہ: اور جو وجہ ضد والی ہوگی تو میں اس کی ضد (بیان کرنے کے ذریعہ دوسری ضد سے) مستغنی ہو جاؤں گا۔ پس تم ذکاوت و ذہانت سے۔ (دوسری ضد نکالنے اور سمجھنے کی) کوشش کرو تاکہ تم (دوسروں) پر فضیلت لے جاؤ۔

شرح فرماتے ہیں کہ اگر کسی کلمہ میں دو ایسی وجہیں ہوں گی جو ایک دوسرے کی ضد (عقلاً یا اصطلاحًا) ہوں تو میں دونوں میں سے صرف ایک ذکر کروں گا۔
دوسری ضد تم اپنی فہم سے نکال لینا۔ پس جو ائمہ و روات مذکور ہوں گے، ان کیلئے

تو وہی وجہ ہوگی جو مذکور ہے اور بقیہ کے لیے اس وجہ کی ضد ہوگی ۔ مثلاً باب البسملہ میں ہے

وَبَسمَلَ بَيْنَ السُّورَتَيْنِ بِسُنَّةٍ
رِجَالٌ نَمَوْهَا دِرْيَةً وَتَحَمُّلَا

فرمایا کہ قالون، ابن کثیر، عاصم اور کسائی نے دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ پڑھی ہے باقی اماموں کے لیے کچھ نہیں فرمایا۔ لیکن بقیہ کے لیے خود ہی یہ بات سمجھ میں آگئی کہ وہ بسم اللہ بین السورتین نہیں پڑھتے ۔ تو ایک وجہ کو بیان کیا اور دوسری خود بخود سمجھ میں آگئی۔ مقصود اس سے اختصار ہے اور یہ حذف و اثبات کے قبیل سے ہے۔ ضد کسی چیز کی وہ ہوتی ہے جو اس کے ساتھ جمع نہ ہو سکے۔

(۵۸)
كَمَدٍّ وَاثْبَاتٍ وَفَتْحٍ وَمُدْغَمٍ
وَهَمْزٍ وَنَقْلٍ وَاخْتِلَاسٍ تَحَصَّلَا

ترجمہ:۔ جیسے مد (وقصر) اور اثبات (وحذف) اور فتحہ (وامالہ وتقلیل) اور ادغام (واظہار) اور ہمزہ (وتخفیف) اور نقل (وعدم نقل) اور اختلاس (واتمام حرکت) ہے جو حاصل ہو گیا ہے۔

(۵۹)
وَجَزْمٍ وَتَذْكِيرٍ وَغَيْبٍ وَخِفَّةٍ
وَجَمْعٍ وَتَنْوِينٍ وَتَحْرِيكٍ اعْمِلَا

ترجمہ:۔ اور جزم (ورفع) اور تذکیر (وتانیث) اور غیب (وخطاب) اور تخفیف (وتشدید) اور جمع (وافراد) اور تنوین (وترک تنوین) اور تحریک (واسکان) ہیں جو اضداد کے طور پر استعمال کی گئی ہیں۔

شرح وہ چیزیں جو بطور ضد استعمال ہوں گی، ان میں سے سات شعر ۵۸ میں اور سات شعر ۵۹ میں ذکر فرمائی ہیں اور ترجمہ میں ان کی اضداد کو قوسین میں لکھ دیا گیا ہے۔

وَحَيْثُ جَرَى التَّحْرِيكُ غَيْرَ مُقَيَّدٍ
(۶۰) هُوَ الْفَتْحُ وَالْإِسْكَانُ آخَاهُ مَنْزِلَا

ترجمہ:۔ اور جہاں آئے حرکت دینا بغیر قید کے تو وہ فتحہ ہے، اور اسکان نے اس کے ساتھ بھائی چارگی کی ہے مقام کے اعتبار سے۔

شرح اس شعر میں ایک اور اصطلاح کا ذکر ہے وہ یہ کہ اگر کہیں مطلقاً حرکت کا ذکر ہو اور ضمہ، فتحہ یا کسرہ کی قید نہ ہو تو اس جگہ مذکورین کے لیے حرکت سے فتحہ مراد ہوگا اور غیر مذکورین کے لیے اسکان۔

وَآخَيْتُ بَيْنَ النُّونِ وَالْيَا وَفَتْحِهِمْ
(۶۱) وَكَسْرٍ وَبَيْنَ النَّصْبِ وَالْخَفْضِ مُنْزِلَا

ترجمہ:۔ اور اخوت پیدا کر دی میں نے نون اور یا، کے درمیان اور ان کے فتحہ اور کسرہ کے درمیان اور نصب اور جر کے درمیان اس حال میں کہ اتارنے والا ہوں (ہر ایک کو اس کے مقام پر استعمال کرنے والا ہوں)۔

شرح اخوت پیدا کرنے کا مطلب یہ کہ ایک کو دوسرے کی ضد بنایا یعنی مذکورین اگر نون پڑھتے ہیں تو دوسرے ریا، کے ساتھ پڑھتے ہیں، اور اگر مذکورین یا، پڑھتے ہیں تو دوسرے نون سے پڑھتے ہیں اور یہ نون اور یا، مضارع کے ساتھ خاص ہیں جیسے لِيُذِيقَهُمْ (روم) میں قنبل کے لیے جمع متکلم کا نون بیان فرمایا تو بقیہ کے لیے یا، مراد ہوگی یا اس کا عکس ونقول ذوقوا (عنکبوت) میں نافع اور کوفیین کے لیے یا، بیان ہوئی تو بقیہ کے لیے نون ہوگا۔ ایسے ہی

فتحہ اور کسرہ کے درمیان اخوت یعنی ضد کا تعلق پیدا کیا ہے مثلاً مُرْدِفِيْنَ (انفال) میں نافع کے لیے دال کا فتحہ بیان کیا ہے تو اس کی ضد چونکہ کسرہ کو بنایا ہے، لہٰذا بقیہ کے لیے کسرہ سمجھا جائے، ایسے ہی اس کا عکس مثلاً تُشَاقُّوْنَ (نحل) میں نافع کے لیے نون کا کسرہ ہے اور کسرہ کی ضد چونکہ فتحہ ہے لہٰذا بقیہ کے لیے فتحہ پڑھا جائے ایسے ہی نصب اور جر کے درمیان اخوت یعنی ضد کا تعلق قائم کیا ہے مثلاً واللہ ربنا میں حمزہ اور کسائی کے لیے باء کا نصب ہے تو بقیہ کے لیے جر نکل آیا۔ ایسے ہی اس کا عکس مثلاً والکفار میں ابو عمرو اور کسائی کے لیے راء مجرور ہے تو اوروں کے لیے منصوب ہوگی۔

وَحَيْثُ اَقُوْلُ الضَّمُّ وَالرَّفْعُ سَاكِتًا
(۶۲) فَغَيْرُهُمْ بِالْفَتْحِ وَالنَّصْبِ اَقْبَلَا

ترجمہ:۔ اور جب میں کہوں ضمہ اور رفع (مذکورین کے لیے اوروں کی قراءت سے) خاموش رہتے ہوئے، تو ان کے غیر (یعنی مذکورین کے علاوہ) فتحہ اور نصب کے ساتھ آئے ہیں۔

شرح اگر کسی قاری یا جماعت کے لیے ضمہ یا رفع کہہ کر خاموش ہو جائیں اور دوسروں کی قراءت بیان نہ کریں تو مذکورین کے لیے وہی ہوگا جو بیان کیا یعنی ضمہ یا رفع۔ اور دوسروں کے لیے ضمہ کے مقابلہ میں فتحہ اور رفع کے مقابلہ میں نصب ہوگا، گویا ضمہ بول کر اس کی ضد فتحہ مراد لی جائے گی اور رفع بول کر اس کی ضد نصب مراد ہوگی۔ لیکن یہ صرف وہاں ہوگا جہاں ضمہ اور رفع مطلقاً بیان کریں کوئی قید نہ لگائیں اور اگر ضمہ اور رفع کے ساتھ قید لگی ہوئی ہو تو وہاں دوسروں کے لیے وہی قراءت ہوگی جو اس قید سے نکلتی ہوگی۔

۞

وَفِي الرَّفْعِ وَالتَّذْكِيرِ وَالْغَيْبِ جُمْلَةٌ
(۶۳) عَلَىٰ لَفْظِهَا اُطْلِقَتْ مَنْ قَيَّدَ الْعُلَا

ترجمہ:- اور رفع میں اور تذکیر میں اور غیب میں کچھ مقامات ایسے بھی ہیں کہ میں نے ان کو ان کے تلفظ پر چھوڑ دیا ہے اس شخص کو جو بلندی کا طالب ہوا۔

شرح فرماتے ہیں کہ کچھ کلمات ایسے بھی آئیں گے کہ ان میں مرفوع، مذکر یا غیب کا صیغہ ہونے کی قید نہیں ہوگی بلکہ صرف کلمات اور قراء کو لکھ دیا جائے گا۔ اب جن کلمات میں مرفوع اور منصوب ہونے کا احتمال ہو' ان میں مذکورین کے لیے رفع' اور غیر مذکورین کے لیے نصب ہوگا۔ اور اگر تذکیر کی یاء اور تانیث کی تاء کا احتمال ہو، تو مذکورین کے لیے یاء' اور غیر مذکورین کے لیے تاء سمجھی جائے۔ اور اگر غیبت کی یاء اور خطاب کی تاء کا احتمال ہو تو مذکورین کے لیے یاء اور غیر مذکورین کے لیے تاء مراد لی جائے۔ مثالیں اس شعر میں جمع ہیں ؎

وخالصةٌ اصلُ ولا یعلمونَ قُلْ
لشعبةَ فی الثانی ویُفتحُ شَمْلَلَا (سورۃ الاعراف)

اس شعر میں خالصۃ کو رفع کی قید کے بغیر بیان کیا۔ اس کے بعد اصل کا الف نافع کی رمز ہے، اس سے یہ سمجھا گیا کہ امام نافع اس کو مرفوع اور باقی منصوب پڑھتے ہیں۔ پھر آگے لا یعلمون کو شعبہ کے لیے غائب کا صیغہ لکھا تو باقی کے لیے خطاب سمجھ میں آگیا۔ اس کے بعد ویفتح کو شملا کی شین والوں (حمزہ وکسائی) کے لیے مذکر بتایا تو باقیین کے لیے مؤنث کا صیغہ وتُفتّح سمجھا گیا۔

وَقَبْلَ وَبَعْدَ الْحَرْفِ اٰتِيْ بِكُلِّ مَا
(۶۴) رَمَزْتُ بِهٖ فِي الْجَمْعِ اِذْ لَيْسَ مُشْكِلَا

ترجمہ:۔ پہلے اور بعد میں کلمۂ قرآنی کے لاؤں گا، میں ہر اس کلمہ کو جس کو میں نے جماعت (متعدد قرا، و رواۃ) کے سلسلہ میں رمز بنایا ہے کیوں کہ یہ مشکل (اور پریشانی) میں ڈالنے والا نہیں ہے۔

شرح کلمی رموز جو کئی کئی ائمہ و رواۃ کے لیے مقرر کی گئی ہیں، ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ کلمۂ قرآنی (جس کی قراءتیں بیان کرنا مقصود ہے) سے کبھی پہلے آجائیں گی اور کبھی بعد میں کیوں کہ وہ کلمات متعین ہیں۔ اس لیے پہلے یا بعد میں آنے سے کسی قسم کی پریشانی یا اشتباہ والتباس پیش نہیں آئے گا۔ البتہ حرفی رموز جن کو رموز صغیر بھی کہتے ہیں وہ ہمیشہ کلمۂ قرآنی کے بعد ہی آئیں گی وہ چونکہ حروف ہیں اور کلمہ کا جزبن کر آتی ہیں۔ اس لیے ان میں اشتباہ کا اندیشہ ہے، اور اگر حرفی رموز کلمی رموز کے ساتھ ہوں تو وہ بھی کلمی کے حکم میں ہو کر کبھی پہلے اور کبھی بعد میں آئیں گی۔

وَسَوْفَ أُسَمِّي حَيْثُ يَسْمَحُ نَظْمُهُ
بِهِ مُوضِحًا جِيدًا مُعَمًّا وَمُخْوَلَا (۶۵)

ترجمہ:۔ اور عنقریب میں نام بیان کروں گا۔ جس جگہ نظم اس کو سمالے گی۔ اس کے ذریعہ وضاحت کرنے والا ہوں گا اس گردن کی طرح جو چچاؤں اور ماموؤں والی ہو۔

شرح فرماتے ہیں کہ اب تک ہم نے یہ بتایا کہ قرا، و رواۃ کو رموز کے ذریعہ بیان کیا جائے گا لیکن ایک بات یہ بھی یاد رکھئے کہ اگر نظم میں کہیں نام لانے کی گنجائش ہو گی تو بجائے رمز کے نام بھی لے آیا جائے گا چاہے وہ علم ہو، جیسے نافع یا کنیت ہو جیسے ابو عمرو، ابن عامر، یا نسبت ہو، جیسے بصری، شامی۔ یا ضمیر ہو۔ اور جس کا نام آئے گا وہ ان کی بنسبت زیادہ واضح ہو جائے گا جن کے لیے

رمز استعمال کی جائے گی۔ جیسے وہ گردن زیادہ واضح اور نمایاں ہوتی ہے جو چچاؤں اور ماموؤں والی ہو، یعنی اگر کوئی لڑکی ایسی ہو جس کے چچا، ماموں اور دیگر اعزاء بہت سے ہوں اور وہ سب اس لڑکی کی شادی یا اور کسی تقریب کے موقع پر اس کو ایک ایک ہار پہنائیں تو اس کی گردن ممتاز اور نمایاں ہو جائے گی، ان لڑکیوں کی گردنوں میں جن کے چچا اور ماموں وغیرہ اعزاء نہ ہوں یا کم ہوں۔

وَمَنْ كَانَ ذَا بَابٍ لَهُ فِيهِ مَذْهَبٌ
فَلَابُدَّ اَنْ يُسْمٰى فَيُدْرٰى وَيُعْقَلَا (۶۶)

ترجمہ:۔ اور جو (قاری) باب والے ہوں، اس میں ان کا (مستقل) مذہب ہو تو ضروری ہوگا، ان کا (صراحۃً) نام بیان کر دینا، تاکہ وہ (اچھی طرح) جان لیے جائیں اور سمجھ لیے جائیں۔

شرح یعنی اگر کوئی امام یا راوی ایسے ہوں جن کے لیے مستقل قواعدِ کلیہ اور مذہب ہو تو ان کے لیے باب منعقد کیا جائے گا اور اس میں ان کا صراحۃً نام ذکر کیا جائے گا۔ وہ باب چونکہ انھیں کے لیے ہوگا اس لیے اس میں کوئی رمز نہیں آئے گی اور اس کے تمام قواعد انھیں کے لیے ہوں گے۔ جیسے باب وقف حمزة وهشام میں وحمزة عند الوقف سهّل همزه یا باب مذاہبهم فی الراءات میں ورقق ورش كلّ راءٍ وقبلها وغیرہ۔

ہاں اگر کوئی دوسرے امام یا راوی ان کے ساتھ کسی قاعدہ میں شریک ہوں گے تو ان کے لیے رمز یا نام کا استعمال کیا جائے گا۔ اور اس کا اصل فائدہ یہ ہے کہ چونکہ وہ باب ان کے لیے خاص ہے جن کا نام شروع میں ذکر کیا گیا ہے تو جب تک ان کے قواعد چل رہے ہیں اور ان کا مذہب بیان ہو رہا ہے، کوئی بھی حرف ایسا آئے جس کے رمز ہونے کا احتمال ہو اس کو

رمز نہ سمجھا جائے۔

(۶۷) اَهَلَّتْ فَلَبَّتْهَا الْمَعَانِیْ لُبَابُهَا
وَصُغْتُ بِهَا مَا سَاغَ عَذْبًا مُّسَلْسَلَا

ترجمہ:۔ بلند آواز سے پکارا (الفاظ نے معانی کو) تو عمدہ اور خالص معانی نے انکو لبیک کہا، اور پھر میں نے ان (معانی) کو ان الفاظ میں مضبوط کر دیا (پرو دیا) جو آسان ہیں، اس حال میں کہ شیریں اور صاف کیے ہوئے ہیں

شرح فرماتے ہیں کہ میرے پاس عمدہ الفاظ کا ذخیرہ تو بہت تھا جیسا کہ کسی فصیح و بلیغ اور ادیب و شاعر کے پاس ہوتا ہے) مگر وہ الفاظ معانی یعنی مضامین کی تلاش میں تھے تاکہ استعمال ہو سکیں تو ہوا یہ کہ علامہ ابو عمرو عثمان دانی رح متوفی ۴۴۴ھ کی کتاب التیسیر مل گئی جو نثر میں ہے اور علم قرات میں وہ مقام رکھتی ہے جو بخاری شریف کا علم حدیث میں ہے، اس کے مضامین بھی عمدہ ہیں اور الفاظ بھی بدیع ہیں۔

بعد کے تمام مصنفین نے اس پر اعتماد کیا ہے اور اپنی تصنیفات میں اس سے بھرپور استفادہ بھی کیا ہے، تو ان الفاظ کو التیسیر کے مضامین نظم میں بیان کرنے کے لیے استعمال فرمایا، الفاظ تو عمدہ اور بدیع تھے ہی، مضامین بھی انتہائی عمدہ اور مبارک مل گئے۔

(۶۸) وَفِیْ یُسْرِهَا التَّیْسِیْرُ رُمْتُ اخْتِصَارَهُ
فَاَجْنَتْ بِعَوْنِ اللّٰهِ مِنْهُ مُؤَمَّلَا

ترجمہ:۔ اور اس کی آسانی میں تیسیر (کا مضمون) ہے (یعنی اس کتاب کا ماخذ التیسیر ہے) میں نے اس کو مختصر کرنے کا ارادہ کیا — لیکن اللہ کی مدد سے یہ (شاطبیہ) بنسبت التیسیر کے زیادہ پھل لے آئی حالانکہ

ارادہ اس کے مختصر کرنے کا تھا۔

شرح یہاں اپنی کتاب کا ماخذ بتاتے ہیں کہ حضرت علامہ ابو عمرو عثمان دانیؒ کی معرکۃ الآراء تصنیف التیسیر میری کتاب کا ماخذ ہے۔ میرا مقصد یہ تھا کہ التیسیر مفصل ہے اس کا اختصار ہو جائے۔ لیکن ہوا یہ کہ میری کتاب میں التیسیر سے بھی کچھ زیادہ مضامین آگئے (لیکن اس کے باوجود اختصار ہی ہے کہ چند اوراق اور تھوڑے سے اشعار میں التیسیر کے مضامین بھی آگئے اور کچھ اضافہ بھی)

وَ اَلْفَافُهَا زَادَتْ بِنَشْرِ فَوَائِدٍ
(۶۹) فَلَفَّتْ حَيَاءً وَّجْهَهَا اَنْ تُفَضَّلَا

ترجمہ:۔ اور اس (قصیدہ) کے گنجان درخت (عمدہ مضامین) فوائد کے پھیلنے سے (بہت سے مضامین کے زیادہ ہو جانے کی وجہ سے تیسیر سے) بڑھ گئے ہیں تو اس قصیدہ نے شرم کرتے ہوئے اپنا چہرہ چھپالیا' اس اندیشہ سے کہ کہیں اس کو تیسیر پر فضیلت نہ دی جائے۔

شرح شاطبیہ چونکہ ماخوذ اور التیسیر ماخذ ہے' اور ماخذ بمنزلہ استاذ یا شیخ کے اور ماخوذ بمنزلہ شاگرد یا مرید کے ہوتا ہے۔ اب اگر کسی شاگرد کو اس کے استاذ پر یا مرید کو اس کے شیخ پر فوقیت دی جائے' تو سعادت مند شاگرد اور مرید کو اس پر شرم آجاتی ہے اور کہیں مجلس میں اگر ایسی بات کہی جارہی ہو کہ یہ شاگرد تو اپنے استاذ سے بھی زیادہ قابل ہو گئے ہیں تو شرم سے وہ اپنا سر جھکا لیتا ہے۔ اسی طرح یہاں شاطبیہ کو تیسیر پر فضیلت دی جارہی ہے تو شاطبیہ کو شرم آگئی اور اس نے اپنا چہرہ شرم سے چھپالیا' یعنی رموز کا پردہ ڈال لیا۔

وَسَمَّيْتُهَا حِرْزَ الْاَمَانِیْ تَيَمُّنًا
(۷۰) وَوَجْهَ التَّهَانِیْ فَاهْنِهٖ مُتَقَبِّلَا

ترجمہ:۔ اور میں نے اس کا نام تبرکاً حرز الامانی و وجہ التہانی رکھ دیا ہے تم اس کو خوش ہو کر لو، اس حال میں کہ تم اس کو قبول کرنے والے ہو۔

شرح حرز الامانی کے معنی ہیں، آرزوؤں کی حفاظت کرنا اور وَجْہُ التَّہانی کے معنی ہیں، لذت حاصل کرنے کی عمدہ چیز۔ یہ نام اس امید پر رکھا کہ طلبہ علمِ قراءت کی اپنی آرزوئیں اس میں پائیں اور یہ ان کے لیے لذیذ ترین کتاب ثابت ہو۔

(۱۷) وَنَادَیْتُ اللّٰھُمَّ یَا خَیْرَ سَامِعٍ
اَعِذْنِیْ مِنَ التَّسْمِیْعِ قَوْلًا وَّمَفْعَلَا

ترجمہ:۔ اور میں نے پکارا کہ اے اللہ، اے بہترین سننے والے مجھے تسمیع سے بچائیے قول کے اعتبار سے بھی اور فعل کے اعتبار سے بھی۔

شرح اوپر علامہ نے اپنی کتاب کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا تھا کہ میرے اس قصیدہ کے الفاظ اور مضامین بہت عمدہ ہیں (اور حقیقت بھی ہے کہ فصاحت و بلاغت، حسنِ ترتیب، جامعیت اور مضامین کی عمدگی میں شاطبیہ اپنی مثال آپ ہے)۔ نیز بعض مفید چیزیں اس میں اپنے ماخذ سے بھی زیادہ آگئی ہیں۔ لیکن چونکہ علامہ صرف علامہ نہیں، اللہ کے ولی بھی ہیں اس لیے فوراً تنبہ ہوا کہ اپنی کتاب کی تعریف تو اپنی تعریف ہے، یہ کہیں ریاکاری اور سمعت نہ بن جائے۔ اگر ایسا ہو گیا تو نہ صرف یہ کہ یہ عمل موجبِ اجر و ثواب نہیں ہوگا بلکہ اللہ تعالےٰ کی ناراضگی کا باعث بھی ہوگا۔ اسلئے فوری طور پر اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے ہیں، یا اللہ مجھے تسمیع سے بچائیے۔ تسمیع کے معنی ہیں، دوسروں کو سنانے، شہرت حاصل کرنے اور اپنی واہ واہ کرانے کے لیے کوئی کام کرنا، جیسا کہ ریا اس کو کہتے ہیں کہ دوسروں کو دکھانے کی غرض سے عمل کیا جائے۔ ریا اور تسمیع دونوں ہی چیزیں

اللہ اور اللہ کے رسول کو ناپسند ہیں اور ان کی وجہ سے اعمال نہ مقبول ہوتے ہیں اور نہ ان میں نورانیت آتی ہے۔

اِلَیکَ یَدِیْ مِنکَ الْاَیَادِیْ تَمُدُّھَا
(۷۲) اَجِرْنِیْ فَلَا اَجْرِیْ بِجَوْرٍ فَاَخْطَلَا

ترجمہ:۔ آپ ہی کی طرف میرے ہاتھ (اٹھے ہوئے) ہیں۔ آپ کی طرف سے (آنے والی) نعمتیں ان (ہاتھوں) کو اٹھا رہی ہیں۔ مجھے بچایئے (اپنے نفس پر) ظلم کرنے سے (ایسا نہ ہو) کہ میں بے کار باتیں کرنے لگوں۔

شرح انتہائی عاجزی، لجاجت اور پوری تواضع کے ساتھ دعا کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یارب العالمین میرے ہاتھ دعا کے لیے آپ کی طرف اٹھے ہوئے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ میں آپ کا ایسا نافرمان اور گنہ گار بندہ ہوں کہ مجھے آپ سے مانگنے کا بھی حق نہیں اور نفس و شیطان مجھ پر اتنے غالب ہیں کہ آپ سے مانگنے کا میرا منہ نہیں ہے لیکن پھر بھی آپ کی جانب ہاتھ اٹھا رہا ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میری ان نافرمانیوں اور خطاؤں کے باوجود آپ کی جانب سے عنایات، مہربانیوں اور نوازشوں کی ہر آن بارش ہوتی رہتی ہے تو مجھے آپ سے مانگنے کی ہمت ہو جاتی ہے۔ کسی شاعر نے سچ کہا ہے ؎

ان کو تو اپنی شانِ کریمی سے کام ہے
اس پر نظر نہیں کہ خطا کر رہا ہوں میں

دعا، یہ فرما رہے ہیں کہ یا اللہ مجھے اپنے نفس پر ظلم کرنے سے بچایئے کہ کہیں تسمیع و ریاکاری کر کے اپنی عاقبت تباہ نہ کر لوں۔ یا ایسی باتیں زبان سے نکالنے لگوں جو بے فائدہ، فضول اور بے کار ہوں۔

☆

اٰمِيْنَ وَ اَمْنًا لِلْاَمِيْنِ بِسِرِّهَا
(۷۳) وَاِنْ عَثَرَتْ فَهُوَ الْاَمُوْنُ تَحَمُّلَا

ترجمہ:۔ اے اللہ میری دعا قبول فرما، اور اس (قصیدہ شاطبیہ) کے بھید (نقائص وکمزوریوں) کے امانت دار کو امن عطا فرما۔ اور اگر (یہ قصیدہ کہیں) لغزش کر جائے تو وہ اس کو برداشت کرنے میں طاقت ور اونٹ کی طرح ہو۔

شرح چونکہ اپنے قصیدہ کی شعر ۶۸ و ۶۹ میں تعریف کی تھی تو اس اندیشہ سے کہ لوگ کہیں اس کو بے عیب نہ سمجھ بیٹھیں (کیوں کہ یہ شان تو صرف قرآن کریم اور احادیثِ صحیحہ کی ہے) اب تصویر کا دوسرا رُخ بھی سامنے لا رہے ہیں اور شعر ۷۱ و ۷۲ میں جو دعا کی تھی سب سے پہلے تو اس پر آمین فرماتے ہیں اس کے بعد اس قاری کے لیے امن کی دعا کرتے ہیں۔

جس کو اس قصیدہ میں اگر کوئی غلطی نظر آئے تو وہ اس کو برداشت کرتے ہوئے اس کی کوئی مناسب تاویل کر دے اور برداشت کرنے میں اس اونٹ کے مانند ہو جائے جس پر کافی سامان لاد دیا جائے لیکن وہ وزن کی زیادتی اور مسافت کی دوری کو برداشت کرے اور شرافت وخاموشی سے منزل تک پہونچا دے، راستہ میں مالک کو پریشان نہ کرے۔

اَقُوْلُ لِحُرٍّ وَّالْمُرُوْءَةُ مَرْؤُهَا
(۷۴) لِاِخْوَتِهِ الْمِرْاٰةُ ذُوالنُّوْرِ مِكْحَلَا

ترجمہ:۔ میں آزاد آدمی سے کہتا ہوں اس حال میں کہ شرافت والا آدمی اپنے بھائیوں کے لیے نور والا (صاف اور روشن) آئینہ ہوتا ہے اس حال میں کہ وہ سرمہ دانی کی سلائی کے مشابہ ہے۔

شرح ایسے شخص سے جو شیطان اور نفسانی خواہشات سے آزاد ہو، ان کا غلام نہ ہو، اور جس کے اندر شرافت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہو اور انسانیت و خلقِ حسن کا پیکر ہو، علامہ شاطبی کچھ فرمانا چاہتے ہیں جو آئندہ اشعار میں آرہا ہے۔

آگے فرماتے ہیں کہ شریف آدمی کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کے لیے آئینہ ہوتا ہے یعنی جیسے آئینہ کا وصف یہ ہوتا ہے کہ چہرے کے داغ دھبے اور عیوب صرف چہرہ والے کو بتاتا ہے دوسروں کو نہیں، اسی طرح شریف انسان کا وطیرہ یہ ہونا چاہیئے کہ اپنے کسی بھائی میں علمی، اخلاقی یا دینی کسی قسم کا عیب یا کمزوری دیکھے، تو صرف اس کو بتادے تاکہ وہ اس کی اصلاح کرلے اوروں کو نہ بتائے، تاکہ اس کی رسوائی نہ ہو۔ اس میں ابوداؤد کی ایک حدیث کی طرف اشارہ ہے ارشادِ نبوی ہے:

اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰةُ الْمُؤْمِنِ۔ مؤمن، مؤمن کا آئینہ ہے۔

اور ترمذی شریف میں ہے، اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰةُ اخیه فاذا رأی به اذًی فَلْیُمِطْهُ عنه۔

(۷۵) اَخِیْ اَیُّهَا الْمُجْتَازُ نَظْمِیْ بِبَابِهٖ
یُنَادیٰ عَلَیْهِ کَاسِدَ السُّوْقِ اَجْمِلَا

ترجمہ:۔ اے میرے بھائی، اے وہ شخص کہ گذر رہی ہوگی میری نظم اس کے دروازہ سے، اور اعلان کیا جائے گا (زبان اور عمل سے) کہ یہ علمی منڈی کا کھوٹا سودا ہے (اس وقت اس کے ساتھ) اچھا معاملہ کرنا۔

شرح اوپر کے شعر میں کہا تھا کہ میں آزاد اور شریف آدمی سے کچھ کہنا چاہتا ہوں، وہ بات یہاں سے شروع ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک

زمانہ آئے گا کہ میری یہ کتاب انتہائی کس مپرسی کے عالم میں آپ کے ہاتھوں میں پہونچے گی اور علمی دنیا میں لوگ اس کو ایسا سامان تصور کریں گے جس کا چلن بند ہوگیا ہو، اس لیے لوگ اس کی جانب توجہ نہیں کریں گے جیسا کہ آج بے شمار دارالعلوم' اعلیٰ درجہ کے مراکزِ علمیہ دینیہ اور بڑے بڑے مدارسِ اسلامیہ ایسے موجود ہیں جہاں اس کتاب کی تعلیم تو کیا ہوتی' ان کی لائبریریوں میں اس کا کوئی نسخہ تک موجود نہیں اور ان میں اس کتاب کی تعلیم اور اس کا نصاب میں داخل کرنا صرف غیر ضروری ہی نہیں بلکہ فضول اور عبث ہے، علامہ شاطبیؒ اللہ تعالےٰ کے بہت بڑے ولی ہیں' اور اللہ تعالےٰ اپنے اولیاء سے ایسی پیشین گوئی بھی کرا دیتے ہیں جو صحیح ثابت ہوتی ہے۔ علامہ کا یہ ارشاد اسی کی ایک مثال ہے' آج یہ کتاب بلکہ یہ علم بہت سے اہلِ علم کے نزدیک کھوٹی چیز ہے۔

وَظُنَّ بِهٖ خَيْرًا وَّسَامِحْ نَسِيجَهٗ
بِالْاِغْضَاءِ وَالْحُسْنٰى وَاِنْ كَانَ هَلْهَلَا (۷۶)

ترجمہ:۔ (آپ ایسے وقت جب کہ لوگ اس کی طرف توجہ نہ کرتے ہوں) اس کے ساتھ اچھا گمان اور نرم برتاؤ کریں اور اس کی بناوٹ (کی خرابی) سے چشم پوشی اور خلقِ حسن کو کام میں لاتے ہوئے معاملہ کریں، اگرچہ یہ کمزور (کپڑے کی طرح) ہے۔

شرح آزاد اور شریف آدمی ہی سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ میری کتاب کے ساتھ بدگمانی نہیں بلکہ حسنِ ظن قائم کریں اور اگر اس میں آپ کو کمی، خرابی اور نقص نظر آئے تو اپنی عالی ظرفی اور حسنِ اخلاق کو کام میں لاتے ہوئے مسامحت اور درگذر کا معاملہ کریں۔ مجھے اس کا اعتراف ہے کہ یہ ناقص اور کمزور ہے۔

اپنی کتاب کو کپڑے کی بناوٹ سے اس لیے تشبیہ دی کہ جیسے دھاگے ملاملا کر کپڑا بُنا جاتا ہے، اسی طرح حروف اور کلمات ملاملا کر کتاب تیار ہوتی ہے، انھوں نے کتاب لکھی ہے گویا آپ کے لیے کپڑا بُنا ہے۔

(۷۷) وَسَلِّمْ لِاِحْدَی الْحُسْنَیَیْنِ اِصَابَةٌ
وَالْاُخْرٰی اجْتِهَادٌ رَامَ صَوْبًا فَاَمْحَلَا

ترجمہ:۔ اور محفوظ رکھو (مجھے ملامت کرنے سے، یا خود کو محفوظ رکھو مجھ پر ملامت کرنے سے) دو اچھائیوں میں سے ایک کی وجہ سے، ایک درستگی کو پہونچ جانا اور دوسرے کوشش کرنا (جیسے کسی نے) بارش طلب کی (مگر وہ) اپنے وقت پر ہوئی۔

شرح اسی آزاد اور شریف آدمی سے ایک بات اور فرماتے ہیں کہ بھائی اگر اس کتاب میں غلطی بھی ہے، تب بھی میں لعن طعن اور ملامت کا مستحق نہیں، کیوں کہ دو اچھائیوں میں سے ایک اچھائی تو بہر حال مجھے حاصل ہے۔

(۱) کسی اچھے کام کی کوشش کرنا جو قابلِ ملامت نہیں بلکہ قابلِ تحسین ہے۔ اور یہ الحمدللہ مجھے حاصل ہے کیوں کہ میں نے ایک اچھی کتاب لکھنے کی کوشش کی ہے۔

(۲) اس میں کامیاب ہو جانا، اگر بالفرض میں اچھی کتاب نہیں لکھ سکا، یعنی کوشش میں کامیاب نہیں ہوا، تو بھی کوشش کا اجر تو مجھے ملے گا ہی۔ مثلاً کوئی کاشتکار زمین میں ہل چلاتا ہے، بیج ڈالتا ہے، کھاد ڈالتا ہے، اس کی پوری حفاظت اور دیکھ بھال کرتا ہے اور بارش کی دعا بھی کرتا ہے لیکن بارش نہیں ہوتی۔ نتیجۃً کھیتی خشک ہو کر برباد ہو جاتی ہے، اس کی ساری محنت اور لاگت رائگاں چلی جاتی ہے تو اس میں کاشتکار کا کیا قصور! اسی لیے دنیا کا کوئی شخص اس کو نہ احمق و پاگل کہے گا، اور نہ اس کو ملامت کی جائے گی، کیوں کہ اس نے

ایک اچھے کام کی کوشش کی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہوسکا، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کامیابی انسان کے ہاتھ میں نہیں ورنہ دنیا کا کوئی شخص بھی ناکام نہ ہوا کرتا۔ لہذا مجھ پر ملامت کرنے سے خود کو محفوظ رکھو۔

اسی معنی کی ایک حدیث صحیحین میں ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب کوئی عالم کوشش کرے اور درستگی کو پہونچ جائے، یعنی مسئلہ صحیح بیان کردے تو اس کے لیے دو اجر ہیں۔ ایک کوشش کا۔ اور دوسرا صحیح بیان کرنے کا۔ اور اگر کوشش تو کرے لیکن اس سے غلطی ہو جائے تو اس کے لیے ایک اجر ہے یعنی کوشش کرنے کا۔

(۷۸) وَاِنْ كَانَ خَرْقٌ فَادَّرِكْهُ بِفَضْلَةٍ
مِنَ الْحِلْمِ وَلْيُصْلِحْهُ مَنْ جَادَ مِقْوَلَا

ترجمہ اور اگر (اس بُنے ہوئے کپڑے میں پھٹن ہو یعنی میری کتاب میں کوئی نقص ہو) تو زیادتیٔ علم کے ساتھ بردباری سے درست کردو، اور اس کی اصلاح اُسی شخص کو کرنا چاہیئے جو علم عربیت میں عمدہ اور ماہر ہو۔

شرح علامہ فرماتے ہیں کہ اگر میری کتاب میں آپ کو کسی قسم کا عیب یا نقص نظر آئے تو آپ اس کی اصلاح کرسکتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ ہما شما اس خدمت کو انجام دینے کی کوشش نہ کرے بلکہ جو عربیت اور علم قراءت میں مہارت رکھتا ہو وہی اس میدان میں قدم رکھے۔ چنانچہ ابوشامہ جعبری اور ملا علی قاری علیہم الرحمۃ نے شاطبیہ کے کچھ اشعار میں تغیرات کیے ہیں۔

(۷۹) وَقُلْ صَادِقًا لَّوْلَا الْوِئَامُ وَرُوحُهُ
لَطَاحَ الْاَنَامُ الْكُلُّ فِي الْخُلْفِ وَالْقِلَا

ترجمہ۔ اور تم کہہ دو، درانحالیکہ تم سچ بولنے والے ہو کہ اگر موافقت اور اس کی

حقیقت نہ ہوتی، تو یقیناً پوری مخلوق اختلاف اور بغض میں ہلاک ہو جاتی۔

شرح یہاں سے نصیحت شروع فرماتے ہیں۔ سب سے پہلے آپس میں موافقت و موانست پیدا کرنے اور اس کو باقی رکھنے کی تاکید فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہی وہ چیز ہے جس سے ہر شخص کو راحت و آرام کی زندگی نصیب ہو سکتی ہے، اور اگر یہ نہ ہو تو سب لڑ مر کر ختم ہو جائیں اور اسی موافقت سے ہمدردی پیدا ہوتی ہے اور پھر اسی کے نتیجہ میں دوسروں کے عیوب و نقائص پر پردہ ڈالنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر آپ کے اندر یہ صفت موجود ہے تو اس کا تقاضا ہے کہ کتاب میں میری اگر کوئی لغزش آپ دیکھیں تو اس کو اچھالنے اور شہرت دینے کے بجائے اس کی مناسب تاویل کر دیں یا اصلاح کر دیں۔

وَعِشْ سَالِمًا صَدْرًا وَّعَنْ غِيْبَةٍ فَغِبْ
(٨٠) تُحْضَرْ حِظَارَ الْقُدْسِ اَنْقٰى مُغَسَّلَا

ترجمہ:۔ اور اس حال میں زندگی گذارو کہ سینہ (کے امراض، بغض، حسد، عناد کینہ) کے اعتبار سے محفوظ ہو۔ اور غیبت سے غائب (کنارہ کش) ہو جاؤ تو حاضر کیے جاؤ گے مقدس باغات (جنت) میں پاک صاف ہونے کی حالت میں۔

شرح دوسری قیمتی نصیحت یہ فرماتے ہیں کہ امراض دو قسم کے ہوتے ہیں۔ (۱) جسمانی اور ظاہری، جن کے علاج کی طرف انسان کو ہر وقت توجہ رہتی ہے، ڈاکٹروں اور حکیموں اور ہسپتالوں کے چکر لگاتا ہے، دولت خرچ کرتا ہے، کڑوی اور بے ذائقہ دوائیں خوشی سے استعمال کرتا ہے، یہاں تک کہ آپریشن تک کراتا ہے۔

(۲) روحانی اور باطنی، جن کے علاج کی طرف کبھی دھیان بھی نہیں جاتا، اور

ان امراض کو امراض تصور ہی نہیں کیا جاتا، وہ امراض بغض، حسد، کینہ اور عناد ہیں۔
پہلی قسم کی بیماریوں سے جسم متاثر ہوتا ہے تو دوسری قسم کی بیماریوں سے روح بیمار ہوتی ہے اخروی زندگی تباہ ہوتی ہے۔ اس لیے یہ دوسری قسم کی بیماریاں زیادہ خطرناک ہیں، لہٰذا ان سے احتیاط کی سخت ترین ضرورت ہے اور اگر خدانخواستہ کوئی شخص ان کا شکار ہو جائے تو فوراً علاج کی طرف متوجہ ہو جانا چاہیئے ۔ ان بیماریوں کی دوائیں کثرتِ تلاوت، ذکرِ الٰہی اور توبہ واستغفار ہیں اور مشائخ حقہ اولیاء اللہ وبزرگانِ دین ان بیماریوں کے معالج ہیں، ایک اور خطرناک اور مہلک ترین چیز سے بچنے کی تاکید فرمائی، اور وہ غیبت ہے، اس کے متعلق خود قرآن کریم نے تاکید سے منع کیا ہے، ارشاد خداوندی ہے:

وَلَا یَغْتَبْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا۔ (اور تم میں سے کوئی ایک دوسرے کی غیبت نہ کرے)۔

اور حدیث پاک کے الفاظ سے اس کی خطرناکی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے:
ارشاد نبوی ہے: اَلْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا (غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت (گناہ) ہے)۔

غیبت کسے کہتے ہیں۔ اس کا جواب ابو داؤد شریف کی حدیث میں ہے:
ذِکْرُکَ اَخَاکَ بِمَا یَکْرَہُ (اپنے بھائی کے متعلق ایسی باتیں کہنا جن کو وہ پسند نہ کرتا ہو) غیبت کرنا اور سننا دونوں گناہ ہیں۔ اس لیے دونوں سے احتیاط کی ضرورت ہے۔

وَھٰذَا زَمَانُ الصَّبْرِ مَنْ لَکَ بِالَّتِیْ
(۸۱) کَقَبْضٍ عَلٰی جَمْرٍ فَتَنْجُوْ مِنَ الْبَلَا

ترجمہ:۔ یہ صبر کا زمانہ ہے کون ہے ایسا شخص جو تیرے لیے ایسی حالت پیدا

کر دے جیسے چنگاری کا پکڑنا، تاکہ تو مصیبت اور پریشانی سے نجات پا جائے۔

شرح حالات کی خرابی، دین سے عام بیزاری، نیتوں کے فساد، احکامِ الٰہی اور ارشاداتِ رسول کے استخفاف بلکہ استہزاء کے اس دور میں ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بھائی! یہ صبر کا زمانہ ہے۔ علامہ اپنے زمانہ کے حالات کے پیشِ نظر انتہائی کلفت کے ساتھ یہ فرما رہے ہیں۔ جب کہ وہ زمانہ ہمارے زمانہ سے بدرجہا بہتر تھا۔ اگر آج کے حالات ان کے سامنے ہوتے تو کیا الفاظ فرماتے، اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ امت اپنی کرتوت کے سبب قعرِ مذلت میں جا پڑی ہے، احساس اس کا مردہ اور شعور مفلوج ہو چکا ہے۔ اچھی باتوں کو زہر کا پیالہ اور شر کی باتوں کو حلوائے لذیذ سمجھنے لگی ہے۔ اب سوائے صبر کے اور کیا کیا جا سکتا ہے، لیکن اگر کوئی ان حالات میں بھی بہادری اور جوان مردی کا ثبوت دے کر دین پر مضبوطی سے قائم اور سنتوں پر سختی سے عامل ہو جائے (اور اس زمانہ میں ایسا ہونا اتنا مشکل ہے جتنا مشکل چنگاری کو ہاتھ میں پکڑنا) تو بس اسی کے لیے نجات ہے۔ ایسے شخص کو دنیوی اور اخروی مشکلات اور پریشانیوں سے نجات حاصل ہو سکتی ہے۔

وَلَوْ اَنَّ عَيْنًا سَاعَدَتْ لَتَوَكَّفَتْ
سَحَائِبُهَا بِالدَّمْعِ دِيمًا وَّهُطَّلَا (۸۲)

ترجمہ:۔ اور اگر (ایسا ہوتا کہ) آنکھ ساتھ دیتی تو یقیناً اس کی بدلیاں ایسے آنسو بہاتیں جو ہمیشگی والے اور پے در پے (مسلسل) ہوتے۔

شرح فرماتے ہیں کہ اپنی اور امت کی بے راہ روی، اور دنیا کے عام فساد کو دیکھ کر ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ہم رات دن روتے، ہماری آنکھوں سے آنسوؤں کی بارش ہوتی، رنج و غم میں ہم گھلتے رہتے۔

وَلٰكِنَّهَا عَنْ قَسْوَةِ الْقَلْبِ قَحْطُهَا
(۸۳) فَيَا ضَيْعَةَ الْاَعْمَارِ تَمْشِيْ سَبَهْلَلَا

ترجمہ:- لیکن (حالت یہ ہے کہ) دل کی سختی کی وجہ سے اس کا قحط ہے۔ پس اے لوگو! عمروں کے ضائع ہونے سے ڈرو جن کی حالت یہ ہے کہ بے کار ہونے کی حالت میں گذر رہی ہیں۔

شرح ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ مسلمانوں کی غفلت اور دین و علم دین سے عام بے رغبتی کی وجہ سے ہماری آنکھوں سے بکثرت آنسو بہتے لیکن چونکہ قلوب سخت ہو گئے ہیں اس لیے احساس ختم ہو گیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ دین کا استخفاف و استہزاء ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں اور آنکھ نم تک نہیں ہوتی۔

اس شعر میں ایک نصیحت بھی فرمائی کہ انسان کے پاس سب سے قیمتی چیز اس کی عمر ہے لہٰذا اس کی جتنی قدر کی جائے کم ہے، اس کو بے کار ضائع ہونے سے بچاؤ، بالخصوص طلبۂ عزیز اس کے مخاطب ہیں۔

بِنَفْسِيْ مَنِ اسْتَهْدَىٰ اِلَى اللّٰهِ وَحْدَهٗ
(۸۴) وَكَانَ لَهُ الْقُرْاٰنُ شِرْبًا وَّمَغْسَلَا

ترجمہ:- میں اپنی جان (قربان کرنا چاہتا ہوں) اس شخص پر جو اللہ وحدہ کی طرف متوجہ ہو کر ہدایت طلب کرے، اور اس شخص پر بھی کہ قرآن (دنیا میں) اس کے لیے حصّہ اور پاک کرنے والا ہو۔

شرح فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ایسا ملے جو پورے طور پر اللہ جل شانہٗ کی جانب متوجہ ہو، یعنی ہر کام میں اللہ کے احکام کو پیشِ نظر رکھتا ہو، اور جس نے قرآن کریم کو اپنی زندگی کا نصب العین اور پیشوا بنا رکھا ہو، اور اس کے ذریعہ سے اس نے اپنی زندگی کو گناہوں سے پاک کر رکھا ہو، تو میں اس پر قربان ہونے

کے لیے تیار رہوں۔ یہ بھی درحقیقت ایک نصیحت ہے کہ اگر کوئی اللہ کا نیک پارسا، متقی اور پرہیزگار بندہ ملے تو اس کی دل وجان سے قدر کرنا چاہیے۔

(۸۵) وَطَابَتْ عَلَيْهِ اَرْضُهٗ فَتَفَتَّقَتْ
بِكُلِّ عَبِيْرٍ حِيْنَ اَصْبَحَ مُخْضَلَا

ترجمہ:۔ اور خوش ہوگئی اس پر اس کی زمین، پھر وہ پھٹ گئی مرکب خوشبو، یا زعفران کے ساتھ جب کہ یہ تر اور سیراب ہوگیا۔

شرح فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مذکورہ بالاصفات (اللہ وحدہ کی طرف متوجہ ہونے اور قرآنِ کریم کو اپنی زندگی کا نصب العین اور پیشوا بنانے) کا حامل ہو تو وہ دنیا کی جس سرزمین پر جائے گا اور جس علاقہ میں قیام کرے گا وہاں کے حالات اس کے لیے سازگار ہو جائیں گے، لوگ اس کو اپنا امام، پیشوا اور مقتدی بنائیں گے، یہاں تک کہ وہاں کی زمین ہر خوشبو کے ساتھ پھٹ جائے گی یعنی اپنے خزانے اُگل کر اس کے قدموں میں ڈال دے گی اور ذلیل ہو کر اس کے قدموں میں آئے گی۔

(۸۶) فَطُوْبٰى لَهٗ وَالشَّوْقُ يَبْعَثُ هَمَّهٗ
وَزَنْدُ الْاَسٰى يَهْتَاجُ فِى الْقَلْبِ مُشْعِلَا

ترجمہ:۔ پس خوش خبری ہے اس (قاری) کے لیے (جس کے اندر مذکورہ بالا صفات ہوں اور) اس کی حالت یہ ہو کہ شوق اس کے ارادہ کو (طاعات وعبادات اور تقویٰ وپرہیزگاری) پر ابھارتا رہتا ہو، اور افسوس کی چقماق (چنگاری) اس کے دل میں بھڑکتی رہتی ہو (ان ساعات پر جو توجہ الی اللہ اور طاعات وعبادات کے بغیر گذر گئیں) اس حال میں کہ وہ شعلے پھینکنے والی ہے۔

شرح اس شخص کو خوش خبری سناتے ہوئے مبارک باد دیتے ہیں کہ طاعت وعبادت، خوف وخشیت، تقویٰ وپرہیزگاری اورانابت الی اللہ جیسی صفات جس کا مزاج بن گیا ہو، اور نیک اعمال جو اس سے صادر ہوتے ہیں۔ وہ صرف جہنم کے خوف اور جنت کے اشتیاق سے نہیں بلکہ اس کی طبیعت میں ان کا شوق پیدا ہو کر مزاج بن گیا ہو، اور جو اوقات توجہ الی اللہ سے خالی گذر گئے ان پر افسوس کی چنگاریاں اس کے دل کو جلاتی رہتی ہوں۔

هُوَ الْمُجْتَبیٰ یَغْدُو وَعَلَی النَّاسِ کُلِّهِمْ
(۸۷) قَرِیبًا غَرِیبًا مُسْتَمَالًا مُؤَمَّلًا

ترجمہ: وہ (قاری جس کی صفات ذکر کی گئی ہیں) پسندیدہ ہے وہ تمام لوگوں پر اس حال میں گذرتا ہے کہ قریب ہوتا ہے، اجنبی ہوتا ہے، اس کی توجہ طلب کی جاتی ہے اور اس سے امید کی جاتی ہے۔

شرح اوپر جو صفات ذکر کی گئی ہیں ان سے متصف ہو جانے والا قاری اللہ اور اللہ کے بندوں کا پسندیدہ ہوتا ہے، اور اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ سب سے قریب رہتا ہے یعنی غرور وتکبر کی وجہ سے عام لوگوں سے ملنا ہی پسند نہ کرے، ایسا نہیں ہے، بلکہ تواضع وانکساری سے متصف ہے، اس لیے سب سے محبّت وخندہ پیشانی سے ملتا ہے۔

دوسری صفت اس میں یہ ہے کہ اجنبی معلوم ہوتا ہے یعنی چونکہ اس کے اندر وہ صفاتِ حسنہ ہیں جو عام لوگوں میں بلکہ بہت سے خواص میں بھی نہیں ہوتیں، اس لیے وہ اجنبی اور ممتاز دکھائی دیتا ہے۔

تیسری صفت اس میں یہ بھی ہے کہ لوگ اس کی بزرگی کی وجہ سے اس کو اپنی جانب متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔

اور چوتھی صفت یہ ہے کہ بہت سی مشکلات، مصائب اور پریشانیوں کے وقت اس سے دعا کرا کر آفات سے محفوظ ہونے کی امید رکھتے ہیں۔

(۸۸) یَعُدُّ جَمِیعَ النَّاسِ مَولیً لِاَنَّھُمْ
عَلٰی مَا قَضَاہُ اللّٰہُ یُجْرُونَ اَفْعُلَا

ترجمہ:۔ وہ سب لوگوں کو مولیٰ شمار کرتا ہے اس لیے کہ وہ لوگ افعال کے اعتبار سے اللہ کے فیصلہ کے مطابق چل رہے ہیں۔

شرح وہی قاری بہت دیر سے جس کے اوصاف بیان ہو رہے ہیں، اسی کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ سب لوگوں کو اپنا سردار سمجھتا ہے یعنی خود کو سب سے چھوٹا اور کمتر اور دوسروں کو اپنے سے بڑا، اعلیٰ اور افضل سمجھتا ہے۔ دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ سب کو اللہ کا غلام سمجھتا ہے اور غلام کا کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ فعل بھی چونکہ آقا کی مرضی کے خلاف نہیں ہوا کرتا، اس لیے لوگوں سے جو کچھ بھی افعال صادر ہو رہے ہیں۔ یہ سمجھتا ہے کہ یہ سب منجانب اللہ ہے، نہ کسی سے لڑتا جھگڑتا ہے، نہ کسی سے انتقام لیتا ہے اور نہ کسی سے کسی قسم کا اندیشہ کرتا ہے۔

(۸۹) یَرٰی نَفْسَہٗ بِالذَّمِّ اَوْلٰی لِاَنَّھَا
عَلَی الْمَجْدِ لَمْ تَلْعَقْ مِنَ الصَّبْرِ وَالْاَلَا

ترجمہ:۔ وہ (قاری) اپنے نفس کو مذمت کے زیادہ لائق سمجھتا ہے۔ اس لیے کہ اس (نفس) نے بزرگی حاصل کرنے (تزکیہ) کے لیے صبر اور مشقت کی تلخی کو چکھا تک نہیں۔

شرح عارفین و متقین خود کو اوروں سے کمتر اور برا خیال کرتے ہیں اور ان کی نظر دوسروں کے عیوب پر نہیں بلکہ اپنے عیوب و نقائص پر ہوتی ہے

اور چونکہ وہ اپنے نفس کی شرارتوں سے خوب واقف ہوتے ہیں اس لیے وہ خود کو ہی ملامت و مذمت کا مستحق سمجھتے ہیں۔ اس لیے فرمایا کہ وہ اپنے نفس کو مذمت کے زیادہ لائق تصور کرتا ہے۔

(۹۰)
وَقَدْ قِيلَ كُنْ كَالْكَلْبِ يُقْصِيهِ اَهْلُهُ
وَمَا يَأْتَلِي فِي نُصْحِهِمْ مُتَبَذِّلًا

ترجمہ:۔ اور بعض لوگوں نے کہا ہے (کہ اگر کچھ اور نہیں کر سکتے تو کم از کم) کتے (ہی) جیسے ہو جاؤ۔ (جس کا وصف یہ ہے کہ) اس کو اس کا مالک دور دور کرتا ہے (لیکن) وہ ان کی بھلائی و ہمدردی میں کمی نہیں کرتا (یہاں تک کہ بسا اوقات) قربان تک ہو جاتا ہے۔

شرح بعض بزرگوں کی یہ نصیحت آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ کتے جیسی وفاداری اگر انسان اپنے مالکِ حقیقی کے ساتھ کر لے تو اس کا بیڑا پار ہو جائے، کتے کو اس کا مالک کتنا ہی دور دور کرے، مارے، پیٹے، بھوکا پیاسا رکھے اور اس کا کوئی حق ادا نہ کرے، لیکن کتے کی وفاداری میں کوئی کمی نہیں آتی، وہ اس کے باوجود بھی اپنے مالک کا نہ صرف وفادار بلکہ پورا ہمدرد و خیر خواہ رہتا ہے اور اس کے جان و مال کی حفاظت میں بسا اوقات اپنی جان تک قربان کر دیتا ہے۔ اگر انسان اپنے مالک کا صرف اتنا ہی وفادار اور تابع دار ہو جائے تو عارف باللہ بن جائے اور اس کو فنا فی اللہ کا مقام حاصل ہو جائے۔

(۹۱)
لَعَلَّ اِلٰهَ الْعَرْشِ يَا اِخْوَتِي يَقِي
جَمَاعَتَنَا كُلَّ الْمَكَارِهِ هُوَّلًا

ترجمہ:۔ اے میرے بھائیو (اگر تم لوگ میری اس نصیحت پر اور اس سے پہلے جتنی نصیحتیں کی گئی ہیں ان پر عمل کر لو تو) امید ہے کہ عرش کا مالک ہماری

جماعت کو تمام مشکلات اور پریشانیوں سے بچالے گا، درانحالیکہ ـــ وہ مشکلات خوف زدہ کرنے والی اور گھبراہٹ میں ڈال دینے والی ہیں۔

شرح نصیحت کا پڑھ لینا یا سُن لینا کافی نہیں۔ اس لیے فرماتے ہیں کہ (میں نے دل کی گہرائیوں سے) جو نصیحتیں کی ہیں ان پر عمل کیا جائے تاکہ ان کا فائدہ حاصل ہو۔ اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ہماری پوری جماعت کو دنیوی اور اخروی مشکلات اور پریشانیوں سے محفوظ فرما دے گا۔ انشاءاللہ العزیز۔

وَيَجْعَلُنَا مِمَّنْ يَّكُوْنُ كِتَابُهٗ
(۹۲) شَفِيْعًا لَّهُمْ اِذْ مَا نَسُوْهُ فَيَمْحَلَا

ترجمہ:۔ اور (یہ بھی امید ہے کہ) اللہ تعالےٰ ہمارا شمار ان لوگوں میں فرمادے کہ اللہ کی کتاب جن کی شفاعت کرنے والی ہوگی، کیوں کہ انھوں نے اس کو بھلایا نہیں تھا (پسِ پشت نہیں ڈالا تھا) کہ وہ ان کی شکایت کرتی۔

شرح ان قیمتی نصائح پر عمل کرنے کا مطلب ہوگا قرآنِ کریم پر عمل کرنا، اور قرآنِ کریم پر جب عمل کیا جائے گا تو وہ قیامت میں سفارشی بنے گا اور جن لوگوں نے دنیا میں اس کو پسِ پشت ڈالا، اور اس پر عمل نہ کیا تو بجائے شافع کے شاکی بنے گا۔ جس سے عاقبت کی بربادی لازم ہے جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں ہے اَلْقُرْاٰنُ حُجَّةٌ لَّكَ اَوْ عَلَيْكَ۔

وَبِاللّٰهِ حَوْلِيْ وَاعْتِصَامِيْ وَقُوَّتِيْ
(۹۳) وَمَالِيَ اِلَّا سِتْرُهٗ مُتَجَلِّلَا

ترجمہ:۔ اور اللہ ہی کی مدد سے ہے میرا (معصیت سے طاعت کی طرف) پھر جانا۔ اور میرا (گناہوں سے) بچنا۔ اور میرا (عبادات وطاعات پر) قوی

اور قادر ہونا، اور میرے لیے تو (حقیقت میں) اس کی صفت ستاری کے علاوہ کوئی سہارا ہی نہیں، اس حال میں کہ وہ (گناہوں کو) ڈھانکنے اور چھپانے والی ہے۔

شرح فرماتے ہیں کہ معصیت ونافرمانی سے بھرپور زندگی چھوڑ کر اطاعت وعبادت سے معمور زندگی کو اختیار کرنا، اور گناہوں سے بچنا، اور نفس کی شیطنت کو دبا کر خود کو طاعت پر آمادہ کرنا، یہ سب چیزیں صرف اللہ کی مدد سے ہیں، میرا یا کسی بھی انسان کا اس میں کوئی کمال نہیں۔

دوسری بات یہ کہ اللہ ستّارُ العیوب ہیں انھوں نے اپنی صفت ستّاری سے میرے عیوب پر پردہ ڈال رکھا ہے اور ان کی اسی صفت کا سہارا ــــــ مجھے حاصل ہے۔

(۹۴) فَیَا رَبِّ اَنْتَ اللّٰہُ حَسْبِیْ وَعُدَّتِیْ
عَلَیْکَ اعْتِمَادِیْ ضَارِعًا مُتَوَکِّلَا

ترجمہ: پس اے میرے رب آپ اللہ ہیں، مجھ کو کافی ہیں، اور میرا اسباب ہیں، آپ ہی (کی ذات) پر میرا بھروسہ ہے، اس حال میں کہ تضرع اور توکل کرنے والا ہوں۔

شرح آخر میں پوری عاجزی اور کامل تواضع کے ساتھ متوجہ الی اللہ ہو کر ارشاد فرماتے ہیں کہ یا اللہ آپ میرے پروردگار اور میری ہر چیز کے ذمہ دار ہیں، بس آپ ہی مجھے کافی ہیں، مجھے اور کسی کی کوئی ضرورت نہیں ــ آپ ہی کی ذاتِ عالی پر میں پورا بھروسہ رکھتا ہوں۔ آپ کے علاوہ مجھے کسی سے کچھ لینا دینا نہیں۔ آپ اپنے سوا کسی کا مجھے محتاج نہ بنائیں۔

بَابُ الاِسۡتِعَاذَةِ

استعاذہ کے لغوی معنی پناہ چاہنا، اور اصطلاح میں تلاوتِ قرآن کرتے وقت پہلے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھنا۔ استعاذہ قرآنِ کریم کا جز نہیں البتہ تلاوت کے آداب میں سے ہے۔

اس باب میں یہ بتانا ہے کہ استعاذہ کیسے کیا جائے، کب کیا جائے اور اس میں ائمۂ سبعہ کے مذاہب کیا کیا ہیں۔

اِذَا مَا اَرَدْتَ الدَّهْرَ تَقْرَاُ فَاسْتَعِذْ
جِهَارًا مِنَ الشَّيْطَانِ بِاللّٰهِ مُسْجَلَا (۹۵/۱)

ترجمہ:۔ جب تم کسی بھی وقت قرأت کرنے کا ارادہ کرو تو بلند آواز سے شیطان سے اللہ کی پناہ چاہ لو، مطلقاً۔

شرح الدَّهْرَ۔ جس زمانہ میں یعنی جس وقت بھی قرآنِ کریم پڑھنے کا ارادہ ہو، تو استعاذہ کرنا چاہیئے۔ نماز میں ہو یا خارج نماز۔ استعاذہ جمہور کے نزدیک مستحب ہے اور بعض کے نزدیک واجب ہے۔ علامہ نے فرمایا کہ استعاذہ بلند آواز سے کیا جائے۔ لیکن اس میں تفصیل یہ ہے کہ تلاوت اگر بلند آواز سے کرنا یا تعلیم مقصود ہو، تو بلند آواز سے کیا جائے اور اگر تلاوت آہستہ آواز سے کرنا ہے تو استعاذہ بھی آہستہ کیا جائے۔ البتہ نماز میں بالاتفاق آہستہ ہی ہے۔

مسجلا۔ (مطلقاً) یعنی تلاوت خواہ کسی سورت سے شروع کریں۔ یا درمیان سورت سے۔ اور خواہ حفصؒ کی روایت میں پڑھیں یا کسی اور روایت یا

قرأت میں، استعاذہ ہر حال میں کیا جائے۔

عَلیٰ مَا اَتیٰ فِی النَّحلِ یُسْرًا وَّاِنْ تَزِدْ
لِرَبِّکَ تَنزِیهًا فلسْتَ مُجَهَّلَا (۹۶/۲)

ترجمہ:۔ ان الفاظ کے مطابق جو سورۃ نحل میں آئے ہیں درانحالیکہ وہ آسان ہیں، اور اگر تو نے اپنے رب کی پاکی بیان کرنے کے لیے (کچھ الفاظ) زیادہ کر دیئے تو تجھ کو جاہل قرار نہیں دیا جائے گا۔

شرح سورۃ نحل میں وارد فاستَعِذْ باللّٰهِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمْ کے الفاظ کے مطابق یعنی صرف فاستعذ کی جگہ اَعُوْذُ لگا کر اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھا جائے، تو یہ استعاذہ آسان ہے بنسبت اس کے کہ ان الفاظ میں تغیر و تبدل یا زیادتی کی جائے۔ جیسے اعوذ باللہِ السمیعِ العَلیمِ مِنَ الشیطٰنِ الرجیم۔ یا اَعُوْذُ باللّٰہِ مِنَ الشیطٰن الرجیم اِنَّهٗ هُوَ السَّمیع العلیم وغیرہ۔ ہاں اس قسم کی زیادتی اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے کی غرض سے جائز ہے فَلَسْتَ مُجَهَّلَا یعنی اس قسم کی زیادتی سے تم پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوگا۔

وَقَدْ ذَکَرُوْا لَفْظَ الرَّسُوْلِ فَلَمْ یَزِدْ
وَلَوْ صَحَّ هٰذَا النَّقْلُ لَمْ یُبْقِ مُجْمَلَا (۹۷/۳)

ترجمہ:۔ اور علماء نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ (روایت عبداللہ بن مسعودؓ اور نافع بن جبیر بن مطعمؓ) کو ذکر کیا ہے (جن سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پر کسی لفظ کا) اضافہ نہیں فرمایا۔ اور اگر یہ روایتیں صحیح ہوتیں تو آیت فاستعذ باللہ الخ میں اجمال باقی نہ رہنے دیتیں (یعنی وہ دونوں روایتیں صحیح

نہیں ہیں)۔

شرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ العَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم پڑھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے ام عبد کے بیٹے اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھ۔ یہ جبرئیلؑ سے پھر میکائیلؑ سے پھر لوحِ محفوظ سے اسی طرح ہے، مجھ کو جبرئیلؑ نے قلم سے پھر لوح محفوظ سے لے کر اسی طرح پڑھایا ہے۔

دوسری روایت حضرت نافع کی ہے، انھوں نے جبیر بن مطعم اور انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم پڑھا اور فرمایا کہ میں نے حضرت جبرئیلؑ کے سامنے اسی طرح پڑھا ہے۔

یہ دو روایتیں ایسی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم کے الفاظ میں کسی لفظ کا اضافہ نہیں فرمایا، اور انھیں روایتوں کی بنا پر بہت سے علماء نے فرمایا ہے کہ سورۂ نحل کے الفاظ میں کسی لفظ کا اضافہ نہ کیا جائے۔ لیکن علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں روایتیں ضعیف ہیں، اگر یہ روایتیں صحیح ہوتیں تو سورۂ نحل کی آیت کا اجمال ختم ہو کر یہ بات متعین ہو جاتی کہ استعاذہ صرف اعوذ باللہ من الشیطٰنِ الرجیم ہی کے الفاظ سے کیا جا سکتا ہے۔

اور سورۂ نحل کی آیت فاستعذ باللہ کا اجمال یہ ہے کہ اس آیت سے استعاذہ کرنے کا حکم تو معلوم ہو رہا ہے، لیکن کن الفاظ سے کیا جائے، یہ نہیں معلوم ہوتا۔ لہٰذا جن الفاظ سے بھی کر لیا جائے مقصود حاصل ہو جائے گا۔ البتہ بہتر و اولیٰ یہی ہے کہ استعاذہ اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم کے الفاظ

ہی سے کیا جائے، کیوں کہ یہ آیتِ قرآنی کے موافق بھی ہیں اور مختصر بھی۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ آیت فاستعذ کی پوری موافقت تو اس صورت میں ہوسکتی ہے جب کہ اَسْتَعِیْذُ بِاللہِ کہا جائے، اس کا جواب یہ ہے کہ فاستعذ میں پناہ چاہنے کا حکم ہے اور اس حکم کو پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ جو تعلیم دی ہے وہ اعوذ ہے، جیسے قُلْ اَعُوْذُ۔ اِنِّیْ اَعُوْذُ لہٰذا اعوذُ باللہ کہنے سے دونوں آیتوں پر عمل ہوجاتا ہے۔

وَفِیْہِ مَقَالٌ فِی الْاُصُوْلِ فُرُوْعُہٗ
فَلَا تَعْدُ مِنْہَا بَاسِقًا وَّ مُظَلِّلَا (۹۸/۴)

ترجمہ:۔ اور اس تعوذ کے الفاظ کی تعیین، اس کے الفاظ میں زیادتی کرنے نہ کرنے، اور حدیث کے صحیح ہونے، نہ ہونے کے سلسلہ میں طویل بحث ہے۔ بڑی کتابوں میں اس کی تفصیلات ہیں۔ تم ان (تفصیلات) سے تجاوز نہ کرو (ضرور مطالعہ کرو) اس حال میں کہ یہ مفصل اور سایہ ڈالنے والی ہیں۔

شرح استعاذہ کن الفاظ سے کیا جائے۔ آیا اعوذ باللہ مِنَ الشیطٰن الرّجیم کے الفاظ ہی ضروری ہیں یا ان میں السمیع، العلیم وغیرہ الفاظ۔ کا اضافہ کیا جاسکتا ہے، یا اس کے الفاظ میں کمی کرکے صرف اعوذ باللہ من الشیطٰن بھی کہنا صحیح ہے۔ نیز فاستعذ صیغۂ امر وجوب کے لیے ہے یا استحباب کے لیے۔ اس قسم کی بحثیں اور ان کی تفصیلات بڑی کتابوں (مثلاً کامل، ایضاح، مصباح اور ایضاح البیان وغیرہ میں ہیں) ہماری کتاب چونکہ نہایت مختصر ہے اس لیے ان کو یہاں نہیں بیان کیا جاسکتا۔ آپ کو چاہیے کہ ان کتابوں کا مطالعہ کریں تاکہ اس سلسلہ کے اقوال مختلفہ اور تفصیلات سے آگاہ ہوسکیں، یہ کتابیں

مفصل بھی ہیں اور مدلل بھی۔

وَاِخْفَاؤُهُ (فَ)صْلُ (اَ)بَاهُ وُعَاتُنَا
وَكَمْ مِنْ فَتًى كَالْمَهْدَوِيِّ فِيهِ اَعْمَلَا (۹۹/۵)

ترجمہ: اور اس (اعوذ) کا آہستہ پڑھنا امام حمزہ اور امام نافع کے لیے ایک ایسی فصل ہے جس کا ہمارے علماء نے انکار کیا ہے۔ اور بہت سے جوان ہیں۔ جیسے (ابو العباس احمد بن عمار) مہدوی کہ انھوں نے (اس کو صحیح ثابت کرنے میں اپنا فکر) استعمال کیا ہے۔

شرح شعر ۴۵ میں علامہؒ نے فرمایا تھا کہ قراءتوں اور روایتوں کو بیان کرنے کے لیے ائمہ اور رواۃ کے ناموں کے بجائے رموز استعمال کی جائیں گی تاکہ کتاب طویل نہ ہو۔ چنانچہ اس شعر میں پہلا موقع ہے ۔۔ کہ فصل کی فاء اور اَبَاهُ کا ہمزہ بطورِ رمز استعمال ہوا ہے۔ فاء امام حمزہ کی، اور ہمزہ (الف) امام نافع کی رمز ہے۔ اور شعر ۴۶ میں فرمایا تھا کہ جب مسئلہ ختم ہو جائے گا تو ہم واؤ لائیں گے جو دو مسئلوں میں جدائی کرنے کے لیے ہوگی۔ چنانچہ وُعَاتُنَا کی واؤ اسی غرض کو پورا کر رہی ہے۔

اس شعر میں یہ فرماتے ہیں کہ امام حمزہ اور امام نافعؒ استعاذہ کو آہستہ پڑھتے ہیں لیکن محققین علماء اس کا انکار کرتے ہیں۔

لفظ فصل کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ بحث[1] اور جدائی[2]۔ اگر بحث کے معنی لیے جائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ اعوذ کا آہستہ پڑھنا ایک ایسی بحث ہے جس کا محققین و ماہرین نے انکار کیا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد فاستعذ باللہ مطلق ہے، اس کو آہستہ کی قید کے ساتھ مقید کرنا صحیح نہیں۔ اور اگر جدائی کے معنی لیے جائیں تو معنی یہ ہوں گے کہ اعوذ کا آہستہ پڑھنا قرآن اور غیر قرآن میں

جدائی کرنا ہے۔

اس لیے کہ جب اعوذ کو آہستہ پڑھ کر بسم اللہ سے جہراً پڑھا جائے گا تو سامع سمجھ جائے گا کہ اعوذ قرآن میں سے نہیں ہے لیکن ماہرین قراء نے اس کو اختیار نہیں کیا۔

اور جمہور کے نزدیک اعوذ کو آہستہ اور بلند دونوں طرح پڑھنے کا اختیار ہے لیکن بلند آواز سے پڑھنا اولیٰ ہے۔

دوسرے مصرعہ میں فرماتے ہیں کہ اعوذ آہستہ پڑھنے کو بہت سے علماء نے اختیار کیا ہے، جیسے مہدوی (یہ عالم مہدیہ کے رہنے والے ہیں جو افریقہ میں واقع ہے) ـــ انھوں نے اس کی صحت کو دلائل سے مبرہن بھی کیا ہے۔

بَابُ البَسمَلَةِ

(۱۰۰ / ۱)
وَبَسمَلَ بَینَ السُّورَتَینِ (بِ) سُنَّةٍ
(رِ) جَالٌ (نَ) مَوهَا (دِ) رْیَةً وَّتَحَمُّلَا

ترجمہ:- اور بسم اللہ پڑھی ہے دو سورتوں کے درمیان قالون، کسائی، عاصم۔ اور ابن کثیر نے، حدیث پر عمل کرتے ہوئے) ان علماء نے اس (حدیث) کو مرفوع بیان کیا ہے اس حال میں کہ یہ روایت و درایت کے جامع ہیں

شرح اس شعر میں سات اماموں میں سے ساڑھے تین یعنی تین امام ـــ اور ایک راوی ابن کثیر، عاصم، کسائی، قالون کا مذہب بیان فرمایا کہ یہ حضرات ایک سورت کو ختم کر کے جب دوسری شروع کرتے ہیں تو بسم اللہ پڑھتے ہیں، ساتھ ہی ساتھ اس کی ضد سے یہ بات بھی سمجھ میں آگئی کہ باقی ساڑھے تین امام بین السورتین

بسم اللہ نہیں پڑھتے، وہ کیا کرتے ہیں یہ اگلے شعر میں آرہا ہے۔

بِسُنَّۃٍ سے ان احادیث کی طرف اشارہ ہے جن سے بسم اللہ کا ثبوت ہے۔ مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو کچھ مصاحف میں ہے اسے پڑھو، اور بسم اللہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے مکتوب چلی آرہی ہے۔ دوسری روایت حضرت ابن عباسؓ وسعید بن جبیرؓ کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بسم اللہ نازل ہوتی تھی تو آپ سمجھ لیتے کہ اب پہلی سورت ختم ہوگئی وغیرہ وغیرہ۔

حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ بسم اللہ قرآنِ کریم کا جزو اور مستقل آیت ہے۔ جو دوسورتوں میں فصل کرنے کے لیے نازل ہوئی ہے لیکن ہر سورت کا جزو نہیں ہے۔

وَوَصْلُكَ بَيْنَ السُّورَتَيْنِ (فَ) صَاحَةٌ

(۱۰۱/۲) وَصِلْ وَاسْكُتَنْ (كُ) لٌّ (جَ) لَايَاهُ (حَ) صَّلَا

ترجمہ:- اور تیرا وصل کر دینا دوسورتوں کے درمیان (فا، والے امام حمزہ کے لیے) فصاحت ہے، اور وصل کر اور ضرور سکتہ کر (ك، ج، ح والوں ابن عامر ورش اور بصری کے لیے) ان سب حضرات نے اپنی واضح دلیلوں کو حاصل کرلیا ہے۔

شرح بین السورتین بسم اللہ نہ پڑھنے والے ساڑھے تین اماموں کا مذہب بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان میں سے فا والے امام حمزہ تو وصل کرتے ہیں، یعنی ختم ہونے والی سورت کے اخیر کو شروع ہونے والی سورت سے ملا دیتے ہیں۔ درمیان میں بسم اللہ نہیں پڑھتے اور باقی ک، ج اور ح والے ڈھائی امام یعنی ابن عامر، ورش اور ابوعمرو بصری کے لیے دو وجہ ہیں (۱) بسم اللہ کے بغیر امام حمزہ کی طرح وصل (۲) اور ختم ہونے والی سورۃ کے آخر پر بغیر سانس لیے سکتہ۔ اس کو تخییر کہتے ہیں۔

وَلَانَصَّ کَلَّا حُبَّ وَجْهٌ ذَکَرْتُهُ
وَفِیْهَا خِلَافٌ (جِ) یْدُهُ وَاضِحُ الطُّلَا (۱۰۲/۳)

ترجمہ: اور (اس تخییر کے بارے میں ان ڈھائی اماموں سے) ہرگز کوئی نص نہیں ہے (لیکن) پسند کی گئی ہے، وہ وجہ (تخییر) جس کو میں نے ذکر کیا ہے۔
اور بسم اللہ (پڑھنے کے بارے میں) جیم والے (ورش) کا خلاف ایسی گردن کی طرح (مشہور ہے) جیسے بلند کناروں والی گردن (مشہور ہوتی ہے)۔

شرح فرماتے ہیں کہ ابن عامر، ورش اور بصری کے لیے ابھی وصل وسکتہ کی تخییر گذری ہے، یہ ان ڈھائی اماموں سے صراحۃً منقول نہیں ہے لیکن فن کے ماہرین اور شیوخ نے اُن کے لیے یہ دو وجہ پسند فرمائی ہیں۔
اور حضرت ورش رح جن کی رمز جیم جِیْدُہٗ میں استعمال فرمائی ہے ان کے لیے بسم اللہ میں بھی خلف ہے اور ان کا مذہب ایسا مشہور ہے جیسے لمبی گردن والا چھوٹی گردن والوں میں مشہور ہوتا ہے، یعنی ابوعمرو، ابن عامر اور ورش کے لیے دو وجہیں بتائی تھیں کہ بین السورتین بغیر بسم اللہ کے وصل بھی کیا جاسکتا ہے اور پہلی سورۃ کو ختم کر کے تھوڑی دیر آواز بند کریں اور بغیر سانس لیے دوسری سورۃ شروع کر دیں، اس طور پر سکتہ بھی کیا جاسکتا ہے۔ لیکن انھیں ڈھائی اماموں میں سے ورش رح کے لیے بسم اللہ کا پڑھنا بھی۔ ثابت ہے، گویا ابوعمرو و ابن عامر کے لیے تو دو ہی وجہ رہیں وصل[۱] اور سکتہ[۲]۔ اور ورش کے لیے تین ہوگئیں۔ وصل[۱] سکتہ[۲] بسم اللہ[۳]۔
یہ دونوں سورتیں بالترتیب ہوں جیسے سورۃ النباء کے بعد سورۃ والنازعات یا بلاترتیب ہوں جیسے سورۃ النباء کے بعد سورۃ البروج، دونوں صورتوں میں یہی

حکم ہے۔

وَسَکۡتُهُمُ الۡمُخۡتَارُ دُوۡنَ تَنَفُّسٍ
(۱۰۳/۴) وَبَعۡضُهُمۡ فِی الۡاَرۡبَعِ الزُّهۡرِ بَسۡمَلَا

ترجمہ:۔ اور ان (ورش، ابوعمرو، ابن عامر) کا پسندیدہ سکتہ بغیر سانس لیے ہوئے ہے۔ اور ان میں کے بعض نے چار روشن سورتوں میں (ان تینوں کے لیے بغیر نص کے) بسم اللہ پڑھی ہے۔

لَهُمۡ دُوۡنَ نَصٍّ وَّهُوَ فِیۡهِنَّ سَاكِتٌ
(۱۰۴/۵) لِحَمۡزَةَ فَافۡهَمۡهُ وَلَیۡسَ مُخَذَّلَا

ترجمہ:۔ (لَهُمۡ دُوۡنَ نَصٍّ کا ترجمہ اوپر گذر چکا) اور وہی (بعض) ان چاروں سورتوں میں سکتہ کرنے والے ہیں، امام حمزہ کے لیے، تم اس کو (اچھی طرح) سمجھ لو (کیوں کہ یہ) متروک العمل نہیں ہے۔

شرح شعر ۱۰۳ میں بتایا کہ دو سورتوں کے درمیان تارکین بسم اللہ میں سے جن کے نزدیک سکتہ ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ سورۃ ختم کرنے کے بعد آواز بند کر کے ایک لمحہ کے لیے سانس روک لیا جائے، اور پھر دوسری سورۃ شروع کر دی جائے۔ اور اسی شعر میں دوسری بات یہ فرمائی کہ بعض شیوخ بغیر کسی نص یعنی بغیر اس بات کے کہ ان سے اس کی کوئی صراحت منقول ہو، سکتہ کرنے والوں کے لیے چار سورتوں کے شروع میں معنوی مناسبت کی وجہ سے بسم اللہ پڑھنا پسند فرماتے ہیں جب کہ ان سے ماقبل والی سورۃ کو ختم کر کے ان سے ملا کر پڑھا جا رہا ہو۔ وہ چار سورتیں ہیں۔

سورۃ المدثر کے بعد سورۃ القیامہ۔ سورۃ الفجر کے بعد سورۃ البلد۔ سورۃ الانفطار کے بعد سورۃ التطفیف، اور سورۃ العصر کے بعد سورۃ الہمزۃ۔ اور معنوی مناسبت یہ

ہے کہ وَاَھْلُ الْمَغْفِرَۃ کے بعد فوراً لا پڑھنا، ایسے ہی وَادْخُلِی جَنَّتِی کے بعد لا کا ملا دینا۔ وَالْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِلّٰہ کے بعد وَیْلٌ اور وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ کے بعد بھی وَیْلٌ کا اتصال معنوی اعتبار سے بہتر معلوم نہیں ہوتا۔ لہٰذا وہ حضرات ان میں بسم اللہ کے ذریعہ فصل کر دیتے ہیں۔

شعر ۱۰۴ میں فرمایا کہ وہی بعض حضرات جو ان چار سورتوں میں سکتہ کرنے والوں کے لیے بسم اللہ پڑھتے ہیں، امام حمزہ (جو بین السورتین وصل کرتے ہیں) کے لیے بین السورتین سکتہ کرتے ہیں۔ اور یہ چیز ایسی ہے کہ اس پر عمل ہونا چاہیے، لہٰذا اس کو ضعیف سمجھ کر متروک نہ کر دیا جائے۔ انتہیٰ

لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ ان چاروں سورتوں کا حکم بھی وہی ہے جو اور سورتوں کا ہے یعنی ابوعمرو، ابن عامر اور ورش کے لیے وصل وسکتہ اور امام حمزہ کے لیے صرف وصل۔

اور رہی یہ بات کہ معنوی مناسبت کا تقاضا ہے کہ بسم اللہ سے فصل کیا جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب بسم اللہ کے ذریعہ فصل کریں گے تو اس کے اخیر میں بھی اللہ کی صفت رَحِیْمٌ موجود ہے اس کا اتصال لا اور وَیْلٌ سے ہو جائے گا۔ اس لیے اس عدم مناسبت سے پھر بھی مفر نہیں۔

(۱۰۵/۶) وَمَھْمَا تَصِلْھَا اَوْ بَدَاْتَ بَرَاءَۃً
لِتَنْزِیْلِھَا بِالسَّیْفِ لَسْتَ مُبَسْمِلاَ

ترجمہ:۔ اور جب تم وصل کرو اس (سورۃ البراءۃ) کا (سورۃ الانفال کے ساتھ) یا ابتداء کرو (تلاوت کی) سورۂ براءۃ سے تو اس کے تلوار (جہاد پر مشتمل آیات) کے ساتھ نازل ہونے کی وجہ سے بسم اللہ پڑھنے والے نہ ہو۔

☆

شرح فرماتے ہیں کہ سورۂ براءۃ کے شروع میں چونکہ۔ اللہ تعالیٰ کے غضب و غصّہ پر مشتمل مضمون اور فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ جیسی آیات ہیں اس لیے اس پر بسم اللہ کسی کے لیے نہیں ہے۔ خواہ سورۂ انفال کے ختم کے بعد سورۂ براءۃ پڑھی جائے یا سورۂ براءۃ ہی سے تلاوت کی ابتداء کی جائے۔ اور وجہ اسکی یہ ہے کہ بسم اللہ میں رحمٰن ورحیم رحمت کے صیغے ہیں ان کا غضب و غصّہ کے ساتھ جمع کرنا مناسب نہیں۔ یہ تو حکمت ہے جو حضرت علی رضؓ سے منقول ہے۔ اور علت یہ ہے کہ اس سورۃ پر بسم اللہ نازل ہی نہیں ہوئی۔ اور نہ حضرات صحابہؓ نے مصاحف میں یہاں بسم اللہ لکھی ہے۔

(۱۰۶/۷)
وَلَابُدَّ مِنْهَا فِيْ ابْتِدَائِكَ سُوْرَةً
سِوَاهَا وَفِي الْأَجْزَاءِ خُيِّرَ مَنْ تَلَا

ترجمہ: اور ضروری ہے (بسم اللہ کا ہونا) تیرے سورۃ براءۃ کے علاوہ۔ کسی سورۃ سے ابتداء کرنے کی صورت میں، اور اجزاء (سورتوں کے درمیان) میں اس شخص کو اختیار دیا گیا ہے جو تلاوت کرے۔

شرح فرماتے ہیں کہ سورۂ براءت کے علاوہ کسی بھی سورۃ سے تلاوت کی ابتداء کی جائے تو بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے، اور اگر سورۃ کا کوئی جزو یعنی کوئی آیت، آیت کا ٹکڑا، یا رکوع پڑھنا ہو، تو اختیار ہے بسم اللہ پڑھے یا نہ پڑھے۔ سورۃ براءۃ کی درمیانی آیات کا بھی یہ ہی حکم ہے یعنی ان کی ابتداء میں بھی بسم اللہ پڑھنے، نہ پڑھنے کا اختیار ہے۔

(۱۰۷/۸)
وَمَهْمَا تَصِلْهَا مَعْ اَوَاخِرِ سُوْرَةٍ
فَلَا تَقِفَنَّ الدَّهْرَ فِيْهَا فَتَثْقُلَا

ترجمہ: اور جب تم بسم اللہ کا کسی سورۃ کے اواخر کے ساتھ وصل کرو۔ تو

اس پر کبھی بھی ہرگز وقف نہ کرو۔ (اگر تم نے ایسا کیا تو یہ چیز بڑی) ثقیل (اور قابلِ اعتراض ہوگی)۔

شرح فرماتے ہیں کہ اگر کسی سورۃ کے ختم پر وقف نہ کر کے بسم اللہ کو اسی کے ساتھ ملا دیا ــــ یعنی وصلِ اول فصلِ ثانی سے پڑھا جائے تو بسم اللہ کے ختم پر ہرگز وقف نہیں کرنا چاہیئے۔ اس لیے کہ بسم اللہ سورتوں کی ابتداء کے لیے ہے نہ کہ اختتام کے لیے۔ اور اس صورت میں یہ وہم ہوتا ہے کہ بسم اللہ اختتام سورۃ کے لیے ہے۔

سُورۃ اُمِّ القُرآن

سورۃ فاتحہ کے علماء نے بہت سے نام شمار کرائے ہیں، ان میں سے ــــ امّ القرآن بھی ہے۔ "اُمّ" اصل اور جڑ کے معنی میں ہے۔ سورۃ فاتحہ میں چونکہ پورے قرآنِ کریم کے مضامین کو اجمالی طور پر بیان فرمایا گیا ہے۔ گویا سورۃ فاتحہ متن ہے اور باقی قرآنِ کریم اس کی شرح، اس لیے اس کو اُمّ القرآن سے موسوم کیا گیا۔ یہاں سورۂ فاتحہ کے اصولی اور فرشی تمام اختلافات بیان فرمائے ہیں۔ البتہ الرَّحِیم مَلِكِ میں جو ادغام کبیر ہے اس کو اگلے باب کے لیے چھوڑ دیا ہے۔

(١٠٨/١)
وَمَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (ر) اوِيهِ (نـ) اصِرٌ
وَعِنْدَ سِرَاطٍ وَّالسِّرَاطِ لِـ قُـنْبُلَا

ترجمہ:۔ اور مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْن (کسائی اور عاصم کے لیے الف کے ساتھ) جو ہے اس کا روایت کرنے والا مددگار ہے" اور سِراط اور السِّراط (معرف باللام ہو یا غیر معرف باللام) جہاں بھی آئے اس کو سین سے

پڑھنے میں قنبل کا اتباع کرو۔

بِحَیْثُ اَتیٰ وَالصَّادَ زَایًا اَشِمَّھَا
لَدیٰ خَلَفٍ وَاَشْمِمْ لِخَلَّادِ الْاَوَّلَا (۱۰۹/۲)

ترجمہ:۔ (بِحَیْثُ اَتیٰ کا ترجمہ اس سے پہلے شعر میں گذر چکا) اور خلف کے لیے (ہر جگہ) صاد میں زاء کی بُو دے کر پڑھو۔ اور خلاد کے لیے صاد میں زاء کی بُو دو۔ صرف پہلے (اھدنا الصِّراط) میں۔

شرح (۱۰۸) اس شعر میں راویہ کی راء اور ناصرٌ کا نون دونوں رمز ہیں۔ راء سے کسائی اور نون سے عاصم مراد ہیں۔ بتانا یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ میں مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ جو ہے اس میں یہ دونوں مَالك کو بالالف پڑھتے ہیں اور ضد سے نکل آیا کہ باقی پانچ امام بغیر الف یعنی مَلِكِ پڑھتے ہیں ـــ اور دوسری بات یہ بتائی کہ لفظ صِراط خواہ معرف باللام ہو یا غیر معرف باللام پورے قرآن میں جہاں بھی آئے قنبل اس کو سین سے پڑھتے ہیں۔

اس شعر میں ل قُنْبُلا کے لام کو علیحدہ لکھنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ لام جارہ نہیں ہے بلکہ وَلِيَ یَلِي سے امر کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں اتباع کر۔

(۱۰۹) حضرت خلف رحمہ اللہ اسی لفظ صراط کے صاد میں ہر جگہ کا زاء کا اشمام کرتے ہیں یعنی صاد میں زاء کی بُو دے کر پڑھتے ہیں اور خلادؒ سورۃ فاتحہ کے پہلے الصراط۔ میں اشمام کرتے ہیں، اس کے علاوہ پورے قرآنِ کریم میں کہیں بھی یہ لفظ آئے تو خالص صاد سے پڑھتے ہیں۔

جس صاد میں زاء کی بو دی جائے تو یہ ایک نیا حرف بن جاتا ہے، نہ صاد ہوتا ہے کیوں کہ اس میں زاء کی صفتِ جہر شامل ہو گئی، اور نہ زاء ہوتی ہے کیوں کہ اس میں صاد کی صفتِ استعلاء داخل ہو گئی۔ تو یہ ایک بین بین۔

نیا حرف بن جاتا ہے اس لیے اس کو حرف فرعی کہتے ہیں۔
اس کی ادائیگی ایسے ہونی چاہیئے کہ سننے والے کو ایسا محسوس ہو کہ زاء کو پُر ادا کیا جارہا ہے۔

عَلَيْهِمْ اِلَيْهِمْ حَمْزَةٌ وَّ لَدَيْهِمُ
جَمِيْعًا بِضَمِّ الْهَاءِ وَقْفًا وَّ مَوْصِلَا (۱۱۰/۳)

ترجمہ:۔ عَلَيْهِمْ، اِلَيْهِمْ اور لَدَيْهِمْ کو امام حمزہؒ نے سب جگہ ہاء کے ضمہ سے پڑھا ہے، خواہ وقف کریں یا وصل۔

شرح عَلَيْهِمْ، اِلَيْهِمْ اور لَدَيْهِمْ کو پورے قرآن کریم میں امام حمزہؒ بضم الہاء پڑھتے ہیں۔ وقف و وصل کی کوئی قید نہیں۔ اور باقی چھ امام ہاء کا کسرہ پڑھتے ہیں۔
کسرہ ایسے سمجھا گیا کہ ضمہ کی ضد اگرچہ فتحہ ہے لیکن بفتح الہاء کوئی لغت ہی نہیں۔ لہٰذا کسرہ متعین ہے۔

وَصِلْ ضَمَّ مِيْمِ الْجَمْعِ قَبْلَ مُحَرَّكٍ
(دِ) رَاكًا وَّ قَالُوْنٌ بِتَخْيِيْرِهٖ جَلَا (۱۱۱/۴)

ترجمہ:۔ اور میم جمع کے ضمہ کا متحرک (حرف) سے پہلے ابن کثیر کے لیے (واؤ کے ساتھ) صلہ کرو، اس حال میں کہ تم (نقل) کی پیروی کرنے والے ہو، اور قالون اپنے اختیار دینے کے ساتھ ظاہر ہوئے ہیں۔

شرح میم جمع جیسے اَنْتُمْ، فِيْهِمْ، لَهُمْ وغیرہ اگر متحرک حرف سے پہلے ہو تو دِرَاكًا کے دال والے ابن کثیرؒ (واؤ کے ساتھ) صلہ کرتے ہیں۔ صلہ کا مطلب یہ ہے کہ ضمہ کو اتنا کھینچ کر پڑھا جائے کہ واؤ مدہ پیدا ہو جائے۔ جیسے لَهُمُوْ۔ اور قالونؒ بھی اس میں صلہ کرتے ہیں لیکن بالخلف۔

یعنی ان کے یہاں صلہ و عدم صلہ دونوں ہیں
قَبْلَ مُحَرَّكٍ کی قید اس لیے لگائی کہ اگر میم جمع ساکن سے پہلے ہو جیسے اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ تو کسی کے نزدیک صلہ نہیں ہے کیوں کہ اس صورت میں دو ساکن جمع ہو جائیں گے۔ اگر میم جمع کے بعد ضمیر متصل آجائے تو صلہ کرنے میں سب کا اتفاق ہے جیسے رَأَيْتُمُوْهُ، اَوْرِثْتُمُوْهَا يُرِيْكُمُوْهُمْ وغیرہ۔

وَمِنْ قَبْلِ هَمْزِ الْقَطْعِ صِلْهَا لِوَرْشِهِمْ
وَاَسْكَنَهَا الْبَاقُوْنَ بَعْدُ لِتَكْمُلَا (۱۱۲/۵)

ترجمہ:- اور ہمزۂ قطعی سے پہلے اس (میم جمع) کا ان میں سے ورش کے لیے صلہ کرو، اور باقی (نافع ابن کثیرؒ کے علاوہ) نے اس (میم جمع) کو ساکن پڑھا ہے (اور ہم نے یہ اس لیے بیان کیا ہے تاکہ (قراءات) مکمل ہو جائیں۔

شرح ورشؒ بھی میم جمع میں صلہ کرتے ہیں مگر ان کے یہاں شرط یہ ہے کہ میم جمع ہمزۂ قطعی سے قبل ہو۔ جیسے ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ یہاں صلہ کرنے سے چونکہ مد منفصل ہو جائے گا، اور ورش کے یہاں مد میں طول ہوتا ہے، اس لیے ورشؒ اس میں طول کریں گے، اور قالون قصر و توسط۔ اور ابن کثیرؒ صرف قصر۔

خلاصہ یہ ہوا کہ میم جمع اگر متحرک سے پہلے ہے تو اس میں ابن کثیرؒ حالتِ وصل میں صرف صلہ کرتے ہیں۔ قالون صلہ و عدم صلہ دونوں کرتے ہیں۔ اور ورشؒ کے یہاں میم جمع میں صلہ صرف اس وقت ہو گا جب کہ وہ ہمزۂ قطعی سے قبل واقع ہو۔

وَمِنْ دُونِ وَصْلٍ ضَمُّهَا قَبْلَ سَاكِنٍ
(۱۱۳/۶) لِكُلٍّ وَّبَعْدَ الْهَاءِ كَسْرُ فَتَى الْعَلَا

مَعَ الْكَسْرِ قَبْلَ الْهَا اَوِ الْيَاءِ سَاكِنًا
(۱۱۴/۷) وَفِي الْوَصْلِ كَسْرُ الْهَاءِ بِالضَّمِّ (شَـ) مَلَّلَا

كَمَا بِهِمُ الْاَسْبَابُ ثُمَّ عَلَيْهِمُ الْـ
۱۱۵/۸ قِتَالُ وَقِفْ لِلْكُلِّ بِالْكَسْرِ مُكْمِلَا

ترجمہ:۔ اور تمام قراء کے لیے میم جمع کا ضمہ ساکن سے پہلے بغیر صلہ کے ہے اور ہاء کے بعد ابوعمرو کے لیے میم جمع پر کسرہ ہے اس حال میں کہ ہاء سے پہلے کسرہ یا یاء ساکنہ ہو۔

اور ہاء کا کسرہ حالتِ وصل میں حمزہ وکسائی کے لیے ضمہ کو جلدی سے لایا ہے۔ جیسے بِهِمُ الْاَسْبَاب اور عَلَيْهِمُ الْقِتَال اور وقف کرو سب کے لیے (ہاء کے) کسرہ کے ساتھ اس حال میں کہ تم کامل کرنے والے ہو۔

شرح میم جمع کے بعد اگر ساکن حرف ہو تو بالاتفاق اس میم میں صلہ نہیں ہوگا جیسے عَلَيْهِمُ الْقِتَال میم جمع اگر ہاء کے بعد ہے اور ہاء سے پہلے کسرہ یا یاء ساکنہ ہے تو امام بصری رحمہ اللہ ہاء اور میم دونوں پر کسرہ پڑھتے ہیں ــــ اور شَمَلَّلَا کے شین والے (حمزہ وکسائی) ہاء اور میم دونوں کو ضمہ پڑھتے ہیں جیسے عَلَيْهُمُ الْقِتَالُ بِهُمُ الْاَسْبَاب لیکن حالت وقف میں ان دونوں قسموں میں سب کے لیے ہاء مکسور اور میم ساکن رہے گا۔ لیکن تین کلمے عَلَيْهِمْ

اِلَيۡهِمُ، لَدَيۡهِمُ امام حمزہ کے لیے مستثنیٰ ہیں ان میں وقف و وصل دونوں حالتوں میں ان کے لیے ہاء کا ضمہ ہی پڑھا جائے گا جیسا کہ شعر ۱۱۱ میں گذرا۔

اور اگر میم جمع سے پہلے ہاء کے علاوہ کوئی اور حرف ہے جیسے اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ یا ہاء تو ہے لیکن ہاء سے پہلے کسرہ یا یاء ساکنہ نہیں ہے جیسے مِنۡهُمُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ تو تمام قراء کے لیے میم اور اس کے ماقبل دونوں پر ضمہ ہوگا۔

بَابُ الۡاِدۡغَامِ الۡكَبِيۡرِ

ادغام کے لغوی معنی ادخال الشئ فی الشئ (ایک چیز کو دوسری چیز میں داخل کرنا) اور اصطلاح میں حرف ساکن کو حرفِ متحرک میں ملا کر ایک حرف مشدد بنا دینا۔ ادغام کا سبب تماثل، تجانس اور تقارب ہے۔ پھر اس کی دو قسمیں ہیں۔ صغیر، کبیر۔ اگر پہلا حرف یعنی مدغم ساکن ہے۔ صرف ادغام کیا جائے تو یہ ادغام صغیر ہے جیسے اِذۡذَّهَبَ، قَالَتۡ طَّآئِفَةٌ۔ اَلَمۡ نَخۡلُقكُّمۡ اور اگر مدغم پہلے سے متحرک ہے اس کو ساکن کر کے ادغام کیا جائے تو ادغام کبیر ہے۔ جس کی مثالیں باب میں آرہی ہیں۔ ادغام کے لیے مدغم اور مدغم فیہ کا رسم الخط میں متصل ہونا شرط ہے اسی لیے اَنَا نَذِيۡرٌ میں ادغام نہیں ہوگا کیونکہ دونوں نون رسماً متصل نہیں ہیں۔

ادغام کبیر کو کبیر اسی لیے کہتے ہیں کہ اس میں عمل زیادہ ہے کیوں کہ پہلے مدغم کو ساکن کیا جاتا ہے اس کے بعد ادغام کرتے ہیں۔ اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ادغام کبیر بنسبت صغیر کے زیادہ مقامات پر ہے۔ اس ادغام کے لیے کچھ موانع ہیں جن کو باب میں بیان کیا جائے گا۔ سورۃ الفاتحہ میں چونکہ ــــ

اَلرَّحِيْمِ مَلِكِ میں ادغام کبیر واقع ہوا ہے اس لیے اس باب کو سورۃ فاتحہ کے بعد بیان فرمارہے ہیں۔

وَدُوْنَكَ الْاِدْغَامَ الْكَبِيْرَ وَقُطْبُهُ
(۱۱۶/۱) اَبُوْعَمْرِ وِنِ الْبَصْرِيُّ فِيْهِ تَحَفَّلَا

ترجمہ:۔ اور ادغام کبیر کو اختیار کرلو، اور اس کا مدار ابو عمرو بصری ہیں۔ یہ ادغام ان میں جمع ہوگیا ہے (ان کے لیے خاص ہے)۔

شرح فرماتے ہیں کہ ادغام کبیر کے آنے والے قواعد واصول کو یاد کرلو۔ اور یہ یاد رکھو کہ ائمہ سبعہ میں سے یہ ادغام بطریق شاطبیؒ صرف ابو عمرو بصری سے سوسی کے لیے ہے۔ لہٰذا اس باب میں آنے والے قواعد سب انھیں کے لیے ہیں اسی لیے اس باب میں کوئی رمز بھی نہیں ہے۔

فَفِيْ كِلْمَةٍ عَنْهُ مَنَاسِكَكُمْ وَمَا
(۱۱۷/۲) سَلَكَكُّمْ وَبَاقِي الْبَابِ لَيْسَ مُعَوَّلَا

ترجمہ:۔ پس ایک کلمہ میں ان (ابو عمرو) سے (صرف دو کلموں) مَنَاسِكَكُمْ اور مَا سَلَكَكُمْ کا ادغام منقول ہے۔ اور باقی باب (یعنی اس قسم کے اور کلمات جن میں ایک کلمہ میں مثلین جمع ہوں) بھروسہ کیا ہوا نہیں ہے (یعنی ان دو کلموں کے علاوہ کسی کلمہ میں مثلین جمع ہوں تو ادغام نہیں ہوگا)

شرح مثلین ایک کلمہ میں جمع ہوں اور دونوں متحرک ہوں۔ پہلے کو ساکن کرکے ادغام کیا جائے۔ اس کی یہ دو مثالیں مَنَاسِكَكُمْ اور مَا سَلَكَكُمْ دی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ اگر کہیں مثلین ایک کلمہ میں جمع ہوں گے تو ادغام نہیں ہوگا جیسے اَعْيُنِنَا، شِرْكِكُمْ وغیرہ۔

سوال:۔ علامہ شاطبیؒ نے ایک کلمہ کی جو دو مثالیں دی ہیں، صحیح نہیں۔ اس لیے کہ مَنَاسِكَ ایک کلمہ ہے اور كُمْ دوسرا۔ ایسے ہی مَاسَلَكَ۔كُمْ بھی تین کلمے ہیں۔

جواب:۔ عربیت کے اعتبار سے واقعی یہ ایک ایک کلمے نہیں ہیں لیکن علم قرات کے اعتبار سے ایک ایک ہی کلمے ہیں۔ اس لیے کہ عربیت میں کلمہ اس کو کہتے ہیں جو مستقل معنی رکھتا ہو۔ اور علم قراءت میں کلمہ وہ ہے جس پر وقف کر کے اس کو مابعد سے جُدا کیا جا سکے — تو مَنَاسِكَ پر وقف کرنا صحیح نہیں بلکہ كُمْ پر وقف کیا جائے گا۔ ایسے ہی مَا سَلَكَ پر وقف صحیح نہیں كُمْ پر وقف کیا جا سکتا ہے لہٰذا یہ علم قرات میں ایک ایک ہی کلمہ شمار ہوتے ہیں۔

(۱۱۸/۳)
وَمَا كَانَ مِنْ مِثْلَيْنِ فِي كِلْمَتَيْهِمَا
فَلَابُدَّ مِنْ اِدْغَامِ مَا كَانَ اَوَّلَا

ترجمہ:۔ اور وہ صورت کہ مثلین دو کلموں میں ہوں۔ تو اس حرف کا ادغام ضروری ہے جو پہلا ہو۔

(۱۱۹/۴)
كَيَعْلَمُ مَا فِيهِ هُدًى وَّطُبِعَ عَلٰى
قُلُوْبِهِمْ وَالْعَفْوَ وَاْمُرْ تَمَثَّلَا

ترجمہ:۔ (مثلین کے دو کلموں میں جمع ہونے کی) جیسے يَعْلَمُ مَا فِيهِ هُدًى۔ طُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اور الْعَفْوَ وَاْمُرْ مثالیں ہیں

شرح علامہ نے مثلین کے دو کلموں میں جمع ہونے کی جو متعدد مثالیں دی ہیں۔ ان میں لطیف اشارات ہیں يَعْلَمُ مَا اور طُبِعَ عَلٰى مدغم سے پہلے متحرک کی مثالیں ہیں۔ اور فِيهِ هُدًى مدغم سے پہلے حرف

علت ساکن کی مثال ہے اور اَلْعَفْوَ وَأْمُرْ مدغم سے پہلے حرف صحیح ساکن کی مثال ہے (جس کے اندر بجائے ادغام کے اختلاس ہوتا ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے) نیز ان مثالوں میں اس جانب بھی اشارہ موجود ہے کہ مدغم اور مدغم فیہ کا رسماً متصل ہونا ضروری ہے۔ اسی لیے اَنَا نَذِیْر اور اَنَا لَکُمْ میں ادغام نہیں، حالانکہ اداءً اتصال ہے لیکن رسماً الف فاصل ہے۔

(۱۲۰/۵)
اِذَا لَمْ یَکُنْ تَا مُخْبِرٍ اَوْ مُخَاطِبٍ
اَوِ الْمُکْتَسِیْ تَنْوِیْنَہٗ اَوْ مُثَقَّلَا

ترجمہ:۔ (اس ادغام کے لیے چار چیزیں مانع ہیں ان کو بیان کرتے ہیں) جب (پہلا حرف یعنی مدغم) تاء متکلم نہ ہو، تاء خطاب نہ ہو، اپنی تنوین کو پہننے والا نہ ہو۔ مشدد نہ ہو۔

(۱۲۱/۶)
کَکُنْتُ تُرَابًا اَنْتَ تُکْرِہُ وَاسِعٌ
عَلِیْمٌ وَ اَیْضًا تَمَّ مِیْقَاتُ مُثِّلَا

ترجمہ:۔ (ان موانع کی لف ونشر مرتب کے طور پر مثالیں دیتے ہیں۔ تاء متکلم کی ـــ) کُنْتُ تُرَابًا (تاء خطاب کی ـــ) اَنْتَ تُکْرِہُ (مدغم کے منون ہونے کی ـــ) وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (اور مشدد کی ـــ) تَمَّ مِیْقَاتُ مثالیں دی گئی ہیں۔

شرح تاء خطاب اور تاء متکلم کا ادغام نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں تاء فاعل بنتی ہیں۔ ادغام کرنے سے چونکہ مدغم، مدغم فیہ میں داخل ہوجاتا ہے اس لیے گویا وہ حذف ہوجاتا ہے، لہٰذا یہ حذف ہوجائیں گی اور فاعل کا حذف کرنا جائز نہیں۔

تنوین والے حرف کے ادغام نہ ہونے کی وجہ یہ کہ تنوین اگرچہ مرسوم

نہیں ہوتی پھر بھی یہ حرف صحیح کے حکم میں ہے، اسی لیے اس پر کسرہ بھی آتا ہے اور ہمزہ کی حرکت بھی، اس کی جانب نقل ہوتی ہے۔ لہٰذا مثلین کے درمیان اس کو قوی فاصل شمار کیا گیا۔

اور مشدد کا ادغام اس لیے نہیں ہوتا کہ ادغام کرنے کے لیے اس کو مخفف کرنا پڑے گا، اور مخفف کرنے سے ایک حرف کم ہو جائے گا۔

(۱۲۲/۷) وَقَدْ اَظْهَرُوْا فِی الْکَافِ یَحْزُنْکَ کُفْرُہٗ
اِذِ النُّوْنُ تُخْفٰی قَبْلَھَا لِتُجَمَّلَا

ترجمہ:۔ اور اظہار کیا ہے علماء نے یَحْزُنْکَ کُفْرُہٗ کے کاف میں کیونکہ کاف سے پہلے نون کا اخفاء کیا جا رہا ہے تاکہ کلمہ خوبصورت ہو جائے۔

شرح فَلَا یَحْزُنْکَ کُفْرُہٗ میں مثلین دو کلموں میں جمع ہیں اور مذکورہ چار موانع میں سے کوئی مانع بھی نہیں ہے، اس لیے قاعدہ کا تقاضہ ہے کہ ادغام ہو ـــــ لیکن اہلِ ادا نے اس میں ادغام نہیں کیا، اس لیے کہ اخفاء جو ہے وہ اظہار و ادغام کی درمیانی حالت کا نام ہے۔ تو یہاں نون بمنزلہ مدغم کے اور اس کے بعد والا کاف بمنزلہ مدغم فیہ کے ہوگیا، اور مدغم فیہ مشدد ہوا کرتا ہے، اور مشدد کا ادغام جائز نہیں جیسا کہ تَمَّ مِیْقَاتُ اس کی مثال گذر چکی ہے، اس لیے اس میں ادغام نہیں ہوگا

دوسری بات یہ کہ اخفاء والا نون اپنے اصلی مخرج سے نہیں بلکہ خیشوم سے ادا ہوتا ہے اور اس کے بعد تشدید کا ادا کرنا دشوار ہے۔

(۱۲۳/۸) وَعِنْدَھُمُ الْوَجْھَانِ فِیْ کُلِّ مَوْضِعٍ
تُسَمّٰی لِاَجْلِ الْحَذْفِ فِیْہِ مُعَلَّلَا

ترجمہ:۔ اور ان (ادغام کرنے والوں) کے نزدیک ہر ایسے کلمہ میں دو وجہ

ہیں جس میں حذف ہو جانے کی وجہ سے اس کا نام معتل ہو گیا ہو۔

کَیَبْتَغِ مَجْزُمًا وَّاِنْ یَّکُ کَاذِبًا

(۱۲۴/۹) وَیَخْلُ لَکُمْ عَنْ عَالِمٍ طَیِّبِ الْخَلَا

ترجمہ:- جیسے یَبْتَغِ اور اِنْ یَّکُ کَاذِبًا اور یَخْلُ لَکُمْ (تینوں) حالت جزم میں ایسے عالم سے علم حاصل کر جو علم کے اعتبار سے عمدہ ہو۔

شرح جس کلمہ کے آخر سے حرفِ علت حذف ہو جانے کے بعد مثلین جمع ہوئے ہوں، اس میں بعض ناقلین اظہار کرتے ہیں۔ اور بعض ادغام۔ اس قسم کے تین کلمات ہیں جو اس شعر ۱۲۴ میں مذکور ہیں۔

۱ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ ۲ یَخْلُ لَکُمْ ۳ وَاِنْ یَّکُ کَاذِبًا۔ یَبْتَغِ اصل میں یَبْتَغِیْ تھا۔ یاء کے حذف ہونے کے بعد دو غین جمع ہوئے ہیں ورنہ مثلین کے درمیان یاء سے فصل تھا۔

یَخْلُ اصل میں یَخْلُوْ تھا، واؤ کے حذف ہونے کے بعد دو لام جمع ہوئے ہیں ورنہ مثلین کے درمیان واؤ فاصل تھا۔

وَاِنْ یَّکُ اصل میں وَاِنْ یَّکُوْنُ تھا، واؤ اور نون کے حذف ہونے کے بعد مثلین جمع ہوئے ہیں ورنہ مثلین کے درمیان واؤ اور نون فاصل تھے۔ اگر اصل کا اعتبار کیا جائے تو ادغام نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ مثلیں جمع نہیں ہیں، اور اگر حذف ہونے کے بعد کی موجودہ صورت کو دیکھا جائے کہ مثلین جمع ہیں تو ادغام ہونا چاہیئے۔ اس لیے ان کلمات میں دو دو وجہیں ہیں۔

وَیَقْوْمِ مَالِیْ ثُمَّ یَقْوْمِ مَنْ

(۱۲۵/۱۰) بِلَا خِلَافٍ عَلَی الْاِدْغَامِ لَاشَكَّ اُرْسِلَا

ترجمہ:- اور یٰقَوْمِ مَالِیْ پھر یٰقَوْمِ مَنْ بلاشک اور بلا اختلاف ادغام

پر چھوڑ دیئے گئے ہیں (دونوں میں ادغام کیا گیا ہے)۔

شرح اوپر کے شعر میں بتایا تھا کہ یَبْتَغِ ، یَكُ اور یَخْلُ میں چونکہ آخر سے حروف محذوف ہوکر یہ کلمات معلل ہو گئے ہیں۔ اس لیے ان میں ادغام و اظہار دو وجہیں ہیں۔

اس شعر میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کہے کہ یٰقَوْمِ مَالِی (غافر ۴) اور یٰقَوْمِ مَنْ یَّنْصُرُنِی (ھود ۳) میں بھی یہ بات پائی جاتی ہے۔ اس لیے کہ یہ بھی یٰقَوْمِی تھا۔ یاء کے حذف ہونے کے بعد مثلین جمع ہوئے ہیں۔ لہٰذا ان میں بھی ادغام و اظہار دونوں وجہیں ہونا چاہیئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یٰقَوْمِ کو یَبْتَغِ وغیرہ پر قیاس کرنا صحیح نہیں۔ اس لیے کہ یبتغ وغیرہ تینوں کلمات کے آخر سے جو حروف حذف ہوئے ہیں وہ ان کلمات کے جزو تھے۔ لہٰذا ان کلمات کو معلل کہا گیا، اور یٰقَوْمِی کی یاء جو حذف ہوئی، وہ لفظ قوم کا جُزو نہیں بلکہ علیحدہ کلمہ تھی، اس کے حذف ہوجانے سے لفظ قوم میں کوئی کمی نہیں آئی، یہ اپنے تمام حروف کے ساتھ باقی ہے۔ لہٰذا اس کو معلل بھی نہیں کہا جاسکتا اس لیے وہ دو وجہیں جائز نہیں بلکہ صرف ادغام ہے۔

(۱۲۶/۱۱)
وَ اِظْهَارُ قَوْمٍ اٰلَ لُوْطٍ لِكَوْنِهٖ
قَلِيْلَ حُرُوْفٍ رَدَّهٗ مَنْ تَنَبَّلَا

(۱۲۷/۱۲)
بِاِدْغَامِ لَكَ كَيْدًا وَّلَوْ حَجَّ مُظْهِرٌ
بِاِعْلَالِ ثَانِيْهِ اِذَا صَحَّ لَاعْتَلَا

ترجمہ:- (۱۲۶-۱۲۷) اور ایک جماعت کا آلَ لُوْط میں اس لیے اظہار کرنا کہ آل میں حروف کم ہیں۔ اس کو لَكَ كَيْدًا کا ادغام پیش کر کے

اس شخص نے رد کر دیا ہے جو جلیل القدر ہیں۔ یا جن کی وفات ہو چکی ہے۔ اور اگر اظہار کرنے والے اٰل کے دوسرے حرف میں تعلیل ہونے کی علت بیان کرتے تو ان کی بات بلند (اور قابل قبول) ہوتی۔

شرح اٰلَ لُوْط میں بعض حضرات جیسے ابو بکر بن مجاہد، لام کا لام میں ادغام نہیں کرتے اور وجہ یہ بتاتے ہیں کہ اٰل میں حروف کم ہیں اگر ادغام کریں گے تو ایک حرف اور کم ہو جائے گا، کیوں کہ مدغم، مدغم فیہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ یا یہ کہ اٰل میں چونکہ حروف کم ہیں، لہٰذا کلمہ میں ثقل ہے ہی نہیں کہ اس کو دور کرنے کے لیے ادغام کرنے کی ضرورت ہو مَنْ تَنَبَّلَا سے علامہ دانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ ہے، انھوں نے اس بات کا اس طور پر رد فرمایا کہ لَكَ كَيْدًا میں کاف کا کاف میں بالاتفاق ادغام ہوتا ہے حالانکہ لَكَ میں اٰل سے بھی کم حرف ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا کہ اٰل میں حروف کم ہونے کی وجہ سے ادغام نہیں ہوگا، صحیح نہیں۔

آگے وَلَوْ حَجَّ مُظْهِر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر اٰلَ لُوْط میں اظہار روایۃً ثابت ہوتا تو اظہار کرنے والوں کا اس طور پر دلیل بیان کرنا صحیح ہوتا کہ اٰل کے دوسرے حرف میں تعلیل ہوئی ہے، اور جس طرح تعلیل سے حرف بدلتا اور حذف ہو جاتا ہے تقریباً یہی کیفیت ادغام میں بھی ہوتی ہے تو ادغام کرنے سے ایک تعلیل اور ہو کر توالیِ اعلالات لازم آجائے گا۔ لہٰذا اس میں ادغام نہیں ہوگا۔ لیکن نہ تو روایۃً اس میں اظہار ثابت ہے۔ اور نہ اظہار کرنے والوں کی دلیل مضبوط ہے۔ لہٰذا اس میں ادغام ہوگا۔

فَاَبْدَلَهٗ مِنْ هَمْزَةٍ هَاءٌ اَصْلُهَا
وَقَدْ قَالَ بَعْضُ النَّاسِ مِنْ وَّاوٍ اُبْدِلَا (۱۲۸/۱۳)

ترجمہ:۔ پس ابدال اُس (ال کے الف) کا اس ہمزہ سے ہے جس کی اصل ہا، تھی اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ (الف) واؤ سے بدلا گیا ہے۔

شرح اوپر کے شعر میں جو باعلال ثانیہ فرمایا تھا اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سیبویہ اور بہت سے متقدمین کے مطابق ال اصل میں اَھْلُ تھا اور دلیل یہ ہے کہ اس کی تصغیر اُھَیْل آتی ہے پھر ہا، کو ہمزہ سے بدلا گیا تاکہ الف سے بدلنے کی صورت نکل آئے۔ اب دو ہمزہ جمع ہو گئے۔ پہلا متحرک دوسرا ساکن۔ تو قاعدہ صرفیہ کے مطابق دوسرے کو الف سے بدل لیا، ال ہو گیا۔

وَقَدْ قَالَ سے فرماتے ہیں کہ بعض حضرات یعنی کسائی وغیرہ فرماتے ہیں کہ ال اصل میں اَوَلٌ تھا۔ صرفی مشہور قاعدہ "واؤ متحرک ماقبل مفتوح" سے واؤ کو الف سے بدل دیا گیا۔

(۱۲۹/۱۴)
وَوَاوُ هُوَ الْمَضْمُومُ هَاءً كَهُوَ وَمَنْ
فَادْغِمْ وَمَنْ يُظْهِرْ فَبِالْمَدِّ عَلَّلَا

ترجمہ:۔ اور اس ھو کی واؤ جو ہا، کے اعتبار سے مضموم ہے۔ جیسے هُوَ وَمَنْ (اس میں واؤ کا واؤ میں) ادغام کرو، اور جو شخص اظہار کرتا ہے اس نے (ھو کے واؤ کے مدہ ہونے کی) علت بیان کی ہے۔

شرح قرآنِ کریم میں تین مقام پر ایسے هُوَ کے بعد واؤ آیا ہے جس کی ہا، ابوعمرو کے یہاں باسکان الہاء ہے۔ ۱۔ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ (انعام ع ۱۵) ۲۔ فَهُوَ وَلِيُّهُمْ (نحل ع ۸) ۳۔ وَهُوَ وَاقِعٌ (شوریٰ ع ۳) کیوں کہ ابوعمرو کے یہاں اس ھو کی ہا، ساکن ہوتی ہے جو واؤ، فا، یا لام کے بعد ہو۔ اب ان تینوں کلموں میں قاعدہ کے مطابق ادغام ہوگا۔ لیکن بعض حضرات ابوشامہ

وابن مجاہد وغیرہ نے ان میں اظہار بتایا ہے اور علت یہ بیان کی ہے کہ ھُوَ کی واؤ کو ادغام کے لیے جب ساکن کریں گے تو وہ مدہ بن جائے گی اور حرفِ مد کا ادغام جائز نہیں۔ کیوں کہ حروف مدہ میں مدیت ذاتی صفت ہوتی ہے جس کے بغیر حرف کی ذات ہی ختم ہو جاتی ہے۔ اور ادغام عارضی صفت ہے اگر یہاں ادغام کرتے ہیں تو مدیت ختم ہو جائے گی۔ تو عارضی صفت کی وجہ سے ذاتی صفت کا ختم کرنا لازم آئے گا۔ اس کا جواب شعر ۱۳۰ میں آرہا ہے۔

وَيَاتِيَ يَوْمُ اَدْغَمُوْهُ وَنَحْـوُهُ
وَلَا فَرْقَ يُنْجِيْ مَنْ عَلَى الْمَدِّ عَوَّلَا (۱۳۰/۱۵)

ترجمہ: اور حالانکہ یَاْتِيَ یَوْمٌ اور اس جیسے دیگر کلمات (نُوْدِيَ یٰمُوْسٰی وغیرہ) میں ان حضرات نے ادغام کیا ہے۔ اور ان دونوں (ھُوَ وَمَنْ اور یَاتِيَ یَوْمٌ) میں کوئی ایسا فرق نہیں ہے جو اس شخص کو نجات دلائے (اعتراض سے بچالے) جس نے ھُوَ وَمَنْ میں ادغام نہ ہونے کی علت مد کو قرار دیا ہے۔

شرح: شعر ۱۲۹ میں فرمایا تھا کہ ھُوَ وَمَنْ میں بعض حضرات اس لیے ادغام نہیں کرتے کہ ادغام کرنے کے لیے جب ھُوَ کی واؤ کو ساکن کیا جائے گا تو چونکہ اس کے ماقبل ضمہ ہے، اس لیے وہ مدہ بن جائے گی اور حرف مد کا ادغام ممنوع ہے جیسا کہ فِيْ یَوْمٍ اور قَالُوْا وَھُمْ وغیرہ میں اسی لیے ادغام نہیں ہوتا۔ اب شعر ۱۳۰ میں اس کا رد کیا جا رہا ہے کہ یَاْتِيَ یَوْمٌ اور اس قسم کے دوسرے کلمات میں وہ حضرات خود ادغام کرتے ہیں۔ حالانکہ یہاں بھی جب یَاْتِيَ کی یاء کو ادغام کرنے کے لیے ساکن کریں گے تو یاء مدہ ہو جائے گی جب یہاں ادغام جائز ہے تو ھُوَ وَمَنْ میں کیوں نہیں

ہوسکتا. اس لیے ان کی دلیل قابلِ اعتناء نہیں ہے۔

سوال :۔ حرف مد کا ادغام تو واقعی جائز نہیں، اسی لیے قَالُوْا وَهُمْ اور فِيْ يَوْمٍ جیسی مثالوں میں اظہار ہوتا ہے۔ یہاں کیسے ادغام ہوا؟

جواب :۔ اس حرف مد کا ادغام جائز نہیں جو اصلی ہو، یعنی پہلے ہی سے مدہ ہو جیسا کہ قَالُوْا وَهُمْ اور فِيْ يَوْمٍ میں ہے۔ اور هُوَ وَمَنْ میں جو واؤ مدہ ہے عارضی ہے کیوں کہ پہلے سے وہ متحرک تھی، ادغام کرنے کیلئے اس کو ساکن کیا گیا تو وہ عارضی طور پر مدہ ہوگئی یہ ادغام کے لیے مانع نہیں بنے گی

وَقَبْلَ يَئِسْنَ الْيَاءُ فِي الّٰئِىْ عَارِضٌ
سُكُوْنًا اَوَ اَصْلًا فَهُوَ يُظْهِرُ مُسْهِلَا (۱۳۱/۱۶)

ترجمہ :۔ يَئِسْنَ سے پہلے الّٰئِىْ میں (جو یاء ہے) وہ سکون کے اعتبار سے بھی اور اصل کے اعتبار سے بھی (چونکہ) عارضی ہے، لہٰذا وہ اس میں اظہار کرتے ہیں (کیوں کہ وہ) سہل طریق اختیار کرنے والے ہیں۔

شرح قرآنِ کریم میں وَالّٰئِىْ يَئِسْنَ ہے اس میں دو یاء جمع ہیں لیکن اس میں ادغام نہیں کرتے۔ اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ پہلی یاء کا سکون بھی عارضی ہے اور یاء بھی خود عارضی ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ وَالّٰئِىْ کو امام بصری رح دو طرح پڑھتے ہیں، ایک ہمزہ کی تسہیل کرکے۔ دوسرے ہمزہ کو یاء ساکنہ سے بدل کر۔ پہلی صورت میں تو ادغام نہ کرنے کی وجہ ظاہر ہے کہ مثلین جمع ہی نہیں ہوئے کیوں کہ پہلا حرف ہمزہ (مسہلہ) ہے اور دوسرا حرف يَئِسْنَ کی یاء ہے۔

اور دوسری صورت میں اگرچہ دو یاء جمع ہوگئی ہیں لیکن پہلی اصلی

نہیں بلکہ ہمزہ سے بدلی ہوئی ہے نیز اس کا سکون بھی اصلی نہیں کیوں کہ ہمزہ متحرکہ سے بدلی ہوئی ہے، ساکنہ سے نہیں۔

بَابُ اِدْغَامُ الحَرْفَیْنِ المُتَقَارِبَیْنِ فِیْ کِلْمَةٍ وَفِیْ کِلْمَتَیْنِ

پہلے باب میں مثلین کے ادغام کا بیان تھا اور اس باب میں ـــــ متقاربین و متجانسین کے ادغام کو بیان کرنا ہے۔ مثلین میں تو صرف مدغم ـــ کو ساکن کر کے ادغام کر دیا جاتا ہے۔ لیکن متجانسین و متقاربین میں دو عمل ہوتے ہیں۔ ایک مدغم کو مدغم فیہ جیسا بنانا، دوسرا ساکن کرنا۔ اور مدغم کو مدغم فیہ جیسا اس طرح بنا دیا جاتا ہے کہ مدغم کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا۔

وَاِنْ کِلْمَةٌ حَرْفَانِ فِیْهَا تَقَارَبَا
فَاِدْغَامُهٗ لِلْقَافِ فِی الْکَافِ مُجْتَلَا (۱۳۲/۱)

ترجمہ:۔ اور اگر کوئی کلمہ ایسا ہو کہ اس میں متقاربین حرف (خواہ مخرج کے اعتبار سے یا صفت کے اعتبار سے جمع) ہوں، تو ان (ابو عمرو) کا ادغام قاف کا کاف میں مشہور ہے۔

وَهٰذَا اِذَا مَا قَبْلَهٗ مُتَحَرِّکٌ
مُبِیْنٌ وَّبَعْدَ الْکَافِ مِیْمٌ تَخَلَّلَا (۱۳۲/۲)

ترجمہ:۔ اور یہ ادغام اس وقت ہوگا جب کہ (قاف یعنی مدغم کا) ما قبل ظاہر (یعنی حقیقی) متحرک ہو۔ اور کاف (یعنی مدغم فیہ) کے بعد ایسا میم ہو جو درمیان میں آ گیا ہو۔

شرح متقاربین حرف اگر ایک کلمہ میں جمع ہوں تو امام بصریؒ قاف کا کاف میں دو شرطوں کے ساتھ ادغام کرتے ہیں۔

(۱) یہ کہ مدغم یعنی قاف کا ماقبل حقیقی متحرک ہو۔ اور حقیقی متحرک سے مراد یہ ہے کہ الف نہ ہو۔ کیوں کہ الف چونکہ حرکت قبول نہیں کرتا، اس لیے کبھی کبھی اس کو متحرک کے قائم مقام سمجھ لیا جاتا ہے۔

(۲) یہ کہ کاف یعنی مدغم فیہ کے بعد میم جمع ہو۔ میم کے بارے میں جو یہ کہا کہ وہ درمیان کلمہ میں آیا ہو۔ یہ اس لیے کہ میم جمع میں جب صلہ ہوتا ہے تو آخر میں واؤ آجاتی ہے اس لیے میم درمیان میں آجاتا ہے جیسے خَلَقَكُمُو۔

(۱۳۴/۳)
كَيَرْزُقْكُمْ وَاتَّقْكُمْ وَخَلَقكُّمُو
وَمِيثَاقَكُمْ اَظْهِرْ وَنَرْزُقُكَ انْجَلَا

ترجمہ:۔ جیسے يَرْزُقُّكُمْ، وَاتَّقكُّمْ اور خَلَقكُّمْ (یہ تینوں وہ مثالیں ہیں جن میں دونوں شرطیں پائی جاتی ہیں۔ اس لیے قاف کو کاف سے بدل کر اور ساکن کر کے ادغام کیا گیا)

اور مِيثَاقَكُمْ اور نَرْزُقُكَ میں اظہار کرو (کیوں کہ مِيثَاقَكُمْ میں پہلی شرط مدغم کا ماقبل متحرک ہونا نہیں پائی جاتی اور نَرْزُقُكَ میں دوسری شرط مدغم فیہ کے بعد میم جمع کا ہونا مفقود ہے۔ دونوں قسم کی مثالوں سے امام بصری کا مذہب خوب ظاہر ہو گیا۔

(۱۳۵/۴)
وَاِدْغَامُ ذِي التَّحْرِيمِ طَلَّقَكُنَّ قُلْ
اَحَقُّ وَبِالتَّانِيثِ وَالْجَمْعِ اُثْقِلَا

ترجمہ:۔ اور تم کہہ دو کہ سورۂ تحریم والے طَلَّقَكُنَّ کا ادغام (بنسبت

اظہار کے) زیادہ بہتر ہے (کیوں کہ یہ) مؤنث کا اور جمع کا صیغہ ہونے کی وجہ سے ثقیل قرار دیا گیا ہے۔

شرح ایک کلمہ میں متقاربین اگر جمع ہوں تو ادغام کی دو شرطیں شعر ۱۳۳ میں بیان کی گئی تھیں۔ لیکن سورۃ تحریم میں ایک لفظ طَلَّقَكُنَّ ہے اس میں دوسری شرط (مدغم فیہ کے بعد میم جمع کا ہونا) موجود نہیں ہے اس لیے اس میں ادغام نہیں ہونا چاہئے۔ لیکن اس میں ادغام واظہار دونوں منقول ہیں، بلکہ ادغام اولیٰ ہے۔ اس لیے کہ یہ کلمہ جمع مؤنث کا صیغہ ہونے کی بنا، پر ثقیل تر ہے، لہٰذا تخفیف کے لیے ادغام ہے اور جو حضرات اظہار کے قائل ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اس میں پہلے ہی دو تشدیدیں جمع ہیں اگر ادغام کیا جائے گا تو تین تشدیدیں ہو جائیں گی، اس لیے اظہار ہونا چاہئے۔

(۱۳۶/۵) وَمَهْمَا يَكُونَا كِلْمَتَيْنِ فَمُدْغِمٌ
اَوَائِلَ كِلْمِ الْبَيْتِ بَعْدُ عَلَى الْوِلَا

ترجمہ:- اور جب وہ (متقاربین) دو کلموں میں ہوں تو (امام بصری) ادغام کرنے والے ہیں۔ (آنے والے) شعر کے کلمات کے اول اول حرفوں کا جو (اس کے) بعد پے در پے آرہے ہیں۔

شرح ایک کلمہ کے ادغام کے بعد اب دو کلموں کے ادغام کو بیان فرماتے ہیں۔ دو کلموں میں متقاربین اور متجانسین اگر جمع ہوں تو متعینہ حروف ہیں، جن کو علامہ نے آنے والے شعر میں اس طور پر جمع کیا ہے کہ ہر کلمہ کا پہلا حرف مراد ہے۔

(۱۳۷/۶) شِفَا لَمْ تَضِقْ نَفْسًا بِهَا رُمْ دَوَا ضَنٍ
ثَوَى كَانَ ذَا حُسْنٍ سَاَمِنْهُ قَدْ جَلَا

ترجمہ:۔ شفا (محبوبہ) نفس کے اعتبار سے تنگ نہیں ہے (بلکہ خوش خلق اور عالی ظرف ہے) اس کے ذریعہ بدحال (لاغر عاشق) کا علاج تلاش کرو۔ جس کو لاغری نے اپنی آماجگاہ) بنالیا ہے (وہ اچھا خاصا اور) حسین تھا (لیکن) اس کی وجہ سے بدنما ہوگیا ہے (اور اس کی بدحالی اور عشق کے جنون نے اس کی لاغری کو) آشکارا کر دیا ہے۔

شرح اس شعر میں سولہ کلمات ہیں اور ہر کلمہ کا پہلا حرف بیان کرنا مقصود ہے۔ یہی وہ حروف ہیں جن کا متقاربین یا متجانسین ہونے کی وجہ سے ادغام ہوگا، ان کے مدغم فیہ آئندہ شعر ۸ سے شعر ۲۲ تک بیان کیے جارہے ہیں۔

(۱۳۸/۷) اِذَا لَمْ یُنَوَّنْ اَوْ یَکُنْ تَا مُخَاطَبٍ
وَمَا لَیْسَ مَجْزُوْمًا وَّلَا مُتَثَقِّلَا

ترجمہ:۔ (اس ادغام کے چار موانع ہیں ان کو بیان کرتے ہیں) جب کہ (مدغم) منون نہ ہو، اور مخاطب کی تا، نہ ہو۔ اور مجزوم نہ ہو اور مشدد نہ ہو۔

شرح مذکورہ چار موانع میں سے اگر ایک بھی ہوگا تو ادغام نہیں ہوگا۔ منون کی مثال نَذِیْرٌ لَّکُمْ (اس میں تنوین کا ادغام ہے راء کا نہیں) تا، مخاطب کی مثال خَلَقْتَ طِیْنًا کہ تا، اور طا، متجانسین ہیں مگر تا، خطاب ہونے کی وجہ سے ادغام نہیں ہوگا۔ مجزوم کی مثال وَلَمْ یُؤْتَ سَعَةً اور مشدد کی مثال اَلْحَقُّ کَمَنْ یہ چار تو موانع ہیں اور ایک چیز شرط ہے جس کا پایا جانا ضروری ہے، وہ ہے مدغم اور مدغم فیہ کا رسماً اتصال اگر رسماً اتصال نہ ہو صرف قراءۃً ہو تو ادغام نہیں ہوگا

جیسے اَنَا لَکُمْ کہ اس میں قراءۃً تو اتصال ہے، رسمًا نہیں ہے۔
مثلین کے ادغام میں تاءِ متکلم کو بھی مانع بتایا تھا۔ یہاں اس لیے نہیں
کہ وہ متجانسین و متقاربین میں مدغم کی جگہ آتی ہی نہیں۔

(۱۳۹/۸) فَزُحْزِحْ عَّنِ النَّارِ الَّذِیْ حَاہُ مُدْغَمٌ
وَفِیْ الْکَافِ قَافٌ وَّھُوَ فِی الْقَافِ اُدْخِلَا

ترجمہ:۔ پس زُحْزِحَ عَنِ النَّار وہ مثال ہے جس کی حاء کا (عین میں) ادغام کیا گیا ہے اور کاف میں قاف (مدغم ہوا ہے) اور وہ (کاف) قاف میں داخل کیا گیا ہے۔

(۱۴۰/۹) خَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ لَّکَ قُّصُوْرًا وَّ اُظْهِرَا
اِذَا سَکَنَ الْحَرْفُ الَّذِیْ قَبْلُ اُقْبِلَا

ترجمہ:۔ خَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ (قاف کا کاف میں) لَکَ قُصُوْرًا (کاف کا قاف میں ادغام ہونے کی مثالیں ہیں) اور ان دونوں میں (اس وقت) اظہار کیا گیا ہے جب کہ وہ حرف ساکن ہو جو (مدغم سے) پہلے لایا گیا ہے۔

شرح شعر ۱۳۷ میں ایسے سولہ حروف بیان کیے تھے جن کا متقاربین یا متجانسین ہونے کی وجہ سے جب کہ دو کلموں میں ہوں ادغام ہوگا پھر شعر ۱۳۸ میں چار موانع بیان کیے تھے۔ اب یہاں تفصیل شروع فرماتے ہیں۔ سب سے پہلے حاء کا عین میں ادغام بیان کیا اور یہ صرف ایک جگہ سورہ آل عمران ع ۱۹ میں ہے۔ اس میں حاء کو عین بنا کر اور ساکن کر کے زُحْزِعْ عَّنِ النَّار پڑھا جائے گا۔ اس کلمہ کے علاوہ کہیں بھی حاء کا عین میں ادغام نہیں جیسے جُنَاحَ عَلَیْهِ اور ذُبِحَ عَلَی دوسرے

حرف قاف کا کاف میں اور تیسرے حرف کاف کا قاف میں ادغام ہوگا۔
مثالیں شعر میں موجود ہیں لیکن اس ادغام کے لیے وہ شرطیں ذہن میں رہیں
(۱) مدغم، مدغم فیہ کا دو کلموں میں ہونا (۲) مدغم سے پہلے متحرک ہونا۔ لہٰذا
اگر دونوں ایک کلمہ میں ہوں جیسے خَلَقَكَ یا مدغم کا ماقبل ساکن ہو۔
جیسے اِلَیْكَ قَالَ تو ادغام نہیں ہوگا۔

۱۴۱ / ۱۰
وَفِي ذِي الْمَعَارِجِ تَعْرُجُ الْجِيمُ مُدْغَمٌ
وَمِنْ قَبْلُ اَخْرَجَ شَطْأَهُ قَدْ تَثَقَّلَا

ترجمہ:۔ اور (سورۃ المعارج کے اندر) ذی المعارج تَّعْرُجُ (معارج ع۱)
میں جیم (کا تاء میں) ادغام کیا گیا ہے اور اس سے پہلے (سورۃ
فتح میں) اَخْرَجَ شَطْأَهٗ (میں بھی جیم کا شین میں ادغام
ہوکر کلمہ) مشدد ہوگیا ہے۔

شرح
ان سولہ حروف میں سے چوتھا حرف جیم ہے جس کا صرف تاء
اور شین میں ایک ایک جگہ ادغام ہوا ہے۔ دونوں کے مواقع
شعر میں بیان کیے گئے۔

۱۴۲ / ۱۱
وَعِنْدَ سَبِيلًا شِينُ ذِي الْعَرْشِ مُدْغَمٌ
وَضَادُ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ مُدْغَمًا تَلَا

ترجمہ:۔ اور ذِی الْعَرْشِ کا شین سَبِيلًا (کے سین میں) ادغام
کیا گیا ہے اور لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ کا ضاد (ابو عمرو نے) مدغم تلاوت
کیا ہے۔

شرح
ان سولہ حروف میں سے شین کا سین میں صرف ایک جگہ
ذِی الْعَرْشِ سَبِيلًا (اسراء ع۵) میں۔ اور چھٹے حرف ضاد

کا بھی شین میں صرف ایک جگہ لِبَعۡضِ شَأۡنِهِمۡ (سورۃ النورع۹) میں
ادغام کیا ہے۔ اگرچہ بعض حضرات نے بعض دوسرے مقامات پر بھی کیا ہے لیکن
علامہ نے التیسیر پر اعتماد کر کے یہ فرمایا کہ صرف اسی مقام پر ہوگا۔

(۱۴۳/۱۲) وَفِي زُوِّجَتْ سِينُ النُّفُوسِ وَمُدْغَمٌ
لَهُ الرَّأْسُ شَيْبًا بِاخْتِلَافٍ تَوَصَّلَا

ترجمہ:۔ اور زُوِّجَتْ (کی زاء) میں النُّفُوسِ کے سین کا (ادغام کیا گیا)
ہے اور ادغام کیا گیا ہے (ابو عمرو) کے لیے الرَّأْسُ شَيْبًا (مریم ع۱)
کا (اور یہ) اختلاف کے ساتھ پہونچا ہے۔

شرح ان سولہ میں سے ساتویں حرف سین کا ۱؎ زاء میں وَإِذَا النُّفُوسُ
زُوِّجَتْ کے اندر ادغام ہوا ہے اور ۲؎ اسی کا شین میں الرَّأْسُ
شَيْبًا میں بھی ہے لیکن اس میں خلف ہے یعنی ادغام و اظہار دونوں
منقول ہیں۔

اظہار تو اس لیے کہ سین و شین متقاربین نہیں ہیں اور ادغام اس
لیے کہ یہ دونوں پانچ صفات میں شریک ہیں۔ رہا لَا يَظۡلِمُ النَّاسَ شَيۡئًا
تو اس میں صرف اظہار ہے اس لیے کہ اس میں سین مفتوح ساکن کے
بعد ہے، لہٰذا تخفیف خود ہی حاصل ہے۔

(۱۴۴/۱۳) وَلِلدَّالِ كِلْمٌ (تُ)رْبُ (سَـ)هْلٍ (ذَ)كَا (شَـ)ذًا
(ضَـ)فَا (ثَـ)مَّ (زُ)هْدُ (صِـ)دْقِهِ (ظَـ)اهِرٌ (جَـ)لَا

ترجمہ:۔ (ان سولہ حروف میں سے آٹھواں حرف دال ہے جس کا شعر میں
مذکور دس حرفوں میں ادغام ہوتا ہے) دال کے لیے کچھ کلمات ہیں
سہل (ابن عبد اللہ ایک بزرگ) کی (قبر کی) مٹی خوشبو کے اعتبار سے

پھیل گئی۔ (مہک گئی ہے) وہاں (قبر کے اندر) دنیا سے بے رغبتی ہے جس کی سچائی اچھی طرح ظاہر ہوگئی ہے۔

نوٹ:۔ ابو محمد سہل بن عبد اللہ تستری اللہ کے ایک بہت بڑے ولی اور صاحبِ کرامات بزرگ ہیں۔ اپنے زمانہ میں صفائی معاملات ـــ اور پرہیزگاری میں اپنی نظیر آپ تھے اور ۲۷۳ھ یا ۲۸۳ھ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ شعر میں ان کے اوصافِ حمیدہ کی طرف اشارہ ہے، لیکن مقصود دال کے مدغم فیہ حروف بیان کرنا ہے جو ترب کی تاء سے جلا کے جیم تک ہر کلمہ کا پہلا حرف ہے۔ یہ کل دس حروف ہیں جن میں دال کا ادغام ہوتا ہے

وَلَمْ تُدَّغَمْ مَفْتُوحَةً بَعْدَ سَاكِنٍ
(۱۴۵/۱۴) بِحَرْفٍ بِغَيْرِ التَّاءِ فَاعْلَمْهُ وَاعْمَلَا

ترجمہ:۔ اور یہ (دال) کسی حرف ساکن کے بعد اگر مفتوح ہے تو ان (مذکورہ دس حروف) میں سے سوائے تاء کے کسی حرف میں مدغم نہیں ہوئی۔ تم اس کو جان لو، اور اس پر عمل بھی کرو۔

شرح دال شعر ۱۴۴ میں مذکور دس حروف میں مدغم ہوتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ مفتوحہ نہ ہو اور ساکن کے بعد نہ ہو، اگر ایسا ہوگا تو ان دس میں سے صرف ایک حرف تاء میں ادغام ہوگا۔ جس کی صرف دو مثالیں ہیں۔ ۱: كَادَ تَزِيغُ (توبہ ع۱۴) ۲: بَعْدَ تَوْكِيدِهَا (نحل ع۱۳) ہیں۔

۱:۔ دال خود بھی متحرک ہو، اور اس سے پہلا حرف بھی متحرک ہو جیسے عَدَدَ سِنِينَ۔

۲:۔ اور دال مکسور یا مضموم ہو، اور اس کا ماقبل ساکن ہو، جیسے ـــ مِنۢ بَعْدِ ذٰلِكَ اور يُرِيدُ ظُلْمًا ان دونوں صورتوں میں دال کا

پورے دس حروف میں ادغام ہوتا ہے۔

وَفِیْ عَشْرِھَا وَالطَّاءِ تُدْغَمُ تَاءُھَا
(۱۴۶/۱۵) وَفِیْ اَحْرُفٍ وَّجْھَانِ عَنْہُ تَھَلَّلَا

ترجمہ:- اور اس (دال) کے دس حروف میں اور طا میں ان (حرفوں) میں کی تار کا ادغام کیا جاتا ہے اور چند کلمات میں ان (ابو عمرو بصری) سے دو وجہ چاند کی طرح روشن اور مشہور ہیں۔

فَمَعْ حُمِّلُوا التَّوْرٰاۃَ ثُمَّ الزَّکٰوۃَ قُلْ
(۱۴۷/۱۶) وَقُلْ اٰتِ ذَاالْ وَلْتَاْتِ طَائِفَۃٌ عَلَا

ترجمہ:- (وہ دو وجہ والے کلمات مندرجہ ذیل ہیں) حُمِّلُوا التَّوْرٰاۃَ ثُمَّ کے ساتھ الزَّکٰوۃَ ثُمَّ (اور ایسے ہی) کہہ دو اٰتِ ذَاالْ اور وَلْتَاْتِ طَائِفَۃٌ (ان میں یہ دو وجہوں کا ہونا) بلند ہو گیا ہے۔

وَفِیْ جِئْتِ شَیْئًا اَظْھَرُوا لِخِطَابِہٖ
(۱۴۸/۱۷) وَنُقْصَانِہٖ وَالْکَسْرُ الِاْدْغَامَ سَھَّلَا

ترجمہ:- اور جِئْتِ شَیْئًا میں اس کے خطاب کا صیغہ اور حروف کم ہونے کی وجہ سے (ناقلین نے) اظہار کیا ہے۔ اور (تار کے) کسرہ نے ادغام کو آسان کر دیا ہے۔

شرح شعر ۱۴۴ میں دال کے مدغم فیہ دس حروف بتائے تھے۔ اور ساتھ ہی شعر ۱۴۵ میں یہ بھی بتایا تھا کہ دال مفتوحہ ساکن کے بعد نہ ہو ورنہ ادغام نہیں ہوگا، البتہ صرف تار میں ہو جائے گا۔ اس کے بعد شعر ۱۴۶ میں فرمایا کہ دال کے وہی مدغم فیہ دس حروف اور طار یہ کل گیارہ ہوئے۔ ان میں تار کا ادغام ہوتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ چند کلمات ایسے ہیں جن میں ادغام واظہار دونوں منقول ہیں، حُمِّلُوا التَّوْرٰاةَ ثُمَّ (جمعہ ع۱) اَلزَّکٰوۃَ ثُمَّ (بقرۃ ع۱۰) اٰتِ ذَاالْ (اسراء ع۳) اور فَاٰتِ ذَاالْ (روم ع۴) اور وَالْتَاْتِ طَائِفَةٌ (نساء ع۱۵) اور جِئْتِ شَيْئًا کے بارے میں فرمایا کہ اس میں چونکہ تاء خطاب کی ہے۔ دوسرے یہ کہ تعلیل ہو کر اس میں حروف کم ہو گئے ہیں۔ کیوں کہ یہ اصل میں جَيَاْتِ تھا، پہلے یاء کو الف سے بدلا۔ اجتماع ساکنین ہوا تو الف کو حذف کر دیا گیا، اور اس کے بعد یاء پر دلالت کرنے کے لیے جیم کے فتحہ کو کسرہ سے بدل دیا گیا، یہ تعلیل ہوئی۔ اس لیے اس میں اظہار جائز ہوا۔ اور چونکہ تاء پر کسرہ ثقلیل ہے، لہٰذا اس میں ادغام بھی ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ جِئْتِ شَيْئًا میں بھی دونوں وجہ ہیں۔

(۱۴۹/۱۸) وَفِيْ خَمْسَةٍ وَّهِيَ الْاَوَائِلُ ثَاءُهَا
وَفِي الصَّادِ ثُمَّ السِّيْنِ ذَالُ تَدَخَّلَا

ترجمہ:۔ اور پانچ حرفوں میں اور وہ (دال کے دس مدغم فیہ میں سے) اوّل کے ہیں، ان میں ثاء کا ادغام ہوتا ہے۔ اور صاد میں پھر سین میں ذال داخل ہوا ہے۔

شرح شعر ۱۴۴ میں دال کے دس مدغم فیہ بیان کیے تھے، ان میں سے اول کے پانچ یعنی ت، س، ذ، ش اور ض میں ثاء کا ادغام ہوتا ہے، اور پانچوں کی مثالیں اس طرح ہیں:

حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ۔ وَوَرِثَ سُلَيْمَانَ۔ اَلْحَرْثُ ذٰلِكَ۔ حَيْثُ شِئْتُمَا اور حَدِيْثُ ضَيْفِ یہ پانچوں حرفوں کی بالترتیب مثالیں ہو گئیں۔

وَفِی اللَّامِ رَاءٌ وَّهِیَ فِی الرَّا وَاُظْهِرَا
(۱۵۰/۱۹) اِذَا انْفَتَحَا بَعْدَ الْمُسَكَّنِ مُنْزَلَا

ترجمہ:- اور لام میں راء کا، اور اس (لام) کا راء میں ادغام ہوتا ہے۔ اور ان دونوں میں اظہار ہوتا ہے جب یہ مقام کے اعتبار سے مفتوح ہوں اور ساکن کے بعد ہوں۔

شرح ان سولہ حرفوں میں بارہواں لام ہے اور تیرہواں راء ہے اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کے لیے مدغم بھی بنتا ہے اور مدغم فیہ بھی جیسے سَخَّرَلَنَا اور جَعَلَ رَبُّكُمْ۔ لیکن اگر دونوں میں کوئی بھی مفتوح ہو اور ساکن کے بعد ہو تو دونوں میں اظہار ہوتا ہے جیسے ــــــ اَلْخَیْرَ لَعَلَّكُمْ اور فَیَقُوْلَ رَبِّ۔

سِوٰی قَالَ ثُمَّ النُّوْنُ تُدْغَمُ فِیْهِمَا
(۱۵۱/۲۰) عَلٰی اِثْرِ تَحْرِیْكٍ سِوٰی نَحْنُ مُسْجَلَا

ترجمہ:- (لام مفتوح اگر ساکن کے بعد ہو تو اس کا اظہار ہوتا ہے جیسے ابھی فَیَقُوْلَ رَبِّ اس کی مثال گذری) سوائے قَالَ کے (کہ اس کا لام مفتوح بھی ہے اور ساکن کے بعد بھی ہے لیکن اس کا راء میں ادغام ہوتا ہے جیسے قَالَ رَّبِّ) پھر نون کا ادغام دونوں (راء و لام) میں کیا جاتا ہے جب کہ نون حرکت کے بعد ہو جیسے تَاَذَّنَ رَّبُّكَ (اعراف ع۲۱) لیکن نَحْنُ کا نون اگرچہ حرکت کے بعد نہیں ہے مگر اس کا ادغام ہو جاتا ہے جیسے نَحْنُ لَكَ اور اس) کے استثناء کی وجہ یہ ہے کہ نَحْنُ کے نون کا ضمہ لازمی ہونے کی بناء پر ثقیل ہے اس لیے اس میں ادغام سے تخفیف کی گئی۔

(۱۵۲/۲۱) وَتُسْكَنُ عَنْهُ الْمِيْمُ مِنْ قَبْلِ بَائِهَا
عَلٰى اِثْرِ تَحْرِيْكٍ فَتَخْفٰى تَنَزُّلَا

ترجمہ:۔ اور ان (ابوعمرو بصری) سے باء سے پہلے میم کا ساکن کیا جانا منقول ہے جب کہ وہ میم حرکت کے بعد ہو۔ پھر اس میم میں مقام کے اعتبار سے اخفاء کیا جاتا ہے۔

شرح میم خود متحرک ہو، اور کسی متحرک کے بعد ہی آرہا ہو تو میم کو ساکن کرکے قاعدہ کے مطابق ابوعمرو اخفاء کرتے ہیں جیسے "ادَم بِالْحَقّ"۔

اخفاء کے لغوی معنی ہیں چھپانا۔ یہ نون میں ہوتا ہے تو نون کو اپنے اصل مخرج سے بہت معمولی اور کمزور تعلق باقی رہتا ہے اور اس کی صفتِ غنہ خیشوم سے ادا ہوتی ہے۔ اور جب میم میں ہوتا ہے تو اس کا مطلب میم کو کمزور کر دینا، اور اس کا کچھ حصّہ غائب کر دینا ہے۔ رہی یہ بات کہ ادغام کے باب میں اخفاء کا ذکر کیوں کیا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جیسے میم اگر مدغم واقع ہو تو ساکن کرنا ہوتا ہے، ایسے ہی یہاں بھی میم ساکن کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا مناسبت موجود ہے۔

اور میم کا باء میں ادغام اس لیے نہیں کیا گیا کہ اس سے میم کی صفت ذاتی غنہ ختم ہو جائے گی۔

سوال:۔ نون کی یہ صفت تو اس وقت بھی ختم ہو جاتی ہے جب کہ اس کا ادغام راء یا لام میں کیا جائے۔؟

جواب:۔ یہ صحیح ہے لیکن اس وقت اس کا خیال اس لیے نہیں کیا گیا کہ نون کو راء اور لام سے تجانس و تقارب کی وجہ سے مناسبت زیادہ ہے۔

(۱۵۳/۲۲) وَفِی مَنْ یَشَآءُ بَا یُعَذِّبُ حَیْثُ مَا
اَتٰی مُدْغَمُ فَادْرِ الْاُصُوْلَ لِتَاُصُلَا

ترجمہ:۔ اور مَنْ یَشَآءُ میں یُعَذِّبُ کی بَا جہاں بھی آئے مدغم ہوتی ہے۔ تم ان قواعد کو (اچھی طرح) جان لو تاکہ اصیل (ماہر) بن جاؤ۔

شرح یُعَذِّبُ مَنْ یَشَآءُ جہاں بھی آئے، با، کو میم بنا کر میم کا میم میں ادغام کیا جائے گا۔ اور یہ با، ان سولہ حروف میں سے آخری ہے جن کا ذکر شعر ۱۳۷ میں کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ با، کا میم میں ادغام صرف یُعَذِّبُ مَنْ یَشَآءُ میں ہوتا ہے اور یہ قرآنِ پاک میں پانچ جگہ وارد ہے ۱۔ آل عمران ع ۱۳۔ ۲۔ مائدہ ع ۳۔ ۳۔ مائدہ ع ۶۔ ۴۔ عنکبوت ع ۲ ۵۔ فتحنا ع ۲۔ اس کے علاوہ اگر کہیں با، اور میم جمع ہوں گے تو صرف اظہار ہوگا جیسے وَکُذِّبَ مُوْسٰی۔

(۱۵۴/۲۳) وَلَا یَمْنَعُ الْاِدْغَامُ اِذْ ھُوَ عَارِضٌ
اِمَالَةَ کَالْاَبْرَارِ وَالنَّارِ اُثْقِلَا

ترجمہ:۔ اور ادغام امالہ کے لیے مانع نہیں ہے کیوں کہ وہ عارضی (چیز) ہے جیسے اَلْاَبْرَارُ (رَّبَّنَا) اور النَّارُ (رَّبَّنَا) کہ یہ ادغام کی وجہ سے مشدد ہو گئے ہیں۔

شرح وہ کلمات جن میں امالہ ہوتا ہے اور امالہ کا سبب اس کلمہ کے آخر میں را، مکسورہ ہے اگر اس میں ادغام کا قاعدہ پایا جائے۔ تو ادغام و امالہ دونوں جمع ہو جائیں گے، اور یہ ادغام امالہ کے لیے مانع نہیں بنے گا۔ یعنی را، مکسورہ چونکہ ادغام کے لیے ساکن ہو جائے گی۔ تو یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اب

چونکہ کسرہ جو امالہ کا سبب تھا وہ نہیں رہا، لہٰذا ادغام کے ساتھ امالہ نہ کیا جائے۔
اور وجہ یہ ہے کہ ادغام عارضی ہے اور کسرہ اصلی ہے۔ لہٰذا اصل کا اعتبار کرتے ہوئے امالہ کیا جائے گا۔ مثالیں ترجمہ میں گذر چکیں۔

(۱۵۵/۲۴) وَاَشْمِمْ وَرُمْ فِیْ غَیْرِ بَاءٍ وَّمِیْمِھَا
مَعَ الْبَاءِ اَوْمِیْمٍ وَّکُنْ مُّتَأَمِّلَا

ترجمہ:۔ اور اشمام وروم کرو، باء اور میم کے علاوہ میں، اس حال میں کہ وہ باء یا میم کے ساتھ ہوں۔ اور (اشمام وروم کی تعریف کا انتظار کرنے والے یا اس بات پر) غور کرنے والے بنو (کہ اشمام وروم کیوں منع ہیں)۔

شرح فرماتے ہیں کہ جن حروف کا اب تک ادغام ہونا بیان ہوا ہے، خواہ مثلین ہوں، متجانسین ہوں یا متقاربین۔ ان سب میں ادغامِ کبیر کے ساتھ روم واشمام بھی جائز ہے تاکہ ان کی حرکت کی طرف اشارہ ہو جائے جیسے سَیُغْفَرُلَّنَا لیکن یاد رہے کہ فتحہ میں اشمام وروم نہیں ہوتے جیسے وَشَھِدَ شَّاھِدٌ۔

البتہ یہ اشمام وروم کسرہ یا ضمہ ہونے کے باوجود اس وقت نہیں ہوں گے جب کہ ادغام باء، یا میم کا باء، یا میم ہی میں ہو رہا ہو جس کی چار صورتیں ہو سکتی ہیں (۱) باء کے بعد باء ہو جیسے نُصِیْبُ بِّرَحْمَتِنَا (۲) میم کے بعد میم ہو جیسے یَعْلَمُ مَّا (۳) باء کے بعد میم ہو جیسے یُعَذِّبُ مَّنْ یَّشَآءُ (۴) میم کے بعد باء ہو جیسے اَعْلَمُ بِمَا

ان صورتوں میں اشمام وروم نہ ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ باء اور میم دونوں ہونٹوں کے ملانے سے ادا ہوتے ہیں اور اشمام وروم میں دونوں ہونٹوں کا پورا انطباق نہیں ہو سکتا۔

(۱۵۶/۲۵) وَإِدْغَامُ حَرْفٍ قَبْلَهُ صَحَّ سَاكِنٌ
عَسِيرٌ وَبِالْإِخْفَاءِ طَبَّقَ مَفْصِلَا

ترجمہ:۔ اور ایسے حرف کا ادغام کرنا مشکل ہے جس سے پہلے کوئی حرف صحیح ساکن ہو اور ایسی صورت میں قاری کو اخفاء (یعنی اختلاس کرلینا چاہیئے، اس سے وہ اجتماعِ ساکنین علی غیر حدہ کے اعتراض سے بچ کر) درستگی کو پہنچ جائے گا۔

(۱۵۷/۲۶) خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ ثُمَّ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ
وَفِي الْمَهْدِ ثُمَّ الْخُلْدِ وَالْعِلْمِ فَاشْمُلَا

ترجمہ:۔ (مدغم سے پہلے حرف صحیح ساکن کی مثالیں) خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ پھر مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ اور فِي الْمَهْدِ (صَبِيًّا) پھر الْخُلْدِ (جَزَاءً) اور الْعِلْمِ (مَالَمْ يَأْتِكَ) ہیں۔ تم (ان میں اور مثالوں کو) شامل کرلو۔

شرح اگر حرف مدغم سے پہلے الف، واؤ، یا، کے علاوہ کوئی اور حرف ساکن ہو جیسے شَهْرُ رَمَضَانَ تو ادغام مشکل ہے یعنی اس کا ادا کرنا دشوار ہے۔

اس لیے جن حضرات نے ایسے موقع پر بجائے ادغام کے اخفاء یعنی اختلاس کیا، انھوں نے ٹھیک کیا ہے اور وہ لوگ اس دشواری سے بھی بچ گئے اور اجتماع ساکنین علی غیر حدہ لازم آنے کے اعتراض سے بھی محفوظ ہوگئے شعر نمبر ۱۵۶ کے لفظ اخفاء سے مراد اختلاس ہے۔ جس کا مطلب ہے حرکت کا دو تہائی حصہ ادا کرنا۔ اس سے ادغام کی اک گونہ رعایت ہوجاتی ہے۔

☆

بَابُ هَاءِ الْكِنَايَة

اس باب میں اس ہاء کے صلہ کے بارے میں بیان کرنا مقصود ہے جو واحد مذکر غائب کی ضمیر متصل ہوتی ہے۔ اگر یہ کسرہ یا یا ساکنہ کے بعد ہو تو اس پر کسرہ آتا ہے جیسے بِهٖ، فِيْهِ، اِلَيْهِ ورنہ ضمہ آتا ہے جیسے لَهٗ رَبُّهٗ، مِنْهُ، رَاٰوْهُ، رَاوَدُوْهُ، فَاهُ اور واحد مؤنث غائب کی ضمیر ہمیشہ زبر اور اس کے بعد الف کے ساتھ ہوتی ہے جیسے لَهَا، عَنْهَا، فِيْهَا۔

(۱۵۸/۱) وَلَمْ يَصِلُوْا هَا مُضْمَرٍ قَبْلَ سَاكِنٍ
وَمَا قَبْلَهُ التَّحْرِيْكُ لِلْكُلِّ وُصِّلَا

ترجمہ:۔ اور ساکن سے پہلے والی ہاء ضمیر میں کسی نے بھی صلہ نہیں کیا اور وہ ہاء ضمیر جو حرکت سے پہلے ہو سب کے لیے صلہ سے پڑھی گئی ہے۔

شرح ہاء ضمیر کے بعد والا حرف اگر ساکن ہے تو اس میں کسی کے نزدیک صلہ نہیں ہوگا خواہ اس سے پہلے حرف متحرک ہو جیسے قَوْلُهُ الْحَقُّ یا ساکن ہو جیسے مِنْهُ النَّهَارَ اور وہ ہاء ضمیر جس سے پہلے حرف متحرک ہو اور بعد والا حرف بھی متحرک ہو جیسے اَمْرُهٗٓ اِلَى اس میں سب کے نزدیک صلہ ہوتا ہے۔ یہ دونوں قاعدے متفق علیہ ہیں۔

پہلی صورت میں اس لیے صلہ نہیں کرتے کہ اس میں صلہ کرنے سے اجتماع ساکنین علی غیر حدہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ واحد مؤنث غائب کی ضمیر کے صلہ کا الف بھی بعد کے ساکن کی وجہ سے حالت وصل میں حذف ہو جاتا ہے

جیسے تَحْتَهَا الْاَنْهٰر

اور دوسری صورت میں اس لیے صلہ کیا جاتا ہے کہ ہا، ایک کمزور اور خفی حرف ہے۔ صلہ کرنے سے یا، اور واؤ کا اضافہ ہو کر اس میں قوّت آجاتی ہے۔

وَمَا قَبْلَهُ التَّسْكِينُ لِابْنِ كَثِيرِهِمْ
(۱۵۹/۲) وَفِيهِ مُهَانًا مَعْهُ حَفْصٌ اَخُو وِلَا

ترجمہ:۔ اور وہ ہا، ضمیر جس سے پہلے سکون ہو (اس میں) ان میں سے (صرف) ابن کثیر کے لیے (صلہ ہوتا ہے) اور فِيهِ مُهَانًا (جو ہے) اس میں ان کے ساتھ حفصؒ نے بھی (صلہ کرنے میں) ـــ بھائی چارگی کی ہے۔

شرح اس ہا، ضمیر کے صلہ کرنے میں ابن کثیر تنہا ہیں جس سے پہلا حرف ساکن اور بعد والا متحرک ہو۔ اگر ہا، سے پہلے یا، ساکن ہو تو ہا، میں بھی صلہ کر کے یا، پیدا کر دیتے ہیں جیسے فِيهِ ی هُدًى لیکن اگر ہا، سے پہلے یا، کے علاوہ کوئی ساکن ہے تو واؤ پیدا کرتے ہیں ـــ جیسے عَنْهُ و مَالُهُ اس قسم کی ہا، ضمیر یعنی جس میں ہا، سے پہلے ساکن اور بعد میں متحرک حرف ہو ایک کلمہ فِيهِ مُهَانًا (فرقان ع۶) میں حفصؒ بھی صلہ کرتے ہیں۔ نیز اَرْجِئْهُ وَاَخَاهُ (اعراف ع۱۴ و شعراء ع۳) میں ہشام نے بھی ابن کثیرؒ کی موافقت کی ہے۔

وَسَكِّنْ يُؤَدِّهْ مَعْ نُوَلِّهْ وَنُصْلِهْ
(۱۶۰/۳) وَنُؤْتِهْ مِنْهَا (فَ) اعْتَبِرْ (صَـ) افِيًا (حَـ) لَا

ترجمہ:۔ اور يُؤَدِّهْ، نُوَلِّهْ، نُصْلِهْ، اور نُؤْتِهْ مِنْهَا (کی

ہا ضمیر) کو ساکن کر دو، امام حمزہ۔ ابو بکر شعبہ اور ابو عمرو بصری کے لیے۔ پھر اعتبار کرو اس حال میں کہ وہ (اعتراض سے) صاف ہے۔ اور (ادائیگی میں) شیریں ہو گیا ہے۔

شرح يُؤَدِّهٖۤ اِلَيۡكَ (آل عمران ع) نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصۡلِهٖ جَهَنَّمَ (نساء ع) نُؤۡتِهٖ مِنۡهَا (آل عمران ع، شوریٰ ع) ان چاروں کلمات میں فا، صاد اور حا، والے یعنی حمزہ، شعبہ اور بصری ہا ضمیر کو ساکن پڑھتے ہیں۔

(۱۶۱/۴) وَعَنۡهُمۡ وَعَنۡ حَفۡصٍ فَاَلۡقِهٖ وَيَتَّقِهٖ
(حَ) مِیٰ (صَ) فُوۡهُ (قَ) وَمُ بِخُلۡفٍ وَّ اَنۡهَلَا

ترجمہ: اور ان (حمزہ، شعبہ، بصری) سے اور حفص رحمہ اللہ سے فَاَلۡقِهٖ کی ہا، کا سکون مروی ہے۔ اور يَتَّقِهٖ میں حا، اور صاد والوں (بصری وشعبہ) سے بلا خلف اور قاف والے (خلاد) سے خلف کے ساتھ سکون منقول ہے، محفوظ کر دیا ہے اس کی صفائی کو ایک قوم نے اختلاف (دو وجوہ) کے ساتھ اور (اساتذہ نے طلبہ کو اس کے دلائل بتا کر) سیراب (مطمئن) کر دیا ہے۔

شرح فَاَلۡقِهٖ اِلَيۡهِمۡ (نمل ع) میں حمزہ، شعبہ اور بصری کی طرح حفص رحمہ اللہ بھی ہا، کو ساکن پڑھتے ہیں۔ تو اب شعبہ اور حفص چونکہ دونوں کی روایت ایک ہو گئی، لہٰذا عاصم رحمہ اللہ کی قراءت بن گئی۔

خلاصہ یہ ہوا کہ بصری، عاصم اور حمزہ کے لیے فَاَلۡقِهٖ کی ہا، ساکن ہے وَيَتَّقۡهِ فَاُولٰٓئِكَ (نور ع) میں بصری اور شعبہ تو ہا، کو صرف ساکن ہی پڑھتے ہیں لیکن خلاد کی دو وجہ ہیں (۱) سکون (۲) صلہ۔ خلاد کے لیے

یہ دو وجہ قَوۡمٌ بِخُلۡفٍ سے معلوم ہوئیں۔ کیوں کہ اس میں قاف خلاد کی رمز ہے اور بخلف کا مطلب ہے دو وجہ۔ بخُلفٍ کا لفظ جہاں بھی آئے گا اس سے یہی مراد ہوگا کہ یہاں دو وجہ ہیں۔

۱۶۲/۵ وَقُلۡ بِسُكُوۡنِ الۡقَافِ وَالۡقَصۡرِ حَفۡصُهُمۡ
وَيَأۡتِهٖ لَدٰى طٰهٰ بِالۡاِسۡكَانِ (يُ) بۡجُتَلَا

ترجمہ:۔ اور کہہ دو کہ (وَيَتَّقۡهِ کو) ان میں سے حفص رح قاف کے سکون اور (ہا، کے) قصر کے ساتھ (پڑھتے ہیں) اور يَأۡتِهٖ (جو) سورۃ طٰہٰ میں ہے۔ یا، والے (سوسی) کے لیے اسکان کے ساتھ دیکھا جاتا ہے۔

شرح وَيَتَّقۡهِ فَاُولٰٓئِكَ (نور ع) کو حضرت حفص رح نے قاف کے سکون اور ہا، کے قصر سے یعنی بغیر صلہ کے پڑھا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ اس کلمہ میں ابو عمر و بصری اور شعبہ تو صرف سکون ہی پڑھتے ہیں۔ یعنی وَيَتَّقۡهۡ اور خلاد کی دو وجہ ہیں ایسے ہی سکون صلہ (يَتَّقِهٖ) اور حفص رح قاف ساکن اور ہا، کو بغیر صلہ کے يَتَّقۡهِ پڑھتے ہیں۔

اور وَمَنۡ يَأۡتِهٖ مُؤۡمِنًا (طٰ ع) میں يُجۡتَلَا کی یا، والے سوسی ہا، کو ساکن يَأۡتِهۡ پڑھتے ہیں۔

(۱۶۳/۶) وَفِي الۡكُلِّ قَصۡرُ الۡهَاءِ (بِ)انَ (لِ)سَانُهٗ
بِخُلۡفٍ وَّفِيۡ طٰهٰ بِوَجۡهَيۡنِ (بُ) جِّلَا

ترجمہ:۔ اور ان تمام (ساتوں کلمات) میں با، والے قالون کے لیے ہا، کا قصر (عدم صلہ) بلا خلف ہے۔ اور لام والے ہشام کے لیے خلف (صلہ و عدم صلہ) کے ساتھ ظاہر ہوا ہے اور سورۃ طٰہٰ میں (جو يَأۡتِهٖ) ہے اس میں قالون کے لیے دو وجہ (صلہ و عدم صلہ) عُمدہ قرار

دی گئی ہے۔

شرح گذشتہ چار اشعار میں بیان کردہ سات کلمات میں سے ایک کلمہ سورۃ طٰہٰ کے وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا میں کہ اس میں تو قالون کے لیے صلہ یاْتِہٖ اور عدم صلہ یاْتِہِ دو وجہ ہیں اور باقی چھ میں صرف عدم صلہ ہے۔ ان کو اس طرح پڑھا جائے گا یُؤَدِّہِ ۔ نُوَلِّہِ ۔ نُصْلِہِ نُؤْتِہِ ۔ فَاَلْقِہِ اور ہشام کیلئے یأتِہٖ میں صرف صلہ اور باقی میں صلہ و عدم صلہ دونوں ہیں۔

(۱۶۴/۷) وَاِسْكَانُ يَرْضَهُ (يُـ)ـمْنُهُ (لـُ)ـبْسُ (طَـ)ـيِّبٍ
بِخُلْفِهِمَا وَالْقَصْرَ (فَـ)ـاذْكُرْهُ (نَـ)ـوْفَلَا

(۱۶۵/۸) (لـَ)ـهُ (ا)لرُّحْبُ وَالزِّلْزَالُ خَيْرًا يَّرَهْ بِهَا
وَشَرًّا يَّرَهْ حَرْفَيْهِ سَكِّنْ (لِـ)ـيَسْهُلَا

ترجمہ: (۱۶۴) اور یَرْضَہُ کی ہا کو ساکن کرنا سوسیؒ کے لیے بغیر خلاف کے ہے۔ اور ہشام و دوری کے لیے خلاف کے ساتھ۔ اس کی برکت عمدہ (لباس) کا پہننا ہے اور حمزہؒ و عاصمؒ و ہشامؒ اور نافعؒ کے لیے قصر (عدم صلہ) کو ذکر کر دو۔ یہ بہت انعام دینے والا ہے۔

(۱۶۵) اس کے لیے کشادگی ہے اور سورۃ زلزال میں خَيْرًا يَّرَهٗ اور شَرًّا يَّرَهٗ کے دونوں حرفوں کو ہشام کے لیے ساکن کر دو تاکہ یہ آسان ہو جائیں۔

شرح (۱۶۴) یَرْضَہُ (زمر ع) کی ہا کے ساکن، متحرک، صلہ و عدم صلہ کی جو وجوہ وارد ہیں ان کو بیان فرماتے ہیں۔ یاء والے

سوسی کے لیے اس کی ہا، میں صرف سکون ہے یعنی یَرْضَہْ اور لام وطاء والے ہشام اور دوری کی دو دو وجوہ ہیں۔ ہشام کے لیے سکون اور قصر (عدم صلہ) اور دوری کے لیے۔ سکون یعنی یَرْضَہْ اور صلہ یعنی یَرْضَہُو اور نافع، عاصم اور حمزہ کے لیے صرف عدم صلہ یَرْضَہُ۔ اور باقی ڈھائی امام مکی، کسائی اور ابن ذکوان کے لیے صرف صلہ یَرْضَہُو۔

شعر (۱۶۵) سورۃ زلزال کے خَیْرًا یَّرَہٗ اور شَرًّا یَّرَہٗ دونوں میں ہشام ؒ کے لیے ہا، کو ساکن یعنی یَرَہْ پڑھا جائے گا خواہ وقف کریں یا وصل یعنی ان کے یہاں حالت وصل میں صلہ نہیں۔ باقی سب حالت وصل میں صلہ کرتے ہیں۔ اور زلزال کی قید لگا کر سورۃ بلد کے یَرَہٗ کو نکالنا مقصود ہے کیوں کہ اس میں حُلوانی کے طریق سے ہشام کے یہاں بھی حالتِ وصل میں صلہ ہے۔

وَعَیْ (نَفَرٌ) اَرْجِئْہُ بِالْھَمْزِ سَاکِنًا
وَفِی الْھَاءِ ضَمٌّ (لَ) ھٗ (دَ) عْوَاہُ (حَ) رْمَلَا (۱۶۶/۹)

ترجمہ:۔ نفر والوں (مکی، بصری، شامی) نے اَرْجِئْہُ کو ہمزہ ساکنہ کے ساتھ محفوظ کیا ہے، اور لام، دال اور حاء والوں (ہشام ابن کثیر اور بصری) نے اس کی ہا، میں ضمہ پڑھا ہے، اس کے دعویٰ نے مفرح دوا کو جمع کر لیا ہے۔

وَاَسْکِنْ (نَ) صِیْرًا (فَ) ازَ وَاکْسِرْ لِغَیْرِھِمْ
وَصِلْھَا (جَ) وَادًا (دُ) وْنَ (رَ) یْبٍ (لِ) تُوْصَلَا (۱۶۷/۱۰)

ترجمہ:۔ اور تم مددگار ہونے کی حالت میں (اس کی ہا، کو) عاصم اور حمزہ کے لیے ساکن کر دو۔ کامیاب ہو جاؤ گے، اور ان (ہشام، ابن کثیر

بصری، عاصم، اور حمزہ) کے علاوہ (نافع ابن ذکوان اور کسائی) کے لیے اس کو کسرہ دو۔ اور جیم، دال، راء۔ اور لام والوں (ورش، ابن کثیر کسائی، ہشام) کے لیے اس (ہاء) میں صلہ کرو تاکہ (مقصود تک) پہنچا دیئے جاؤ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تم سخی ہو۔

شرح (۱۶۶) اَرْجِهْ (اعراف ع۱۴ اور شعراء ع۳) کو نفر والے تینوں امام ہمزہ ساکنہ کی زیادتی کے ساتھ اَرْجِئْهُ اور باقی چار یعنی نافع اور کوفیین بغیر ہمزہ کے پڑھتے ہیں۔ اور ہشام ابن کثیر اور ابوعمرو اس کی ہاء کو ضمہ پڑھتے ہیں۔ نفر کے تین اماموں میں سے ابن ذکوان نکل گئے کیوں کہ ان کے یہاں ضمہ نہیں، کسرہ ہے جیسا کہ شعر ۱۶۷ میں وَاکْسِرُ میں آرہا ہے۔

(۱۶۷) عاصم و حمزہ اس ہاء کو ساکن پڑھتے ہیں۔ اور ضمہ و سکون والے ساڑھے چار اماموں کے علاوہ ڈھائی امام اس ہاء کو کسرہ پڑھتے ہیں۔ اور ورش، ابن کثیر، کسائی اور ہشام صلہ کرتے ہیں۔ ان میں سے چوں کہ ورش و کسائی کے لیے کسرہ ہے اس لیے وہ کسرہ کے ساتھ ہٖ، اور ابن کثیر و ہشام کے لیے چونکہ ضمہ ہے اس لیے وہ ضمہ کے ساتھ ہٗ پڑھتے ہیں۔ اور قالون ابوعمرو اور ابن ذکوان بغیر صلہ کے پڑھتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ لفظ اَرْجِهْ جو قرآنِ کریم میں دو جگہ آیا ہے۔
(۱) اعراف ع۱۴ میں (۲) شعراء ع۳ میں۔ اس میں چھ قراءتیں ہوگئیں۔

۱:۔ قالون کے لیے ہمزہ کا حذف اور ہاء کا کسرہ صلہ کے بغیر یعنی اَرْجِهِ
۲:۔ ورش و کسائی کے لیے ہمزہ کا حذف اور ہاء کا کسرہ اور یاء کے ساتھ صلہ یعنی اَرْجِهٖ

۳:۔ عاصم وحمزہ کے لیے ہمزہ کا ترک اور ہاء کا سکون یعنی اَرْجِہْ۔
۴:۔ ابن کثیر اور ہشام کے لیے جیم کے بعد ہمزہ ساکنہ اور ہاء کا ضمہ، اور واؤ کے ساتھ صلہ یعنی اَرْجِئْہُو۔
۵:۔ ابوعمرو کے لیے نمبر ۴ کی طرح لیکن صلہ کے بغیر یعنی اَرْجِئْہُ۔
۶:۔ ابن ذکوان کے لیے جیم کے بعد ہمزہ ساکنہ اور ہاء کا کسرہ صلہ کے بغیر یعنی اَرْجِئْہِ۔

بَابُ المَدِّ وَالقَصْرِ

مد کے لغوی معنی دراز کرنا، اور اصطلاح میں حرف مد یا حرف لین میں روایت کے موافق سبب کے پائے جانے پر ایک الف سے زائد آواز کو دراز کرنا۔ حرف مد میں اس درازی کے لیے دو سبب ہیں ۱ ہمزہ ۲ سکون۔ اور حرفِ لین کے لیے صرف ایک سبب ہے۔ سکون۔

مد کی دو قسمیں ہیں ۱ اصلی اس کو طبعی اور ذاتی بھی کہتے ہیں۔ اس کی مقدار بالاتفاق صرف ایک الف ہے اور یہ کسی سبب پر موقوف نہیں ہوتا۔ یعنی اس کے بعد نہ ہمزہ ہوتا ہے، نہ سکون۔ جیسے نُوحِیْھَا
۲ فرعی۔ حرف مد کے بعد ہمزہ یا سکون ہو۔ ہمزہ ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ اسی کلمہ میں ہو، جیسے مَآءٌ، قُرُوْٓءٌ، سِیْٓئَ یا دوسرے کلمہ میں ہو جیسے مَآ اُنْزِلَ۔ قَالُوْٓا اٰمَنَّا۔ فِیْٓ اُمِّھَا۔

ان دونوں صورتوں میں حرف مد مقدم اور ہمزہ مؤخر ہے۔ اگر ہمزہ مقدم اور حرفِ مد مؤخر ہو تو صرف حضرت ورش کے نزدیک یہ بھی سببِ مد

ہے اس لیے وہ اس میں قصر کے ساتھ توسط وطول بھی کرتے ہیں، جیسے اٰمَنَ ، اِیْمَان ، اُوْتِیَ ۔ اور اگر حرفِ مد کے بعد سکون ہو تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں (۱) سکون لازم ہو جیسے آلْـٰٔنَ (۲) سکون عارض ہو جو وقف کی وجہ سے ہوتا ہے جیسے یَعْلَمُوْنَ ۔

ایسے ہی اگر حرفِ لین کے بعد سکون ہو تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں (۱) سکون لازم ہو جس کی صرف دو مثالیں قرآن کریم میں ہیں کٓهٰیٰعٓصٓ میں اور حٰمٓ عٓسٓقٓ میں عین (۲) سکون عارضی ہو جو وقف کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے ۔ جیسے خَوْف اور بَیْت

اِذَا اَلِفٌ اَوْ یَاؤُهَا بَعْدَ کَسْرَةٍ
اَوِ الْوَاوُ عَنْ ضَمٍّ لَقِی الْهَمْزَ طُوِّلَا (۱۶۸/۱)

ترجمہ:۔ جب کہ الف ہو یا اُن (حروف ہجا میں کی یاء ساکنہ) کسرہ کے بعد ہو۔ یا واؤ (ساکنہ) ضمہ کے بعد ہو (اور) ہمزہ سے مل جائے (یعنی حرف مد کے بعد ہمزہ اسی کلمہ میں آجائے) تو وہ درازی سے پڑھا جائے گا (یعنی اس میں قصر کسی کے لیے نہیں کیا جائے گا)۔

شرح اس شعر میں تینوں حروف مدہ کو ذکر کرنے کے بعد مد متصل کو بیان کیا ہے ۔ حروفِ مدّہ تین ہیں ۔

۱:۔ الف ۔ یہ ہمیشہ ساکن ماقبل مفتوح اور بے جھٹکا ہونے کی وجہ سے مدہ ہوتا ہے جیسے جَآءَ ۔

۲:۔ واؤ ساکن ماقبل مضموم جیسے سُوْٓءَ ۔

۳:۔ یاء ساکن ماقبل مکسور جیسے سِیْٓئَ

ان تینوں مثالوں میں مد متصل ہے ۔ مد متصل کا سبب یعنی ہمزہ متصلہ چونکہ

قوی سبب ہے اس لیے اس میں قصر کسی کے نزدیک نہیں صرف مد ہے۔ لیکن اس میں تفصیل یہ ہے کہ قالون، ابوعمرو اور مکی کے لیے ڈیڑھ الف اور دو الف ابن عامر اور کسائی کے لیے صرف دو الف۔ عاصم کے لیے دو الف اور ڈھائی الف۔ ورش اور حمزہ کے لیے تین الف کی مقداریں ہیں۔

۱۶۹/۲
فَاِنْ يَنْفَصِلْ فَـالْقَصْرُ (بـ) ـادِرْهُ (طـ) ـالِبًا
بِخُلْفِهِمَا (يُـ) ـرْوِيكَ (دَ) رًّا وَّ مُخْضَلاَ

ترجمہ:۔ پس اگر جدا ہو (حرفِ مد ہمزہ سے یا ہمزہ حرفِ مد سے) تو با، والے (قالون) اور طا، والے (دوری) کے لیے خلف کے ساتھ قصر ہے۔ (یعنی قصر و توسط دونوں ہیں) اور یا، والے سوسی اور دال والے ابن کثیر کے لیے بغیر خلف کے (یعنی صرف قصر ہے) تم اس کو جلدی سے لے لو، اس حال میں کہ تم ان دونوں کے خلاف کے ساتھ طالب ہو۔ یہ (قصر) تم کو سیراب کرے گا۔ یہ دودھ سے پُر اور تر کیا ہوا ہے۔

شرح اس شعر میں مدِ منفصل کو بیان فرمایا۔ مثالیں اگلے شعر میں آرہی ہیں حرفِ مد کے بعد ہمزہ دوسرے کلمہ کے شروع میں آئے اس کو مدِ منفصل کہتے ہیں۔ اس میں حضرت قالون اور دوری قصر اور ڈیڑھ یا دو الف کے برابر مد کرتے ہیں۔ اور ابن کثیر و سوسی کے لیے صرف قصر ہے اور باقی ساڑھے چار اماموں کے لیے صرف مد ہے۔ لیکن اس میں تفصیل یہ ہے کہ ابن عامر اور کسائی کے لیے دو الف، عاصم کے لیے دو اور ڈھائی الف۔ ورش و حمزہ کیلئے تین الف کے برابر مد ہو گا۔

۱۷۰/۳
كَجِيْئَ وَعَنْ سُوْٓءٍ وَشَآءَ اتِّصَالُهُ
وَمَفْصُوْلُهُ فِيْٓ اُمِّهَآ اَمْرُهٗٓ اِلٰى

ترجمہ:- جیسے جِیْٓئَ اور سُوْٓءٍ اور شَآءَ مد متصل ہونے کی مثالیں ہیں اور منفصل کی مثالیں فِیْٓ اُمِّہَا آ اَمْرُہٗٓ اِلٰی ہیں۔

(۱۷۱/۴) وَمَا بَعْدَ ھَمْزٍ ثَابِتٍ اَوْ مُغَیَّرٍ
فَقَصْرٌ وَّقَدْ یُرْوٰی لِوَرْشٍ مُّطَوَّلَا

ترجمہ:- اور وہ حرف مد جو ہمزہ ثابتہ (جس میں کسی کا کوئی تغیر نہ ہوا ہو) کے بعد ہو یا ہمزہ مغیرہ (جس میں کوئی تغیر ہو گیا ہو) کے بعد ہو تو اس میں قصر ہے، اور ورش کے لیے اس میں طول بھی مروی ہے۔

(۱۷۲/۵) وَوَسَّطَہٗ قَوْمٌ کَاٰمَنَ ھٰٓؤُلَآ
ءِ یٰاٰلِھَۃً اٰتٰی لِلْاِیْمَانِ مُثِّلَا

ترجمہ:- اور بعض حضرات نے اس (ہمزہ کے بعد والے حرف مد) میں توسط کیا ہے۔ جیسے اٰمَنَ، ھٰٓؤُلَآءِ یٰاٰلِھَۃً، اٰتٰی اور لِلْاِیْمَانِ مثالیں بیان کی گئی ہیں۔

(۱۷۳/۶) سِوَا یَاءِ اِسْرَآئِیْلَ اَوْ بَعْدَ سَاکِنٍ
صَحِیْحٍ کَقُرْاٰنٍ وَّمَسْئُوْلًا اسْئَلَا

ترجمہ:- (ہمزہ کے بعد والے ہر حرف مد میں ورش سے قصر کے ساتھ توسط اور طول منقول ہیں) سوائے اسرائیل کی یاء کے اور سوائے اس حرف مد کے جو ایسے ہمزہ کے بعد آئے جو کسی حرف صحیح ساکن کے بعد ہو، جیسے قُرْاٰن اور مَسْئُوْلًا (ان کے مستثنیٰ ہونے کی وجہ معلوم کرلو۔)

(۱۷۴/۷) وَمَا بَعْدَ ھَمْزِ الْوَصْلِ اِیْتِ وَبَعْضُھُمْ
یُؤَاخِذُکُمْ آٰلْئٰنَ مُسْتَفْھِمًا تَلَا

(۱۷۵/۸) وَعَادِ نِ الْاُوْلٰی وَابْنُ غَلْبُوْنَ طَاهِرٌ
بِقَصْرِ جَمِیْعِ الْبَابِ قَالَ وَقَوَّلَا

ترجمہ :- (۱۷۴) اور سوائے اس حرفِ مد کے جو ہمزۂ وصل کے بعد ہو جیسے اِیْتِ اور ان میں کے بعض (ناقلین) نے یُؤَاخِذُکُمْ (اور لَا تُؤَاخِذْنَا اور لَا یُؤَاخِذُ اللّٰہُ) اور استفہام والے آلْٰنَ کو اور عَادَ نِ الْاُوْلٰی کو (طول و توسط سے مستثنیٰ) تلاوت کیا ہے۔

(۱۷۵) اور ابن غلبون طاہر تمام باب (مد بدل کے تمام کلمات) میں قصر کے قائل ہوئے ہیں اور اسی کو انھوں نے (ورش کی جانب) منسوب کیا ہے۔

شرح اس باب کے شعر ۱ تا ۳ میں مد متصل اور مد منفصل کو بیان فرمایا۔ ان دونوں میں سبب مد ہمزہ ہے جو حرف مد کے بعد ہے۔ اگر اسی کلمہ میں ہو تو مد متصل اور اگر حرف مد ایک کلمہ کے آخر میں اور ہمزہ دوسرے کلمہ کے شروع میں ہو تو مد منفصل کہتے ہیں۔ ان کی مثالیں اور مقداریں گذر چکیں شعر ۴ میں فرماتے ہیں کہ اگر ہمزہ حرفِ مد سے پہلے ہو خواہ ثابتہ ہو یا مغیرہ اس میں سب کے لیے قصر ہے لیکن ورش سے قصر کے ساتھ توسط اور طول بھی منقول ہے۔ ہمزہ ثابتہ جیسے اٰمَنَ اور ہمزہ مغیرہ کی کم از کم تین مثالیں ہو سکتی ہیں۔ کیوں کہ کبھی تو تغیر تسہیل کے ذریعہ ہوتا ہے جیسے ءَاٰمَنْتُمْ کہ اس میں ہمزۂ ثانیہ کی تسہیل ہوگی۔ یعنی اس ہمزہ کو ہمزہ اور الف کے بین بین پڑھا جائے گا۔ اور کبھی ابدال کے ذریعہ ہوتا ہے۔ جیسے هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً (انبیاء ع) کہ اس میں ہمزہ ثانیہ کو یاء سے بدلا گیا ہے اور کبھی نقلِ حرکت کے ذریعہ ہوتا ہے جیسے لِلْاِیْمَانِ کہ اس میں ایمان

کے ہمزہ کی حرکت نقل کر کے لام کو دی گئی اور ہمزہ کو حذف کر کے ــــ
لِلِیْمَان پڑھا گیا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ ہمزہ کے بعد حرفِ مد ہو تو اس میں تمام قراء کے یہاں صرف قصر ہے۔ لیکن ورش سے تین وجہ منقول ہیں (۱) قصر ایک الف کے برابر (۲) توسط تین الف کے برابر (۳) طول یا پنج الف کے برابر۔ لیکن قصر اولیٰ ہے۔ پھر توسط پھر طول۔

شعر ۶ تا ۸ میں مستثنیات کو ذکر کیا۔ لفظ اِسْرَائِیل کی یاء مستثنیٰ ہے کہ اس میں ورش کے لیے بھی صرف قصر ہوگا۔ اس کے مستثنیٰ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ لفظ قرآنِ کریم میں اکثر جگہ لفظ بَنِیْ کے بعد آیا ہے۔ اس طرح بَنِیْٓ اِسْرَائِیْلَ میں تین مد جمع ہو کر کلمہ بہت طویل ہو جاتا ہے اس لیے مد بدل کو تخفیفاً قصر سے پڑھا جائے گا۔

سوال:۔ وَجَآءُوْٓ اٰبَاھُمْ میں بھی تو تین مد جمع ہیں ایک مد متصل دوسرا مد منفصل، اور تیسرا ہمزہ کے بعد حرفِ مد ہونے کی وجہ سے مد بدل۔ تو کیا یہاں بھی تخفیفاً مد بدل میں قصر کیا جائے گا؟

جواب:۔ بے شک اس میں بھی تین مد ہیں لیکن اس میں مد منفصل اور مد بدل ایک ہی حرف میں جمع ہیں۔ اس لیے ان دونوں کو ایک ہی مد شمار کیا جائے گا، لہٰذا اس میں تخفیف کی ضرورت نہیں۔

دوسرا استثناء اس حرفِ مد کا کیا جو ہمزہ کے بعد تو آئے لیکن ہمزہ حرف صحیح ساکن کے بعد ہو جیسے قُرْاٰن اور مَسْئُوْلًا اس کے استثناء کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ہمزہ مرسوم نہیں، گویا سبب مد ہے ہی نہیں۔ اگر یہ ہمزہ حرفِ مد کے بعد آئے جیسے اَلنَّبِیّٖنَ یا حرفِ لین کے

بعد ہو جیسے اَلْمَوْءُ دَةُ یا دوسرے کلمہ کے ساکن کے بعد ہو جیسے مَنْ اٰمَنَ
ان تینوں صورتوں میں تثلیث ہو گی۔

تیسرا استثناء، اس کلمہ کا کیا جس میں ہمزہ وصلی کے بعد حرف مد ہو جیسے اِیْتِ اس کے استثناء کی وجہ یہ ہے کہ ہمزہ تو وصلی ہونے کی وجہ سے عارضی ہے اور یا، ہمزہ سے بدلی ہوئی ہونے کی وجہ سے عارضی ہے۔

چوتھا استثناء، یُؤَاخِذُکُمْ (لَاتُؤَاخِذْنَا۔ یُؤَاخِذُ اللّٰہ) کا فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ ورش کے نزدیک یہ وَاخَذَ سے بنا ہے یعنی مثال واوی ہے، یا لازم البدل ہے یعنی ان کلمات میں سے ہے جن کے ہمزہ کا ابدال ضروری ہے۔ اس لیے یہاں سببِ مد ہمزہ ہے ہی نہیں۔

پانچواں استثناء، استفہام والے آٰلْـٰٔنَ (یونس ع ۵ و ع ۹) کا ہے۔ اور استفہام والا کہہ کر اَلْـٰٔنَ جِئْتَ اور اَلْـٰٔنَ حَصْحَصَ وغیرہ کو خارج کرنا مقصود ہے کیوں کہ ان میں قصر، توسط وطول تینوں ہوں گے اور اس کا دوسرا الف مراد ہے جو لام کے بعد ہے کیوں کہ پہلے الف میں تو مد لازم ہے اس کے استثناء کے کوئی معنی نہیں۔ اس کلمہ میں چونکہ ایک ہی قسم کے دو مد جمع ہیں، اس لیے یہ بھی مستثنیٰ ہے۔

چھٹا استثناء، عَادًا الْاُوْلٰی کا ہے اس میں تنوین کا ادغام لام میں ہونے کی وجہ سے لام کی حرکت قوی ہو گئی اور ہمزہ جو سببِ مد تھا وہ گویا تھا ہی نہیں، اس لیے یہ بھی مستثنیٰ ہے۔

مستثنیات سے فارغ ہو کر شعر ۱۷۵ میں فرماتے ہیں کہ ابن غلبون یعنی ابو الحسن طاہر بن غلبون مد بدل کے تمام کلمات میں صرف قصر کے قائل ہیں اور اسی خیال کو انھوں نے اپنی کتاب تذکرہ میں ورش کی جانب

منسوب بھی کیا ہے، یعنی مد بدل میں ورش کا مذہب اور سب کی طرح قصر ہی بتایا ہے۔ یہ علامہ ابوالحسن طاہر بن غلبون، علامہ دانی رح کے شیخ اور تذکرہ فی الثمان کے مصنف ہیں۔

(۱۲۶/۹)
وَعَنْ كُلِّهِمْ بِالْمَدِّ مَا قَبْلَ سَاكِنٍ
وَعِنْدَ سُكُونِ الْوَقْفِ وَجْهَانِ أُصِّلَا

ترجمہ: اور تمام اماموں کے نزدیک وہ حرفِ مد جو ساکن (لازم) سے پہلے ہو۔ مد کے ساتھ ہے اور سکون وقفی کی صورت میں دو وجہ (توسط و طول) اصل قرار دی گئی ہیں۔

شرح مد کے دو سبب ہیں۔ ہمزہ اور سکون۔ ہمزہ کے سببِ مد ہونے کی تفصیلات، یعنی اقسام، تعریفات۔ مثالیں اور مقداریں وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد، دوسرے سبب (سکون) کے بارے میں فرماتے ہیں۔ کہ اگر حرف مد کے بعد کلمہ میں سکون اصلی، لازمی، دائمی ہے جو وقف و وصل ہر حال میں باقی رہتا ہے اس میں تمام قراء کے نزدیک مد ہے۔ قصر کے کوئی قائل نہیں۔ اس کو مد لازم کہتے ہیں۔ اور اس کی چار قسمیں ہیں۔ کلمی مثقل، کلمی مخفف، حرفی مثقل، حرفی مخفف۔ اس میں مد اس لیے ہوتا ہے کہ حرف مد متحرک کے قائم مقام بن کر دو ساکنوں میں جدائی کا سبب بن جائے۔ اور سکون چونکہ لازم ہے جو پوری جدائی کو چاہتا ہے اس لیے طول کیا جاتا ہے۔

اور اگر سکون اصلی نہیں بلکہ عارضی ہے جو وقف کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے جیسے يَعْلَمُونَ ہ نَسْتَعِينُ ہ تُكَذِّبَانِ ہ تو اس میں طول و توسط تو اصل ہیں، جائز قصر بھی ہے۔

۱۷۷/۱۰ وَمُدَّ لَهُ عِنْدَ الْفَوَاتِحِ مُشْبِعًا
وَفِيْ عَيْنٍ الْوَجْهَانِ وَالطُّوْلُ فُضِّلَا

ترجمہ:۔ اور مد کیا گیا ہے اسی (سکون لازم) کی وجہ سے فواتح (حروف مقطعات) میں درازی کی حالت میں۔ اور عین (کی یاء) میں (طول وتوسط) دو وجہ ہیں، اور طول افضل قرار دیا گیا ہے۔

شرح سکون لازم ہی کی وجہ سے حروفِ مقطعات میں بھی مد ہوتا ہے اگر حرفِ مد کے بعد تشدید آرہی ہو جیسے الٓمٓ کہ لام کو کھینچنے سے الف پیدا ہوتا ہے جو حرفِ مد ہے اس کے بعد میم پر تشدید ہے اس کو مد لازم حرفی مثقل۔ اور اگر تشدید نہیں صرف سکون ہے تو مد لازم حرفی مخفف کہتے ہیں جیسے قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ کہ قٓ میں تین حرف ق، ا، ف ادا ہوتے ہیں۔ الف حرفِ مد ہے اور اس کے بعد ف میں سکون لازم ہے۔

اسی طرح حرف لین کے بعد اگر سکون لازم ہے تب بھی مد ہوتا ہے۔ اس کو مد لین لازم کہتے ہیں اور یہ قرآن کریم میں صرف دو جگہ ہے (۱) سورۂ مریم کے شروع کٓھٰیٰعٓصٓ کے عین ہیں (۲) سورہ شوریٰ کے حٰمٓ عٓسٓقٓ کے عین ہیں اس میں ع، ی، ن تین حرف ادا ہوتے ہیں۔ ی حرف لین ہے اور ن میں سکون لازم ہے۔

علامہ شاطبی رح نے اس میں دو وجہ (طول وتوسط) بیان فرمائی ہیں لیکن نشر اور طیبہ میں سب کے لیے طول، توسط اور قصر بتایا ہے۔ لیکن — طول اولیٰ پھر توسط پھر قصر کا مرتبہ ہے۔

۱۷۸/۱۱ وَفِيْ نَحْوِ طٰهٰ الْقَصْرُ اِذْ لَيْسَ سَاكِنٌ
وَمَا فِيْ اَلِفْ مِنْ حَرْفِ مَدٍّ فَيُمْطَلَا

ترجمہ:۔ اور طٰہٰ جیسے (دو حرفی مقطعات) میں قصر ہے، کیوں کہ (حرفِ مد کے بعد) کوئی ساکن نہیں ہے، اور الف میں کوئی حرفِ مد ہی نہیں ہے کہ درازی سے پڑھا جائے۔

شرح حرف مد کی درازی کے لیے چونکہ دو سبب ہوتے ہیں (۱) ہمزہ (۲) سکون۔ ان میں سے حروف مقطعات میں درازی کے لیے صرف سکون لازم سبب ہوتا ہے، جیسا کہ شعر ۱۷۷ میں گذرا۔

لیکن طٰہٰ میں چونکہ یہ سببِ مد موجود نہیں ہے اس لیے اس میں بالاتفاق صرف قصر ہوگا اور الف جو ہے ہمزہ، لام اور فاء کا مجموعہ ہے اس لیے اس میں حروف مدہ میں سے کوئی ہے ہی نہیں کہ مد ہو سکے۔

سوال:۔ الف تو حروف مدہ میں سے ہے بلکہ یہ تو ہمیشہ مدہ ہی ہوتا ہے اس میں حرفِ مدہ نہ ہونے کے کیا معنیٰ ؟

جواب:۔ ذاتِ الف ہمیشہ مدہ ہوتی ہے جیسے قَال میں ہے اور یہاں اسمِ الف ہے۔ صفتِ مدہ الفِ مسمّیٰ کی صفت ہے نہ کہ اسمِ الف کی اور احکام مسمّیٰ پر جاری ہوتے ہیں، اسم پر نہیں۔

وَاِنْ تَسْكُنِ الْيَا بَيْنَ فَتْحٍ وَّهَمْزَةٍ
(۱۷۹/۱۲) بِكَلِمَةٍ اَوْ وَاوٌ فَوَجْهَانِ جُمِّلَا

ترجمہ:۔ اور اگر ساکن ہو یاء یا واؤ، فتحہ اور ہمزہ کے درمیان ایک ہی کلمہ میں (تو اس میں ورش کے لیے) دو وجہ خوبصورت بنا دی گئی ہیں۔

بِطُوْلٍ وَّقَصْرٍ وَّصْلُ وَرْشٍ وَّوَقْفُهٗ
(۱۸۰/۱۳) وَعِنْدَ سُكُوْنِ الْوَقْفِ لِلْكُلِّ اُعْمِلَا

ترجمہ:۔ (وہ دو وجہ) طول اور قصر (توسط) ہیں ورش کے نزدیک وقف

اور وصل (دونوں حالتوں میں) اور سکون وقفی (کی صورت) میں سب کے لیے (اسی طول و توسط پر) عمل کیا گیا ہے۔

شرح واؤ ساکن سے پہلے زبر یا یاء ساکن سے پہلے زبر ہو تو یہ دونوں حرف لین کہلاتے ہیں۔ حرف لین کے بعد اسی کلمہ میں ہمزہ ہو جیسے سَوْءٍ شَيْئٍ تو ورش رح وصل وقف میں طول (تین یا پانچ الف) اور توسط (تین الف) کرتے ہیں۔ لیکن اگر ہمزہ حرف لین کے بعد دوسرے کلمہ میں ہے جیسے خَلَوْا اِلٰی تو چونکہ ورش اس میں نقل کرتے ہیں اس لیے طول و توسط کا نہ ہونا ظاہر ہے۔ اور اگر حرف لین کے بعد والا حرف وقف کی وجہ سے ساکن ہو جائے خواہ وہ ہمزہ ہو یا کوئی اور حرف۔ تو ورش کے علاوہ سب قصر و توسط اور طول کرتے ہیں، اور یہ مدلین عارض کہلاتا ہے جیسے خَوْفٌ، ضَيْفٌ، سَوْءٌ، شَيْئٌ۔

لیکن اگر حرفِ لین کے بعد وقف کی وجہ سے ساکن ہو جانے والا حرف ہمزہ ہی ہے تو ورش کیلئے اس میں صرف توسط اور طول ہے قصر بالکل نہیں اور ہمزہ کے علاوہ کوئی اور حرف ہو تو ورش بھی طول، توسط، قصر کرنے میں سب کے ساتھ ہیں

وَعَنْهُمْ سُقُوطُ الْمَدِّ فِيهِ وَوَرْشُهُمْ
(۱۸۱/۱۴) يُوَافِقُهُمْ فِي حَيْثُ لَا هَمْزَ مُدْخَلَا

ترجمہ:- اور ان (قراء) سے اس (مدلین عارض) میں مد کا ساقط ہونا (قصر کرنا یعنی بالکل نہ کھینچنا بھی منقول) ہے۔ ان میں کے ورش ان (قراء) کی اس کلمہ میں موافقت کرتے ہیں جس میں ہمزہ داخل نہ کیا گیا ہو۔

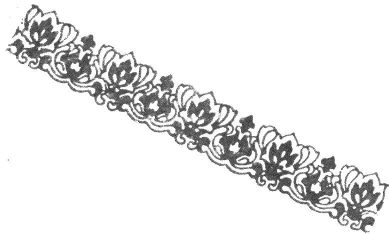
شرح شعر ۱۸۰ میں فرمایا تھا کہ حرف لین کے بعد اگر سکون وقفی آجائے تو طول و توسط ہوگا۔

اس شعر میں فرماتے ہیں کہ اس میں سقوطِ مد یعنی بالکل نہ کھینچنا بھی منقول ہے تو اس طرح تینوں وجہیں نکل آئیں۔ دوسری بات اس شعر میں یہ فرمائی کہ ورش رحمہ بھی طول و توسط نہ کرنے میں ان حضرات کے ساتھ شریک ہیں مگر صرف اس کلمہ میں جس میں حرف لین کے بعد ہمزہ نہ ہو، جیسا کہ پہلے گذر چکا۔

وَفِي وَاوِ سَوْاٰتٍ خِلَافٌ لِّوَرْشِهِمْ
وَعَنْ كُلِّ نِ الْمَوْءُوْدَةُ اقْصُرْ وَمَوْئِلَا (۱۸۲/۱۵)

ترجمہ:- اور سَوْءٰات کی واؤ میں ان میں کے ورش کا خلاف ہے۔ (یعنی توسط اور قصر ہے) اور مَوْءُوْدَة اور مَوْئِلًا کو (ورش کے سب (ناقلین) سے قصر کے ساتھ پڑھ۔

شرح کلمہ سَوْاٰت سورۂ اعراف اور سورۂ طٰہٰ میں پانچ جگہ آیا ہے اس کے واؤ میں ورش کے ناقلین قصر و توسط نقل کرتے ہیں طول کا ناقل کوئی نہیں۔ اور اَلْمَوْءُوْدَةُ (تکویر) اور مَوْئِلًا (کہف) دونوں کے واؤ لین میں تمام ناقلینِ ورش صرف قصر کرتے ہیں۔ طول و توسط کا ناقل کوئی نہیں۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ دونوں وَأْدٌ اور وَأْلٌ سے بنے ہیں، اس لیے ان کے واؤ کا سکون عارضی ہے۔



باب

الھمزتین مِن کلمَۃٍ

ہمزہ چونکہ ثقیل ترین حرف ہے اس لیے اس میں کبھی تسہیل سے، کبھی ابدال سے، کبھی نقل سے اور کبھی حذف سے تخفیف کی جاتی ہے، اور یہ اہلِ حجاز کا لغت ہے لیکن تحقیق سے پڑھنا اصل ہے۔ تحقیق کا مطلب ہے ہمزہ کو اس کے مخرج سے سختی کے ساتھ ادا کرنا۔ اور تسہیل کے معنی نرم کرنا یعنی ہمزہ کو ہمزہ اور حرفِ مد کے درمیان ادا کرنا۔

ابدال کا مطلب یہ ہے کہ ہمزہ کو حرفِ علت سے بدل دیا جائے، جیسے ءَاَنذَرتَهُم سے ءَآنذَرتَهُم۔

اور نقل کا مطلب یہ ہے کہ حرف مد کے علاوہ کسی اور ساکن کے بعد ہمزہ قطعی ہو تو ہمزہ کی حرکت نقل کر کے اس ماقبل ساکن کو دی جائے اور ہمزہ کو حذف کر دیا جائے جیسے قَدْ اَفْلَحَ سے قَدَ فْلَحَ۔ خَلَوْا اِلٰی سے خَلَوِلٰی اور حذف کا مطلب یہ ہے کہ دو ہمزہ ہوں، ان میں سے ایک کو حذف کر دینا، جیسے ءَ اِذَا سے اِذَا۔

وَتَسْهِيلُ اُخْرٰى هَمْزَتَيْنِ بِكِلْمَةٍ
رَسَمَا) وَبِذَاتِ الْفَتْحِ خُلْفٌ (لِّ) تَجْمُلَا (۱۸۳/۱)

ترجمہ: ایک کلمہ کے دو ہمزوں میں سے دوسرے کی تسہیل سما والوں (نافع ابن کثیر، ابو عمرو) کے لیے بلند ہو گئی ہے اور فتحہ والے (ءَ اَنْتُمْ جیسے

کلمات) میں لام والے (ہشام) کا خلف (تحقیق و تسہیل) ہے، تاکہ (کلمہ یا ہمزہ) خوبصورت ہو جائے۔

(۱۸۴/۲) وَقُلْ اَلِفًا عَنْ اَھْلِ مِصْرَ تَبَدَّلَتْ
لِوَرْشٍ وَّ فِیْ بَغْدَادَ یُرْوٰی مُسَھَّلَا

ترجمہ اور کہہ دو کہ ورش کے لیے اہل مصر کے نزدیک (تو) الف سے بدلا ہے اور بغداد میں تسہیل کیا ہوا روایت کیا جاتا ہے۔

شرح اگر کسی کلمہ کے شروع میں دو ہمزہ قطعی متحرک جمع ہوں ان میں سے پہلے پر تو فتحہ ہی ہوتا ہے دوسرے پر تینوں حرکتیں ہو سکتی ہیں۔ جیسے ءَ اَنْذَرْتَھُمْ۔ ءَ اِنَّکَ۔ ءَ اُنْزِلَ اس میں سما والے تینوں امام دوسرے ہمزہ میں تسہیل کرتے ہیں۔ اور اگر دوسرے پر فتحہ ہے تو ہشام کے لیے تحقیق و تسہیل، اور ورش کے لیے تسہیل اور ابدال دو دو وجہ ہیں مگر ابدال ان کے مصری ناقلین کا اور تسہیل بغدادی ناقلین کا مذہب ہے البتہ ءَ اٰمَنْتُمْ (اعراف ع ۱۴۔ طٰہٰ اور شعراء ع ۳) اور ءَ اٰلِھَتُنَا (زخرف ع ۶) میں صرف تسہیل ہو گی اور ءَ اِنَّکَ۔ ءَ اُنْزِلَ جیسے کلمات میں صرف تسہیل بلا ادخال ہے اور ابن کثیر کے نزدیک دوسرے ہمزہ پر تینوں میں سے کوئی بھی حرکت ہو صرف تسہیل ہے۔ دوسرے ہمزہ پر زیر والے کلمات میں سے صرف ءَ اِنَّکُمْ (فصلت ع ۲) میں اور دوسرے ہمزہ پر ضمہ والے کلمات میں سے صرف ءَ اُنْزِلَ (ص ع ۱) اور ءَ اُلْقِیَ (قمر ع ۲) میں بھی ہشام کے لیے تحقیق و تسہیل دونوں ہیں۔

(۱۸۵/۳) وَحَقَّقَھَا فِیْ فُصِّلَتْ (صُحْبَۃٌ) ءَ اَعْ
جَمِیٌّ وَّ الْاُوْلٰی اَسْقِطَنْ (لِ) تَسْھُلَا

ترجمہ اور تحقیق سے پڑھا ہے اس (ہمزہ ثانیہ مفتوحہ) کو صحبہ والوں (حمزہ، کسائی شعبہ) نے سورہ فصلت کے ءَ اَعْجَمِیٌّ میں۔ اور (اس کے) پہلے ہمزہ کو لام والے ہشام کے لیے) ضرور ساقط کردو تاکہ (یہ کلمہ) ہلکا ہو جائے۔

شرح حمزہ کسائی شعبہ ءَ اَعْجَمِیٌّ (فصلت ع ۵) میں دونوں ہمزہ تحقیق سے پڑھتے ہیں اور درمیان میں الف داخل نہیں کرتے۔ ہشام پہلے ہمزہ کو ساقط کر کے اَعْجَمِیٌّ پڑھتے ہیں، باقی چار امام دو ہمزہ تو پڑھتے ہیں مگر دونوں کی تحقیق نہیں کرتے، بلکہ قالون اور ابو عمرو دوسرے ہمزہ کی تسہیل کرتے ہیں اور دونوں ہمزوں کے درمیان الف بھی داخل کرتے ہیں۔ ورش کے لیے دوسرے ہمزہ کی تسہیل بلا ادخالِ الف اور انھیں کی دوسری وجہ دوسرے ہمزہ کا الف سے ابدال ہے۔ اس صورت میں مدلازم کلمی مخفف ہو جائے گا۔ ابن کثیر، ابن ذکوان اور حفص کے لیے دوسرے ہمزہ کی تسہیل بلا ادخالِ الف (مثل ورش کے) ہے۔

(۱۸۶/۴) وَهَمْزَةُ اَذْهَبْتُمْ فِى الْاَحْقَافِ شُفِّعَتْ
بِاُخْرٰى (کَ) مَا (دَ) امَتْ وِصَالًا مُّوَصَّلَا

ترجمہ سورہ احقاف میں اَذْهَبْتُمْ کا ہمزہ دوسرے (ہمزہ کے اضافہ) کے ساتھ ابن عامر و ابن کثیر کے لیے اس طرح جفت بنا دیا گیا ہے جس طرح (اَذْهَبْتُمْ کا پہلا ہمزہ) ہمیشہ سے ہے (اور ان کا ایسا) وصال ہے (جو ہم تک) پہونچایا گیا ہے۔

شرح اَذْهَبْتُمْ (احقاف ع ۲) میں ابن کثیر و ابن عامر ایک ہمزہ بڑھا کر ءَ اَذْهَبْتُمْ پڑھتے ہیں۔ لیکن اس میں تفصیل یہ ہے کہ ابن کثیرؒ دوسرے ہمزہ کی تسہیل کرتے ہیں اور ان کے درمیان الف داخل نہیں کرتے

اور ہشام کی دو روایتیں ہیں (۱) دوسرے ہمزہ کی تسہیل اور دونوں کے درمیان الف کا اضافہ (۲) دوسرے ہمزہ کی تحقیق اور درمیان میں الف کا اضافہ۔ ابن ذکوان کے لیے دونوں ہمزہ کی تحقیق بلا اضافۂ الف اور باقی پانچ امام ایک ہمزہ سے پڑھتے ہیں اور اس کی تحقیق کرتے ہیں۔

(۱۸۷/۵) وَفِی نُونَ فِی اَنْ کَانَ شَفَّعَ حَمْزَۃٌ
وَشُعْبَتُہٗ اَیْضًا وَّ الدِّ مَشْقِی مُسَہِّلًا

ترجمہ اور نون (والقلم) میں اَنْ کَانَ کے اندر امام حمزہ نے (ایک ہمزہ کا اضافہ کرکے اس کو) جفت بنا دیا ہے اور شعبہ نے بھی ـــــ اور (ابن عامر) دمشقی (نے بھی لیکن وہ دوسرے ہمزہ میں) تسہیل کرنے والے ہیں۔

شرح سورہ نٓ والقلم میں اَنْ کَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِیْنَ ہے اس میں شعبہ، حمزہ اور ابن عامر کے لیے ایک ہمزہ کے اضافہ کے ساتھ ءَ اَنْ کَانَ ہے مگر شعبہ وحمزہ کے لیے ہمزتین کی تحقیق بلا ادخال اور ابن عامر کے لیے ہمزہ ثانیہ کی تسہیل ہے لیکن ہشام کے لیے ہمزہ ثانیہ کی تسہیل مع ادخالِ الف اور ابن ذکوان کے لیے تسہیل بلا ادخال ہے۔

(۱۸۸/۶) وَفِی اٰلِ عِمْرَانٍ عَنِ ابْنِ کَثِیْرِھِمْ
یُشَفَّعُ اَنْ یُّؤْتٰی اِلٰی مَا تَسَہَّلَا

ترجمہ اور سورہ آل عمران میں ان (قراء میں کے) ابن کثیر سے اَنْ یُّؤْتٰی کا ہمزہ (ایک ہمزہ کے اضافہ سے) جفت بنایا جاتا ہے (پھر وہ ان الفاظ) کی طرف (ملایا گیا ہے جن میں تسہیل ہوئی ہے۔

شرح سورۂ آل عمران نہ کہ سورہ مدثر کے اَنْ یُّؤْتٰی میں ابن کثیر مکیؒ ایک ہمزہ زائد کرکے دوسرے ہمزہ میں تسہیل کرتے ہیں اور باقی چھ امام

ہمزہ مفردہ سے تحقیق کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

(۱۸۹/۷) وَطٰهٰ وَفِي الْاَعْرَافِ وَالشُّعَرَابِهَا
ءَاٰمَنْتُمْ لِلْكُلِّ ثَالِثًا اُبْدِلَا

ترجمہ: اورطٰہٰ، اعراف اور شعراء (ان تینوں سورتوں میں) ءَاَمَنْتُمْ (جو ہے اس کا) تیسرا (ہمزہ) سب کے لیے بدلا گیا ہے۔

(۱۹۰/۸) وَحَقَّقَ ثَانٍ (صُحْبَةٌ) وَّ لِقُنْبُلٍ
بِاِسْقَاطِهِ الْاُوْلٰى بِطٰهٰ تُقُبِّلَا

ترجمہ: اور تحقیق سے پڑھا ہے صحبہ والوں (حمزہ، کسائی، شعبہ) نے دوسرے (ہمزہ) کو، اور (سورۃ) طٰہٰ (ع ۳) میں قنبل کے لیے پہلے (ہمزہ) کو ساقط کرنے کے ساتھ قبول کیا گیا ہے۔

(۱۹۱/۹) وَفِي كُلِّهَا حَفْصٌ وَّ اَبْدَلَ قُنْبُلٌ
فِي الْاَعْرَافِ مِنْهَا الْوَاوَ وَالْمُلْكِ مُوْصِلَا

ترجمہ: اور حفص رحمہ اللہ نے (تینوں سورتوں کے تمام (کلمات) میں (پہلے ہمزہ کو حذف کیا ہے) اور قنبل رحمہ اللہ نے (سورہ) اعراف کے (ءَاَمَنْتُمْ) اور سورہ ملک کے (ءَاَمِنْتُمْ) میں پہلے ہمزہ کا ماقبل سے وصل کرنے کی حالت میں واؤ سے ابدال کیا ہے۔

شرح: سورۂ طٰہٰ، شعراء ع ۳ و اعراف ع ۱۴ میں لفظ ءَاٰمَنْتُمْ ہے اس لفظ میں تین ہمزہ جمع تھے، اول کے دو مفتوح اور تیسرا ساکن یعنی ءَءَاْمَنْتُمْ تھا اس کے تیسرے ہمزہ کو الف سے بدلنے میں سب کا اتفاق ہے لیکن اول کے دو میں یہ تفصیل ہے کہ دونوں کی تحقیق بلا ادخالِ الف یہ شعبہ حمزہ اور کسائی کے لیے ہے۔ دوسرے ہمزہ کی تسہیل بلا ادخالِ الف یہ نافع

بزی، ابو عمرو اور ابن عامر کے لیے ہے، صرف ایک ہمزہ تحقیق کے ساتھ یعنی
ءَامَنتُمْ یہ حفص رح کے لیے ہے۔ اور قنبل کے لیے طٰہٰ میں تو حفص رح کی طرح ہے
شعراء، واعراف میں دو ہمزہ اور دوسرے کی تسہیل بلا ادخالِ الف یعنی نافع وغیرہ کے مثل
ہے لیکن یہ اس وقت جب کہ اسی کلمہ سے ابتداء یا اعادہ کریں اور اگر ماقبل سے لفظ
فِرْعَوْنُ کا وصل کریں تو پہلے ہمزہ کا واؤ مفتوحہ سے ابدال اور دوسرے ہمزہ کی تسہیل
بلا ادخالِ الف ہے۔ ایسے ہی سورۂ ملک کے ءَامِنتُمْ کا کہ اگر اس کے ماقبل
اَلنُّشُوْرُ سے وصل کریں تو اس کے پہلے ہمزہ کو واؤ سے بدل دیتے ہیں۔

ءَاَمِنتُمْ (ملک ع ۲) میں مندرجہ ذیل قراءات ہیں۔

۱:۔ دوسرے ہمزہ کی تسہیل مع ادخالِ الف یہ قالون، ابو عمرو اور ہشام کے لیے ہے۔

۲:۔ دونوں ہمزہ کی تحقیق مع ادخالِ الف یہ بھی ہشام کے لیے ہے۔

۳:۔ دوسرے ہمزہ کی تسہیل بلا ادخالِ الف، یہ ورش اور بزی کے لیے ہے۔

۴:۔ دوسرے ہمزہ کا الف سے ابدال مع القصر یہ ورش کی دوسری وجہ ہے۔

۵:۔ اَلنُّشُوْرُ کے ساتھ وصل کرنے کی صورت میں پہلے ہمزہ کا واؤ مفتوحہ سے ابدال اور دوسرے ہمزہ کی تسہیل بلا ادخالِ الف اور ءَ اَمِنتُمْ سے ابتداء یا اعادہ کرنے کی صورت میں پہلے کی تحقیق اور دوسرے کی تسہیل بلا ادخال۔

۶:۔ اور باقی ساڑھے تین یعنی ابن ذکوان، عاصم، حمزہ اور کسائی کے لیے دونوں کی تحقیق بلا ادخالِ الف ہے۔

(۱۹۲/۱۰) وَاِنْ هَمْزُ وَصْلٍ بَيْنَ لَامٍ مُّسَكَّنٍ
وَهَمْزَةِ لِاسْتِفْهَامٍ فَامْدُدْهُ مُبْدِلَا

ترجمہ اور اگر ہمزۂ وصل لام ساکن اور ہمزۂ استفہام کے درمیان (واقع) ہو تو اس میں مد کرو، اس حال میں کہ اس کا (الف سے) ابدال کرنے والے ہو۔

(۱۹۳/۱۱) فَلِلْكُلِّ ذَا اَوْلٰى وَيَقْصُرُهُ الَّذِىْ
يُسَهِّلُ عَنْ كُلٍّ كَاٰلْاٰنَ مُثِّلَا

ترجمہ پس سب کے لیے یہ (ابدال ہی) اولیٰ ہے (بنسبت تسہیل کے) اور جو (فریق) تسہیل کرتا ہے وہ سب کے لیے قصر سے پڑھتا ہے جیسے آلْئٰنَ مثال دی گئی ہے۔

شرح ۱؎ کسی کلمہ کے شروع میں دو ہمزہ متحرک جمع ہوں، پہلا استفہام کا دوسرا وصلی، اور اس کے بعد لام ساکن ہو۔ اس صورت میں پہلے پر تو ہمیشہ فتحہ ہی ہوگا کیوں کہ وہ استفہام کا ہوتا ہے دوسرے پر فتحہ اور کسرہ دونوں آسکتے ہیں۔

دوسرے پر فتحہ ہو تو وہ ہمیشہ لام تعریف کا ہمزہ ہوگا جس کی تین مثالیں تو متفقہ طور پر ہیں اور ایک مختلف فیہ ہے۔ متفق علیہ ءَ آلذَّكَرَيْنِ (انعام ع ۱۷) دو جگہ ءَ آلْئٰنَ (یونس ع ۵ و ع ۹) ءَ آللّٰهُ (یونس ع ۶ و نمل ع ۵) ہیں اور مختلف فیہ ءَ آلسِّحْرُ (یونس ع ۸) یہ صرف ابوعمرو کی قراءت پر ہے اس میں دوسرے ہمزہ کا دو طرح تغیر ہوتا ہے ایک ابدال بالالف، دوسرے تسہیل۔

ابدال کی صورت میں چونکہ ہمزہ سے بدلے ہوئے الف کے بعد لام ساکن ہے اس لیے مد لازم کلمی مخفف ہوگا جس کی مقدار بالاتفاق طول ہے اور ابدال ہی اولیٰ ہے کیوں کہ اس میں تغیر تام ہے اور طول اس لیے کیا جاتا ہے تاکہ دو ساکنوں میں اچھی طرح جدائی ہو جائے۔

دوسرا تغیر تسہیل سے کیا جاتا ہے لیکن یہ اولیٰ نہیں ہے اس لیے کہ ہمزۂ وصلی ہمزۂ قطعی کے مقابلہ میں کمزور ہے اس کی تخفیف تسہیل سے کرنا بہتر نہیں۔ نیز اس وجہ سے بھی کہ درمیانِ کلام میں بلاضرورت ہمزۂ وصلی کو حرکت دینا پڑے گی۔ تسہیل کی صورت میں چونکہ حرفِ مد نہیں ہوتا اس لیے اس میں مد بھی نہیں ہوگا۔

دوسرا ہمزہ یعنی وصلی اگر مکسور ہے تو حذف کر دیا جائے گا جیسے ءَاِسْتَكْبَرْتَ سے اَسْتَكْبَرْتَ۔

پہلی صورت میں حذف نہ کرنے کی وجہ یہ کہ دونوں مفتوح ہیں، حذف کرنے میں انشا، اور خبر کا التباس ہو جائے گا مثلاً ءَآلْـٰٔنَ سے دوسرا ہمزہ حذف ہو کر اَلْـٰٔنَ رہے گا تو یہ پتہ نہیں چلے گا کہ جو ہمزہ باقی ہے وہ استفہام کا ہے یا وصلی۔ کیوں کہ جو حذف ہوا ہے وہ بھی مفتوح تھا اور جو باقی ہے وہ بھی مفتوح ہے۔ اور دوسرا مکسور ہو تو حذف کرنے سے صاف معلوم ہو جائے گا کہ جو ہمزہ حذف ہوا ہے وہ وصلی تھا اور جو باقی ہے وہ استفہام کا ہے کیوں کہ ءَاِسْتَكْبَرْتَ سے ہمزہ ثانیہ حذف کرنے کے بعد اَسْتَكْبَرْتَ رہے گا۔ اور علمِ صرف سے معمولی واقفیت رکھنے والے بھی جانتے ہیں کہ اَسْتَكْبَرْتَ کوئی صیغہ نہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِسْتَكْبَرْتَ ہے نہ کہ اَسْتَكْبَرْتَ۔

وَلَا مَدَّ بَيْنَ الْهَمْزَتَيْنِ هُنَا وَلَا
بِحَيْثُ ثَلَاثٌ يَتَّفِقْنَ تَنَزُّلَا (۱۹۴/۱۲)

ترجمہ اور دو ہمزوں کے درمیان نہ یہاں (دوسرے ہمزہ کے وصلی ہونے کی صورت میں) مد ہے اور نہ اس جگہ جہاں تین ہمزہ نزول کے اعتبار سے متفق ہوں۔

شرح ہمزہ چونکہ ثقیل حرف ہے، اگر یہ دو جمع ہو جائیں تو ثقل زیادہ ہو جانے کی بنا پر قالون، ابوعمرو اور ہشام دو ہمزوں کے درمیان الف داخل کرتے ہیں تاکہ ثقل میں کمی آجائے لیکن ءَآلْئٰنَ جیسے کلمات میں یعنی جن میں دوسرا ہمزہ وصلی ہے یہ حضرات ادخالِ الف نہیں کرتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمزہ وصلی کمزور اور عارضی ہوتا ہے، اس کے ہمزہ استفہام کے ساتھ جمع ہو جانے سے ثقل پیدا نہیں ہوتا۔ ایسے ہی یہ حضرات اُس کلمہ میں بھی ادخالِ الف نہیں کرتے جس میں اصل کے لحاظ سے تین ہمزہ ہوں اس قسم کے دو کلمات ہیں ءَاٰمَنْتُمْ (اعراف ع ۱۴ و طٰہٰ و شعراء ع ۳) ءَاٰلِھَتُنَا (زخرف ع ۶) اور ان میں ادخالِ الف نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ادخال سے دو ہمزہ اور دو الف جمع ہو کر کلمہ طویل بھی ہو جائے گا اور ثقیل بھی۔

خلاصہ یہ کہ ءَآلذّٰکَرَیْنِ۔ ءَآلْئٰنَ ۔ ءَآللہُ ۔ ءَآلسِّحْرُ۔ ءَاٰمَنْتُمْ اور ءَاٰلِھَتُنَا میں ادخال نہیں ہے۔

وَاَضْرُبُ جَمْعِ الْھَمْزَتَیْنِ ثَلَاثَۃٌ
ءَاَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ اَئِنَّا اَءُنْزِلَا (۱۹۵/۱۳)

ترجمہ اور دو ہمزوں کے جمع ہونے کی تین قسمیں ہیں (۱) دونوں پر فتحہ ہو جیسے) ءَاَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ (۲) پہلے پر فتحہ دوسرے پر کسرہ ہو جیسے) اَئِنَّا (۳) پہلے پر فتحہ دوسرے پر ضمہ ہو جیسے) اَءُنْزِلَ۔

شرح کسی کلمہ کے شروع میں دو ہمزہ قطعی جمع ہوں تو ان کی تین قسمیں ہو جاتی ہیں، اس لیے کہ پہلے پر تو فتحہ ہی ہوگا دوسرے پر تینوں حرکتیں آسکتی ہیں جن کی مثالیں علامہ نے بیان فرمائیں، اب ان کی قراءات بیان فرماتے ہیں۔

وَمَدُّكَ قَبْلَ الْفَتْحِ وَالْكَسْرِ (حُـ) جَّةٌ
(۱۹۶/۱۴) (بِـ) هَا (لُـ) ذْ وَقَبْلَ الْكَسْرِ خُلْفٌ (لَـ) هٗ وَلَا

ترجمہ اور تیرا مد کرنا فتحہ اور کسرہ سے پہلے بصری، قالون، اور ہشام کے لیے حجت (مدلل) ہے اس (دلیل) کی طرف پناہ لے اور کسرہ سے پہلے ہشام کے لیے خلف ہے جس کے لیے (دلائل کی) مدد ہے۔

شرح اگر دوسرے ہمزہ پر فتحہ ہو جیسے ءَاَنْتُمْ یا کسرہ ہو جیسے اَئِنَّكُمْ تو بصری، قالون اور ہشام دوسرے ہمزہ سے پہلے مد یعنی دونوں ہمزہ کے درمیان ادخالِ الف کرتے ہیں اور ءَاَانْتُمْ، ءَاَئِنَّكُمْ پڑھتے ہیں یہ ادخالِ الف دو وجہ سے کیا جاتا ہے (۱) دو ہمزہ جمع ہونے سے جو ثقل ہوا، اس کو کم کرنے کے لیے (۲) یہ بتانے کے لیے کہ پہلا ہمزہ ایک علیٰحدہ کلمہ ہے اس کلمہ کا جزء نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اَئِمَّةٌ میں چونکہ پہلا ہمزہ علیٰحدہ کلمہ نہیں ہے اس لیے اس میں ادخالِ الف ضعیف ہے۔

دوسرے ہمزہ پر کسرہ ہو تو اس میں ہشام کا خلف یعنی ادخال اور عدمِ ادخال دونوں ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ہمزہ ثانیہ مفتوح اور مکسور ہونے کی صورت میں قالون وابوعمرو کے لیے صرف ادخال ہے اور ہشام کے لیے پہلی قسم میں صرف ادخال اور دوسری قسم میں ادخال و عدم ادخال دونوں ہیں۔

وَفِي سَبْعَةٍ لَّاخُلْفَ عَنْهُ بِمَرْيَمٍ
(۱۹۷/۱۵) وَفِي حَرْفِي الْاَعْرَافِ وَالشُّعَرَا الْعُلَا

ترجمہ اور سات کلمات میں ان (ہشام) سے خلف نہیں (بلکہ صرف ادخال ہے ان میں سے سورہ) مریم میں (ءَ اِذَا مَامِتُّ ﴿﴾) ہے اور سورۂ

اعراف کے دو کلمے (ءَ اِنَّکُمْ لَتَأْتُوْنَ غ، اَءِنَّ لَنَا عٓ) اور سورۂ شعراء میں (اَئِنَّ لَنَا عٓ) ہیں جو بلند (مشہور) ہیں۔

(۱۹۸/۱۶) اَئِنَّکَ اَئِفْکًا مَعًا فَوْقَ صَادِھَا
وَفِیْ فُصِّلَتْ حَرْفٌ وَّبِالْخُلْفِ سُھِّلَا

ترجمہ اَئِنَّکَ۔ اَئِفْکًا دونوں سورۃ صٓ سے اوپر (سورۃ صٰفّٰت عٓ عٓ میں) ہیں، اور (ساتواں) کلمہ سورۂ فصلت میں (اَئِنَّکُمْ عٓ) ہے۔ اور (اس کا دوسرا ہمزہ ہشام کے لیے) خلف کے ساتھ تسہیل کیا گیا ہے۔

شرح ان دونوں شعروں میں ان سات کلمات کو بیان فرمایا ہے جن میں ہشام کے لیے خلف نہیں، صرف ادخالِ الف ہے۔ ساتواں اور آخری کلمہ سورۂ فصلت کا اَئِنَّکُمْ، لَتَکْفُرُوْنَ ہے جس میں ان کا خلف تو ہے لیکن ادخال و عدم ادخال کا نہیں بلکہ تسہیل و تحقیق کا ہے۔

(۱۹۹/۱۷) وَاَئِمَّةً بِالْخُلْفِ قَدْ مَدَّ وَحْدَهٗ
وَسَھِّلْ (سَمَا) وَصْفًا وَّفِی النَّحْوِ اُبْدِلَا

ترجمہ اور اَئِمَّةً میں (ہشام نے) خلف کے ساتھ تنہا مد کیا ہے اور سما والوں (نافع، ابوعمرو، ابن کثیر) کے لیے تسہیل کرو وصف کے اعتبار سے، اور نحو میں (نحویین کے نزدیک یاء سے) ابدال کیا گیا ہے۔

شرح اَئِمَّةً میں صرف ہشام کے لیے ہمزتین کے درمیان ادخال اور عدمِ ادخال ہے اور باقی سب صرف عدمِ ادخال سے پڑھتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ہمزۂ اولیٰ بھی اسی کلمہ کا ہے بخلاف پہلے والے کلمات کے کہ ان میں پہلا ہمزہ استفہام کا ہونے کی وجہ سے علیحدہ کلمہ ہے۔

لفظ اَئِمَّۃً پانچ جگہ وارد ہے۔ سورۂ توبہ ع۱۔ سورۂ انبیاء ع۵۔ سورۂ قصص ع۱ و ع۴۔ الٓمّٓ السّجدۃ ع۳ پانچوں جگہ پہلا ہمزہ جمع کے لیے ہے نہ کہ استفہام کے لیے۔ اس کے دوسرے ہمزہ کا نحویین یاء سے ابدال کرتے ہیں اس لیے کہ دوسرے ہمزہ کی تخفیف ابدال ہی سے ہوا کرتی ہے اور یاء سے اس لیے کرتے ہیں کہ ہمزہ پر کسرہ ہے۔

(۲۰۰/۱۸)

وَمَدُّكَ قَبْلَ الضَّمِّ (لَـ) بَّى (حَـ) بِيبُهُ
بِخُلْفِهِمَا (بَـ) رًّا وَّجَاءَ لِيَفْصِلَا

ترجمہ اور تیرا ضمہ سے پہلے (والے ہمزہ میں) مد (ادخال) کرنا ہشام اور بصری کے لیے بالخلف اور قالون کے لیے بلاخلف جو ہے اس کے دوست نے نیک آدمی کو لبیک کہہ کر جواب دیا ہے (اور یہ مد اس لیے ہے) تاکہ (دو ہمزوں میں) جدائی کر دے۔

(۲۰۱/۱۹)

وَفِي اٰلِ عِمْرَانٍ رَّوَوْا لِهِشَامِهِمْ
كَحَفْصٍ وَّفِي الْبَاقِي كَقَالُونَ وَاعْتَلَا

ترجمہ اور سورۂ آل عمران (کے اَؤُنَبِّئُكُمْ ع) میں ناقلین نے ان ہی سے ہشام کے لیے مثل حفص کے (تحقیق بلا ادخال) اور باقی (دو ءَاُنْزِلَ۔ ءَاُلْقِيَ) میں مثل قالون کے (تسہیل مع ادخال) روایت کیا ہے، اور (یہ وجہ) بلند ہو گئی ہے۔

شرح شعر ۱۹۵ میں دو ہمزہ کے جمع ہونے کی جو تین قسمیں بیان کی تھیں ان میں سے دو قسمیں بیان کرنے کے بعد اب تیسری کو یعنی جس میں دوسرے ہمزہ پر ضمہ ہو بیان فرماتے ہیں۔ اس قسم کے تین کلمات ہیں ءَاُنَبِّئُكُمْ (اٰل عمران ع۲)، ءَاُنْزِلَ (ص ع۱)، ءَاُلْقِيَ (قمر ع۲) ان میں ہشام اور ابو عمرو کے لیے

ادخال وعدمِ ادخال دو وجہ ہیں، اور قالون کے لیے صرف ادخال، اور آلِ عمران کے ءَ اُنَبِّئُکُمۡ میں ہشام کے لیے تحقیق ہمزتین بلاادخال اور باقی دو میں تسہیل مع ادخال ہے۔ بصری کے لیے تینوں کلمات میں دو وجہ ہیں تسہیل مع ادخال وبلاادخال۔ اور قالون کے لیے تینوں میں تسہیل مع ادخال ہے۔

باب الھمزتین مِن کلمتین

گذشتہ باب ایک کلمہ میں دو ہمزہ سے متعلق تھا۔ اس باب میں دو ہمزہ دو کلموں میں ہونے کا بیان ہے۔ اگر دونوں ہمزہ پر ایک ہی حرکت ہو تو متفقتین کہلائیں گے جیسے جَآءَ اَمۡرُنَا مِنَ السَّمَآءِ اِنۡ۔ اَوۡلِیَآءُ اُولٰٓئِکَ اور اگر دونوں پر مختلف حرکتیں ہوں تو مختلفتین کہلاتے ہیں اور یہ قرآن کریم میں پانچ قسم کے ہیں۔

۱:- پہلے ہمزہ پر فتحہ، دوسرے پر کسرہ جیسے شُہَدَآءَ اِذۡ۔

۲:- پہلے پر فتحہ دوسرے پر ضمہ جیسے جَآءَ اُمَّۃً یہ صرف ایک جگہ سورۂ مؤمنون ع۳ میں ہے۔

۳:- پہلے پر کسرہ دوسرے پر فتحہ جیسے النِّسَآءِ اَوۡ۔

۴:- پہلے پر ضمہ دوسرے پر فتحہ جیسے السُّفَہَآءُ اَلَا۔

۵:- پہلے پر ضمہ دوسرے پر کسرہ جیسے یَشَآءُ اِلٰی۔

ان سب اقسام میں سماوالے حالت وصل میں تسہیل یا ابدال کرتے ہیں، اگر پہلے ہمزہ پر وقف کر دیا جائے تو دونوں ہمزہ کی تحقیق ہوتی ہے۔ اگر دونوں ہمزہ پر ایک ہی حرکت ہو تو پہلے اور دوسرے دونوں ہمزہ میں

تخفیف ہوتی ہے اور اگر دونوں پر حرکتیں مختلف ہیں تو صرف دوسرے میں تخفیف ہوتی ہے۔

(۲۰۲/۱) وَاَسْقَطَ الْاُوْلٰی فِیْ اتِّفَاقِہِمَا مَعًا
اِذَا کَانَتَا مِنْ کِلْمَتَیْنِ فَتَی الْعَلَا

ترجمہ اور پہلے ہمزہ کو ابوعمرو بصری رح نے ساقط کر دیا ہے جب کہ وہ دو کلموں میں ساتھ ساتھ اور متفق الحرکت ہوں۔

(۲۰۳/۲) کَجَا اَمْرُنَا مِنَ السَّمَا اِنَّ اَوْلِیَا
اُوْلٰئِکَ اَنْوَاعُ اتِّفَاقٍ تَجَمَّلَا

ترجمہ جیسے جَآءَ اَمْرُنَا۔ مِنَ السَّمَآءِ اِنَّ۔ اَوْلِیَاءُ اُوْلٰئِکَ یہ متفق (الحرکت ہونے) کی قسمیں ہیں جو خوبصورتی سے (جمع ہوگئی) ہیں۔

(۲۰۴/۳) وَقَالُوْنُ وَالْبَزِّیُّ فِی الْفَتْحِ وَافَقَا
وَفِیْ غَیْرِہٖ کَالْیَا وَکَالْوَاوِ سَہَّلَا

ترجمہ اور قالون و بزی نے (دونوں ہمزہ پر) فتحہ (ہونے کی صورت) میں (پہلے ہمزہ کے حذف کرنے میں امام بصری کی) موافقت کی ہے اور اس کے علاوہ میں (یعنی جب کہ دونوں پر کسرہ یا ضمہ ہو تو) یا، اور واؤ کے مانند تسہیل کی ہے۔

شرح اگر دو ہمزہ قطعی اس طور پر جمع ہوں کہ پہلا ہمزہ ایک کلمہ کے اخیر میں اور دوسرا دوسرے کلمہ کے شروع میں ہو، جس کی تین مثالیں خود علامہ نے بیان فرمائی ہیں تو امام بصری رح تینوں صورتوں میں پہلے ہمزہ کو ساقط کر کے ایک ہمزہ سے پڑھتے ہیں۔ اور قالون و بزی بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔

لیکن صرف اس وقت جب کہ دونوں پر فتحہ ہو جیسے جَاءَ اَمْرُنَا اور اگر کسرہ یا ضمہ ہو تو تسہیل کرتے ہیں۔

پہلے ہمزہ کو حذف کرنے کے بعد قصر بھی ہوتا ہے اور مد بھی اور قصر مقدم کرتے ہیں اور تسہیل کی صورت میں پہلے مد پھر قصر ہوتا ہے۔

(۲۰۵/۴)
وَبِالسُّوْٓءِ اِلَّا اَبْدَلَا ثُمَّ اَدْغَمَا
وَفِيْهِ خِلَافٌ عَنْهُمَا لَيْسَ مُقْفَلَا

ترجمہ اور بِالسُّوْٓءِ اِلَّا میں ان دونوں (بزی اور قنبل) نے (ہمزۂ اولیٰ کا) ابدال پھر ادغام کیا ہے۔ اور اس میں ان دونوں سے ایسا خلاف ہے جو بند کیا ہوا نہیں ہے (غیر مشہور نہیں ہے)۔

شرح بِالسُّوْٓءِ اِلَّا (یوسف ع) میں قالون اور بزی پہلے ہمزہ کا واؤ سے ابدال کر کے اس کا دوسرے واؤ میں ادغام کرتے ہیں اور ـــــ بِالسُّوِّ اِلَّا پڑھتے ہیں اور اس میں ان کا خلف یعنی دوسری وجہ بھی ہے وہ یہ کہ پہلے ہمزہ کی یاء کے مانند تسہیل اور پھر واؤ میں مد اور قصر۔

(۲۰۶/۵)
وَالْاُخْرٰى كَمَدٍّ عِنْدَ وَرْشٍ وَّقُنْبُلٍ
وَقَدْ قِيْلَ مَحْضُ الْمَدِّ عَنْهَا تَبَدَّلَا

ترجمہ اور دوسرا ہمزہ مثل مد کے (تسہیل کے ساتھ) ہے، ورش و قنبل کے نزدیک، اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ خالص حرفِ مد ہی سے بدل گیا ہے۔

شرح ایک حرکت والے دو ہمزہ میں سے (خواہ دونوں پر فتحہ ہو، ضمہ ہو یا کسرہ) دوسرے کو ورش و قنبل تسہیل اور ابدال سے پڑھتے ہیں اور پہلے کو صرف تحقیق سے، ابدال کی صورت میں جَآءَ اَحَدٌ. فِي السَّمَآءِ اِلَٰهٌ

اُولِیَآءُ اُولٰئِکَ ۔ پڑھا جائے گا۔ اب اگر اس بدلے ہوئے ہمزہ کے بعد حرف متحرک ہے جیسا کہ ان تینوں مثالوں میں تو حرف مد کے بعد سبب مدنہ ہونے کی وجہ سے قصر ہوگا، اور اگر کوئی حرف صحیح ساکن ہے تو مد لازم ہو جائے گا لہٰذا طول کیا جائے گا جیسے جَآءَ اٰمْرُنَا ۔ ھٰٓؤُلَآءِ یْنْ کُنْتُمْ ۔

وَفِیْ ھٰٓؤُلَآ اِنْ وَّالْبِغَا اِنْ لِّوَرْشِھِمْ
بِیَاءٍ خَفِیْفِ الْکَسْرِ بَعْضُھُمْ تَلَا (۲۰۶/۶)

ترجمہ اور ھٰٓؤُلَآءِ (اِنْ کُنْتُمْ) اور اَلْبِغَآءِ (اِنْ اَرَدْنَ) میں ان میں سے ورش کے لیے بعض ناقلین نے (ہمزہ ثانیہ کو) خفیف کسرہ والی یاء سے (بھی) تلاوت کیا ہے۔

شرح دو کلموں کے دو متفق الحرکت ہمزوں میں سے قالون، بزی، اور بصری نے پہلے ہمزہ کی تخفیف کی تھی کیوں کہ وہ اخیر کلمہ میں تھا اور تغیر عموماً کلمہ کے اخیر ہی میں ہوا کرتا ہے لیکن ورش وقنبل دوسرے ہمزہ میں کرتے ہیں، اس لیے کہ کلمہ میں ثقل اسی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

شعر ۲۰۶ میں ورش کی دو وجہ تسہیل اور ابدال بِالْیَاءِ السَّاکِنَۃ بیان کی تھیں، اور اس شعر کے ان دو کلموں ھٰٓؤُلَآءِ اِنْ ۔ الْبِغَآءِ اِنْ میں ورش ہی کی تیسری وجہ (دوسرے ہمزہ کا یاء مکسورہ سے ابدال) بیان فرمائی۔ یعنی ان دو کلموں میں ورش کے لیے تین وجہ ہو گئیں (۱) تسہیل (۲) ابدال بالیاء الساکنہ (۳) ابدال بالیاء المکسورہ۔

خفیف الکسر سے مراد اختلاس نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ پہلے کسرہ ثقیل حرف یعنی ہمزہ پر تھا تو ثقیل تھا، اب ہمزہ سے بدلی ہوئی یاء پر ہے تو خفیف ہو گیا۔ ورش کی اس وجہ کو ھٰٓؤُلَآءِ یِنْ اور البِغَآءِ یِنْ

پڑھا جائے گا۔

(۲۰۸/۷) وَاِنْ حَرْفُ مَدٍّ قَبْلَ هَمْزٍ مُغَيَّرٍ
يَجُزْ قَصْرُهُ وَالْمَدُّ مَازَالَ اَعْدَلَا

ترجمہ اور اگر حرف مد ہمزہ مغیرہ سے پہلے آجائے تو اس میں قصر (بھی) جائز ہے اور مد کرنا ہمیشہ زیادہ بہتر رہا ہے۔

شرح پہلے ذکر آچکا ہے کہ مد کے دو سبب ہیں۔ ہمزہ اور سکون۔ اس شعر میں فرماتے ہیں کہ اگر سبب میں تغیر (تسہیل، ابدال یا حذف) ہوجائے تو اس میں مد کے ساتھ قصر بھی جائز ہوجاتا ہے لیکن مد ہی اولے ہے۔ تسہیل کی مثال مِنَ السَّمَاءِ اِلَى قالون اور بزی کی روایت میں۔ ابدال کی مثال، شَآءَ کہ امام حمزہ اس کے ہمزہ کو وقف میں الف سے بدلتے ہیں اور پھر اس کو حذف کر دیتے ہیں۔ اور حذف کی مثال جَآءَ اَمْرُنَا (اس میں بصری، قالون اور بزی پہلے ہمزہ کو حذف کر کے پڑھتے ہیں۔ یا دوسرے سبب مد (سکون لازم) میں تغیر ہوجائے جیسے الٓمّٓ اللّٰہ (آل عمران) کہ اس میں وصلاً میم کو فتحہ دیا جاتا ہے جس سے اس کا سکون لازم ختم ہوجاتا ہے تو ان تمام صورتوں میں مد اور قصر دونوں جائز ہیں لیکن امام جزری رح کے نزدیک یہ تفصیل ہے کہ اگر سببِ مد میں اتنا بڑا تغیر آجائے کہ سبب کا اثر بھی باقی نہ رہے جیسا کہ حذف کی صورت میں ہوتا ہے تو قصر اولیٰ پھر مد کا درجہ ہے۔ اور اگر اثر باقی رہ جائے جیسا کہ تسہیل میں ہوتا ہے تو مد اولیٰ ہے پھر قصر۔

(۲۰۹/۸) وَتَسْهِيْلُ الْاُخْرٰى فِىْ اخْتِلَافِهِمَا سَمَا
تَفِيْئَ اِلٰى مَعْ جَآءَ اُمَّةً نْ اَنْزِلَا

ترجمہ اور ان دونوں (ہمزہ) کے مختلف الحرکت ہونے کی صورت میں سما والوں

کے نزدیک دوسرے ہمزہ کی تسہیل بلند ہوگئی ہے (جیسے) تَفِيْئَ اِلٰی اور جَآءَ اُمَّةً (مثالیں) نازل کی گئی ہیں۔

(۲۱۰/۹) نَشَاءُ اَصَبْنَا وَالسَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا
فَنَوْعَانِ قُلْ كَالْيَا وَكَالْوَاوِ سُهِّلَا

ترجمہ نَشَآءُ اَصَبْنَا اور السَّمَاءِ اَوِ ائْتِنَا (بھی دو مختلف الحرکت ہمزہ کی مثالیں ہیں) تم کہہ دو کہ (پہلی) دو قسمیں (جو شعر ۲۰۹ میں ذکر ہوئیں ان میں) مثل یا، اور مثل واؤ کے تسہیل کی گئی ہے۔

(۲۱۱/۱۰) وَنَوْعَانِ مِنْهَا اُبْدِلَا مِنْهُمَا وَقُلْ
يَشَاءُ اِلٰی كَالْيَاءِ اَقْيَسُ مَعْدِلَا

ترجمہ اور دو قسمیں (جو شعر ۲۱۰ میں بیان ہوئیں) ان (چار میں) سے ان کا ان دونوں (یا، اور واؤ) سے ابدال کیا گیا ہے اور کہہ دو کہ يَشَآءُ اِلٰی (جیسی مثالوں میں) مثل یا، کے تسہیل عدلاً قیاس کے زیادہ موافق ہے۔

شرح شعر ۲۰۹ تا ۲۱۱ میں مختلف الحرکت ہمزوں کی پانچ قسمیں مثالوں کے ذریعہ بیان فرمائیں اور یہ بھی فرمایا کہ دوسرے ہمزہ میں سما والے تینوں حضرات تخفیف کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ پہلے ہمزہ میں صرف تحقیق ہے۔ پھر آگے تفصیل کرتے ہوئے فرمایا کہ پہلی دو قسموں میں یعنی جب کہ پہلے پر فتحہ دوسرے پر کسرہ ہو جیسے تَفِيْئَ اِلٰی اور پہلے پر فتحہ، دوسرے پر ضمہ ہو جیسے جَآءَ اُمَّةً جو صرف مومنون ع میں ہے ہمزۂ ثانیہ کی تسہیل ہے۔ تیسری قسم پہلے پر ضمہ اور دوسرے پر فتحہ ہو جیسے نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ اور چوتھی قسم یعنی پہلے پر کسرہ اور دوسرے پر فتحہ ہو جیسے اَلسَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا دونوں میں ابدال کرتے ہیں نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ میں واؤ سے اور اَلسَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا

ہیں یاء سے بدل کر نشَآءُ وَصَبْنٰھُمْ اور السَّمَآءِ یوُتُنِا پڑھتے ہیں اور پانچویں قسم جس کا کچھ حال اگلے شعر ۲۱۲ میں آرہا ہے۔ جس میں پہلے پر ضمہ اور دوسرے پر کسرہ ہے، علامہ نے اس میں دو وجہیں بیان فرمائی ہیں۔

۱:۔ ہمزۂ ثانیہ کی تسہیل بالیاء اور یہ قیاس کے زیادہ موافق ہے اس لیے کہ یہاں دونوں ہمزہ متحرک ہیں اور متحرک کے بعد متحرک کی تخفیف تسہیل ہی سے ہوا کرتی ہے۔

۲:۔ اکثر قراء یعنی جمہور کے نزدیک ہمزہ ثانیہ کا واؤ مکسورہ سے ابدال۔

لفظ اَقْیَسُ سے ایک تیسری وجہ بھی سمجھ میں آرہی ہے جو قیاس کے زیادہ موافق نہ ہو، یہ کہ ہمزۂ ثانیہ کی واؤ کے مانند تسہیل، یہ ضعیف ہے۔

(۲۱۲/۱۱) وَعَنْ اَكْثَرِ الْقُرَّاءِ تُبْدَلُ وَاوُهَا
وَكُلٌّ بِهَمْزِ الْكُلِّ يَبْدَا مُفَصِّلَا

ترجمہ اور اکثر قراء کے نزدیک اس (یَشَآءُ اِلٰی کے ہمزۂ ثانیہ) کا واؤ سے ابدال کیا جاتا ہے اور تمام قراء پورے ہمزہ سے (تحقیق کے ساتھ) ابتدا کرتے ہیں اس حال میں کہ فصل کر رہے ہوں۔

شرح پہلے مصرعہ کی تشریح گذر چکی۔ دوسرے مصرعہ میں فرماتے ہیں کہ یہ ہمزۂ ثانیہ کی تخفیف (جس طور پر بھی ہو) تمام قراء کے نزدیک صرف حالتِ وصل میں ہوتی ہے۔ اگر دوسرے ہمزہ سے ابتداء یا اعادہ کرنا ہو تو پہلے کی طرح دوسرے کی بھی صرف تحقیق ہوگی اور وجہ اس کی یہ ہے کہ حالتِ وصل میں دو ہمزہ جمع ہونے کی بناء پر ثقل ہوتا ہے اس لیے تخفیف کی جاتی ہے اور جب دوسرے سے ابتداء کر رہے ہیں تو دو ہمزہ جمع نہیں لہٰذا وہ ثقل بھی نہیں۔

(۲۱۳/۱۲) وَالْاِبْدَالُ مَحْضٌ وَّالْمُسَهَّلُ بَيْنَ مَا
هُوَ الْهَمْزُ وَالْحَرْفُ الَّذِىْ مِنْهُ اُشْكِلَا

ترجمہ اور ابدال (ہمزہ کو) بالکل (حرفِ علت بنا دینا) ہے اور تسہیل ہمزہ اور اس حرف (علت) کے درمیان ہے جو ہمزہ کی حرکت کے مناسب ہو۔

شرح ایک حرف کو پورے طور پر دوسرا حرف بنا دینا ابدال ہے جیسے نَشَآءُ وَصَبِّحْهُمْ اور ہمزہ پر جو حرکت ہو اس حرکت کے موافق حرفِ علت اور ہمزہ کے بین بین پڑھنا تسہیل کہلاتا ہے یعنی ہمزہ پر زبر ہے تو ہمزہ اور الف کے درمیان، ضمہ ہے تو ہمزہ اور واؤ کے درمیان، کسرہ ہے تو ہمزہ اور یا، کے درمیان (یعنی ہمزہ کو نرم) ادا کرنے کو تسہیل کہتے ہیں۔

بَابُ الْهَمْزِ الْمُفْرَدْ

(۲۱۴/۱) اِذَا سَكَنَتْ فَاءٌ مِّنَ الْفِعْلِ هَمْزَةٌ
فَوَرْشٌ يُّرِيهَا حَرْفَ مَدٍّ مُّبَدِّلَا

۲۱۵/۲ سِوٰى جُمْلَةِ الْاِيْوَاءِ وَالْوَاوُ عَنْهُ اِنْ
تَفَتَّحَ اِثْرَ الضَّمِّ نَحْوُ مُؤَجَّلَا

ترجمہ جب کہ فعل کے فا (کلمہ کی جگہ) ہمزہ ساکن ہو تو ورش اس کو بدل کر حرفِ مد دکھاتے ہیں، سوائے اِیْوَاء کے تمام (کلمات) کے، اور اگر یہ (فا، کلمہ کا ہمزہ) ضمہ کے بعد مفتوح ہو تو ان سے واؤ منقول ہے۔ جیسے مُؤَجَّلًا۔

شرح ۲۱۴:۔ فاء کلمہ کی جگہ اگر ہمزہ ساکن ہو (خواہ اسم میں ہو یا فعل میں) اس کو ورش حرفِ مد سے بدل کر پڑھتے ہیں جیسے یُومِنُونَ اور اَلْمُومِنُونَ لیکن اِیْوَاءُ جو ایک مصدر ہے اس سے مشتق کلمات مثلاً مَأْوٰی فَأْوٗا، تُئْوِی میں ابدال نہیں کرتے۔

۲۱۵:۔ اور اگر یہ ہمزہ مفتوح اور ضمہ کے بعد ہے اور فاء کلمہ ہی میں ہے تو واؤ مفتوحہ سے بدلتے ہیں جیسے مُؤَجَّلًا، لَا تُؤَاخِذْنَا، مُؤَذِّنٌ۔ اور فَاذَّنَ میں ابدال نہیں کرتے، کیوں کہ اس میں ہمزہ ضمہ کے بعد نہیں ہے اور هُزُؤًا، كُفُؤًا میں ہمزہ چونکہ فاء کلمہ میں نہیں بلکہ لام کلمہ میں ہے اس لیے اس میں بھی ابدال نہیں ہے، اور اَلْفُؤَادُ، بِسُؤَالِ میں ہمزہ عین کلمہ کی جگہ ہے، اس لیے یہ بھی مستثنیٰ ہیں۔

نوٹ:۔ شعر میں فَاءً مِّنَ الْفِعْلِ میں فعل سے وہ فعل مراد نہیں جو اسم اور حرف کے مقابل ہوتا ہے، بلکہ وہ فعل مراد ہے جو صرفیین کے یہاں موزون بہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے یعنی جس سے دوسرے کلمات کا وزن معلوم کیا جاتا ہے۔

(۲۱۶/۳) وَيُبْدَلُ لِلسُّوسِيِّ كُلُّ مُسَكَّنٍ
مِنَ الْهَمْزِ مَدًّا غَيْرَ مَجْزُومٍ اُهْمِلَا

ترجمہ اور سوسی کے لیے ہر ساکن ہمزہ کا حرف مد سے ابدال کیا جاتا ہے۔ سوائے مجزوم کے کہ اس کو (اس قاعدہ سے) علیحدہ کر دیا گیا ہے۔

شرح ورش رح کے لیے ہمزہ ساکنہ کا ابدال اس صورت میں ہوتا تھا جب کہ وہ فاء کلمہ میں ہو لیکن سوسی کے لیے عام ہے، فاء کی جگہ ہو جیسے یَأْلَمُوْنَ عین کلمہ کی جگہ ہو جیسے رَأْسُ یا لام کلمہ کی جگہ ہو جیسے اَسَأْتُمْ ہر حال میں

ابدال ہوگا۔ لیکن سوسی کے لیے بھی پانچ قسم کی ہمزہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے ان میں سے ایک تو اسی شعر میں بیان فرمائی، اور اس کی مثالیں بقیہ مستثنیات کے ساتھ آئندہ آرہی ہیں، سب سے پہلا استثناء مجزوم کا ہے۔

(۲۱۷/۴)
تَسُؤْ وَنَشَأْ سِتٌّ وَعَشْرُ يَشَأْ وَمَعْ
يُهَيِّئْ وَنَنسَأْهَا يُنَبَّأْ تَكَمَّلَا

ترجمہ تَسُؤْ اور نَشَأْ (تین تین کل) چھ (جگہ) اور دس (جگہ) یَشَأْ اور یُهَيِّئْ وَنَنسَأْهَا کے ساتھ یُنَبَّأْ (پر مجزوم کی مثالیں) مکمل ہوگئیں۔

شرح یہ وہ چھ کلمات ہیں جن کا سکون جزمی ہے، پانچ مستثنیات میں سے یہ پہلی قسم ہے، اس میں نَنسَأْهَا صرف مکی اور بصری کی قراءت پر ہمزہ سے ہے، بقیہ کے یہاں اَوْ نُنسِهَا ہے۔ اس کے استثناء کی وجہ یہ ہے کہ یہ سکون اعراب کی علامت ہے اس کو تبدیل کرنا مناسب نہیں۔
دوسری بات یہ کہ ابدال سے ایک کلمہ میں (سکون وابدال) دو تغیر جمع ہوجائیں گے۔

(۲۱۸/۵)
وَهَيِّئْ وَاَنْبِئْهُمْ وَنَبِّئْ بِاَرْبَعٍ
وَاَرْجِئْ مَعًا وَاقْرَأْ ثَلَاثًا فَحَصِّلَا

ترجمہ اور (ایسے ہی مندرجہ ذیل کلمات بھی سوسی کے لیے ابدال سے مستثنیٰ ہیں) هَيِّئْ، اَنْبِئْهُمْ، اور نَبِّئْ جو چار جگہ ہے اور اَرْجِئْ جو دو جگہ ہے اور اِقْرَأْ جو تین جگہ ہے، پس تم حاصل کرلو۔

شرح پانچ مستثنیات میں سے یہ دوسری قسم ہے۔ سوسی ان میں بھی ہمزہ کا ابدال نہیں کرتے۔ یہ پانچوں کلمات امر کے صیغے ہیں اور ان کا سکون بنائی ہے ورنہ ان میں حرکت اصل ہے۔ اس قسم کے مستثنیٰ ہونے کی وجہ بھی

وہی ہے جو قسم اول کی ہے۔

۲۱۹/۶ وَتُؤْوِیْ وَتُؤْوِیْهِ اَخَفُّ بِهَمْزِهٖ
وَرِئْيًا بِتَرْكِ الْهَمْزِ يُشْبِهُ الِامْتِلَا

ترجمہ اور تُؤْوِیْ وَتُؤْوِیْهِ (بنسبت ابدال کے) اپنے ہمزہ کے ساتھ زیادہ خفیف ہے اور رِئْيًا ہمزہ چھوڑ دینے (بدل دینے) کی وجہ سے سیراب کرنے (والے رِيًّا) کے مشابہ ہو جائے گا۔

شرح اس شعر میں مستثنیات کی تیسری اور چوتھی قسم کو بیان کیا۔

(۱) ابدال:۔ کلمہ کا ثقل دور کرنے کے لیے کیا جاتا ہے لیکن اگر ابدال سے ثقل اور بڑھ جائے تو اس میں ابدال نہ کرنا اور ہمزہ کو اس کے حال پر باقی رکھنا ہی بہتر ہے، اس قسم کے صرف دو کلمے آئے ہیں ۱۔ تُؤْوِیْ (احزاب ع) ۲۔ تُؤْوِیْهِ (معارج ع) ثقل اس لیے بڑھ جائے گا کہ ایک واؤ پہلے سے موجود ہے۔ ہمزہ کا واؤ سے ابدال کرنے کی وجہ سے ایک اور واؤ ہو کر کلمہ ثقیل ہو جائے گا۔

چوتھی قسم، اگر ابدال کرنے سے ایک لغت دوسرے لغت سے ملتبس ہو جائے تب بھی ابدال نہیں کیا جائے گا۔ اس قسم کا صرف ایک کلمہ ہے۔ وَرِئْيًا (مریم ع) کیوں کہ رِئْيًا کے معنی ہیں وہ چیز جو دیکھنے میں خوشنما معلوم ہو۔ جب اس کے ہمزہ کو یاء سے بدلیں گے تو دو یاء ہو جائیں گی۔ پھر قاعدہ کے مطابق ایک کا دوسری میں ادغام کرنا ہوگا جس سے یہ رِيًّا ہو جائے گا اور رِيًّا مستقل ایک لغت ہے جس کے معنی سیراب کرنے کے آتے ہیں جو رَوِیَ سے بنا ہے۔ تو اس رِيًّا کا اُس رِيًّا سے التباس ہو جائے گا۔

☆

وَمُؤْصَدَةٌ اَوْصَدَتْ يُشْبِهُ كُلُّهٗ
(۲۲۰/۷) تَخَيَّرَهٗ اَهْلُ الْاَدَاءِ مُعَلَّلَا

ترجمہ اور مُؤْصَدَةٌ (مہموز الفاء) اَوْصَدَتْ (مثال واوی) کے مشابہ ہوجائے گا۔ ان تمام (مستثنیات) کو اہل ادا نے علت بیان کیا ہوا اختیار کیا ہے۔

شرح مستثنیات کی پانچویں قسم کو بیان فرماتے ہیں۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ اگر ابدال سے ایک لغت دوسرے کے مشابہ ہوجاتا ہو تب بھی سوسی ابدال نہیں کرتے۔ اس کی صرف ایک مثال مُؤْصَدَةٌ ہے جو دو جگہ (سورۃ البلد اور سورۃ الہمزہ میں) واقع ہے۔ یہ کلمہ ابوعمرو بصریؒ کے نزدیک اٰصَدَ سے بنا ہے جو مہموز الفاء ہے۔ اگر اس کے ہمزہ کو واؤ سے بدلتے ہیں تو یہ مثال واوی معلوم ہوگا۔ اَهْلُ الْاَدَاءِ سے معتبر اور ماہرین مراد ہیں جیسے ابن غلبون، نقاش، مہدوی وغیرہ

وَبَارِئْكُمْ بِالْهَمْزِ حَالَ سُكُوْنِهٖ
(۲۲۱/۸) وَقَالَ ابْنُ غَلْبُوْنٍ بِيَاءٍ تَبَدَّلَا

ترجمہ اور بَارِئْكُمْ ہمزہ (کی تحقیق) کے ساتھ (اور) اس کے سکون کی حالت میں ہے اور ابن غلبون نے کہا کہ (یہ ہمزہ) یاء سے بدل گیا ہے۔

شرح بَارِئْكُمْ (بقرہ ع ٦) بھی سوسی کے یہاں ابدال سے مستثنیٰ ہے اس میں وہ ہمزہ کو ساکن پڑھتے ہیں، یاء سے نہیں بدلتے۔ لیکن ابن غلبون کا قول یہ ہے کہ وہ اس کو یاء سے بدلتے ہیں مگر وہ اپنے اس قول میں منفرد ہیں۔ محقق جزری نشر میں فرماتے ہیں کہ اس کے ہمزہ کا ابدال اس لیے پسندیدہ نہیں کہ اس کا سکون عارضی ہے۔

(۲۲۲/۹) وَ وَالَاهُ فِیْ بِئْرٍ وَّ فِیْ بِئْسَ وَرْشُهُمْ
وَ فِی الذِّئْبِ وَرْشٌ وَّ الْکِسَائِیْ فَابْدَلَا

ترجمہ اور بِئْرٍ، وَ بِئْسَ میں ان میں کے ورش رح نے (ابدال کرنے میں سوسی کی) موافقت کی ہے اور اَلذِّئْب میں ورش وکسائی دونوں نے (سوسی کی موافقت کرتے ہوئے ہمزہ کا یاء سے) ابدال کیا ہے۔

شرح بِئْرٍ اور بِئْسَ میں سوسی کے ساتھ ورش بھی ہمزہ کا یاء سے ابدال کرتے ہیں۔ سوسی تو اپنے قاعدہ کے مطابق۔ لیکن ورش اپنے قاعدہ کے خلاف۔ اس لیے کہ ورش کے یہاں ابدال کے لیے شرط ہے کہ ہمزہ فاء کلمہ میں ہو، اور یہاں عین کلمہ میں ہے۔

اور اَلذِّئْب میں سوسی کے ساتھ ورش اور کسائی بھی شریک ہیں۔ اس کلمہ میں بھی سوسی اپنے قاعدہ پر ہیں اور ورش وکسائی اپنے قاعدہ کے خلاف۔ کیوں کہ ورش کے یہاں تو وہی فاء کلمہ ہونا شرط ہے اور کسائی کے یہاں ابدال ہوتا ہی نہیں۔

(۲۲۳/۱۰) وَ فِیْ لُؤْلُؤٍ فِی الْعُرْفِ وَالنُّکْرِ شُعْبَةٌ
وَ یَأْلِتْکُمُ الدُّوْرِیْ وَالْاِبْدَالُ (یُ) جْتَلَا

ترجمہ اور لُؤْلُؤٍ میں (اس کے نکرہ اور معرفہ (ہونے کی حالت) میں شعبہ نے (پہلے ہمزہ کو واؤ سے بدلنے میں سوسی کی موافقت کی ہے) اور یَأْلِتْکُمْ کو (ہمزہ ساکنہ کی زیادتی کے ساتھ) دوری (پڑھتے) ہیں اور یاء والے (سوسی) کے لیے ابدال دیکھا جاتا ہے۔

شرح اَللُّؤْلُؤُ معرفہ ہو یا لُؤْلُؤٍ نکرہ۔ بہرحال شعبہ نے سوسی کے مانند ہمزۂ اُولیٰ کا واؤ سے ابدال کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کلمہ

میں دو ہمزہ جمع ہونے کی بنا پر ثقل زیادہ تھا اور پہلا ہمزہ ساکن ہونے کی وجہ سے ثقیل تر تھا۔ اس لیے اس کا ابدال کیا گیا۔

سورۃ الحجرات ع۲ میں لَا يَلِتْكُمْ ہے اس میں دوری یاء کے بعد ہمزہ ساکنہ زائد کر کے تحقیق کے ساتھ لَا يَأْلِتْكُمْ اور سوسی بھی ہمزہ کا اضافہ اور الف سے بدل کر لَايَالِتْكُمْ پڑھتے ہیں۔

(۲۲۴/۱۱) وَوَرْشٌ لِيَلَّا وَالنَّسِيُّ بِيَائِهِ
وَادْغَمَ فِي يَاءِ النَّسِيِّ فَثَقَّلَا

ترجمہ: اور ورش لِئَلَّا اور اَلنَّسِيُّ کو یاء کے ساتھ (پڑھتے ہیں) اور اَلنَّسِيُّ کی یاء میں ادغام کر کے اس کو مشدد کر دیا ہے۔

شرح: لِئَلَّا تین جگہ وارد ہے۔ بقرہ ع۱۸۔ نساء ع۲۳۔ حدید ع۴۔ تینوں جگہ ہمزہ کا یاء متحرکہ سے ابدال کر کے ورش ؒ لِيَلَّا پڑھتے ہیں اور اَلنَّسِيءُ (توبہ ع۵) میں ہمزہ کو یاء سے بدل کر ادغام کرتے اور اَلنَّسِيُّ پڑھتے ہیں۔ اور باقی سب حضرات دونوں کلموں کو ہمزہ کی تحقیق سے پڑھتے ہیں۔

(۲۲۵/۱۲) وَاِبْدَالُ اُخْرَى الْهَمْزَتَيْنِ لِكُلِّهِمْ
اِذَا سَكَنَتْ عَزْمٌ كَاٰدَمَ اُوْهِلَا

ترجمہ: اور دو ہمزوں میں سے دوسرے کا ابدال سب کے لیے (ضروری ہے) جب کہ وہ ساکن ہو جیسے اٰدَمَ (اور) اُوْهِلَا۔

شرح: اگر کسی کلمہ میں دو ہمزہ اس طرح جمع ہوں کہ پہلا متحرک دوسرا ساکن ہو تو بالاتفاق پہلے ہمزہ کی حرکت کے موافق دوسرے ہمزہ کا حرفِ مد سے ابدال ہے جس کی دو مثالیں اٰدَمَ اور اُوْهِلَا دی گئیں۔ یہ اصل میں ءَاْدَمَ اور اُءْهِلَا تھے۔

یہ قاعدہ قرآن کریم کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ کلامِ عرب میں عام ہے۔ اسی لیے اُؤْهِلَا ایسی مثال دی گئی جو قرآن کریم میں نہیں ہے اگر یہ دونوں ہمزہ قطعی ہوں۔ تب تو ہمزۂ ثانیہ کا ہر حال میں حرف مد سے ابدال ہے خواہ اس کلمہ سے ابتداء کریں یا اس کا ماقبل سے وصل لیکن اگر پہلا ہمزہ وصلی اور دوسرا قطعی ہے۔ ایسی صورت میں اس کلمہ سے ابتداء کرنے کی صورت میں تو ہمزۂ ثانیہ کا ابدال ہی ہوگا۔ جیسے اِئْتُوْنِیْ سے اِیْتُوْنِی اور ماقبل سے وصل کی صورت میں پہلا ہمزہ ساقط ہو جائے گا اور دوسرا صرف ورش رح وسوسی رح کے یہاں بدلا جائے گا۔ جیسے فِی السَّمٰوٰتِ ایْتُوْنِیْ اور باقی سب کے یہاں اپنے حال پر باقی رہ کر تحقیق سے پڑھا جائے گا جیسے فِی السَّمٰوٰتِ ائْتُوْنِیْ۔

باب

نقلُ حرکۃِ الھمزۃ الی السّاکن قبلھا

(۲۲۶/۱)

وَحَرِّكْ لِوَرْشٍ كُلَّ سَاكِنٍ اٰخِرٍ
صَحِيحٍ بِشَكْلِ الْهَمْزِ وَاحْذِفْهُ مُسْهِلَا

ترجمہ اور ورش کے لیے ہر ایسے ساکن کو ہمزہ کی حرکت سے متحرک کردو، جو (کلمہ) کے آخر میں ہو (اور) صحیح ہو (حرف مد نہ ہو) اور ہمزہ کو حذف کردو۔ اس حال میں کہ (تم اس کلمہ کو) سہل کرنے والے ہو۔

ث

(۲۲۷/۲) وَعَنْ حَمْزَةَ فِي الْوَقْفِ خُلْفٌ وَّعِنْدَهُ
رَوٰى خَلَفٌ فِي الْوَصْلِ سَكْتًا مُّقَلَّلَا

ترجمہ: اور امام حمزہؒ سے حالت وقف میں خلف (منقول) ہے اور اسی (ساکن) میں خلف نے حالت وصل میں سکتہ قلیلہ روایت کیا ہے۔

(۲۲۸/۳) وَيَسْكُتُ فِي شَيْءٍ وَّشَيْئًا وَّبَعْضُهُمْ
لَدَى اللَّامِ لِلتَّعْرِيفِ عَنْ حَمْزَةٍ تَلَا

ترجمہ: اور (خَلَفْ) شَيْءٍ اور شَيْئًا میں (بھی) سکتہ کرتے ہیں اور ان میں سے بعض (ناقلین) نے لام تعریف اور شَيْءٍ و شَيْئًا میں (پورے) حمزہ سے (روایت کرتے ہوئے سکتہ) پڑھا ہے۔

(۲۲۹/۴) وَشَيْءٍ وَّشَيْئًا لَمْ يَزِدْ وَلِنَافِعٍ
لَدَى يُونُسٍ آلْئٰنَ بِالنَّقْلِ نُقِّلَا

ترجمہ: اور ان ناقلین نے (لام تعریف اور شَيْءٍ و شَيْئًا پر کچھ) زیادہ نہیں کیا (کسی اور جگہ ساکن پر سکتہ نہیں کیا)۔ اور سورۂ یونس کا آلْئٰنَ امام نافع کے لیے نقلِ حرکت کے ساتھ منقول ہے۔

شرح: ۲۲٦:۔ ایک کلمہ کے آخر میں حرف صحیح ساکن یعنی حرفِ مدّ اور میمِ جمع کے علاوہ کوئی اور حرف ساکن ہو، اور دوسرے کلمہ کے شروع میں ہمزہ قطعی متحرک ہو تو ورشؒ اس ہمزہ کی حرکت نقل کر کے اس ساکن کو دیتے ہیں اور ہمزہ کو حذف کر دیتے ہیں، خواہ وقف کریں یا وصل۔ اس ساکن میں لامِ تعریف، تائے تانیث، حروفِ مقطعات اور تنوین سب داخل ہیں۔ جیسے فِي الْاَرْضِ۔ قَالَتْ اُولٰهُمْ، الٓمّٓ اَحَسِبَ۔ كُفُوًا اَحَدٌ۔

۲۲۷:۔ امام حمزہؒ سے اس صورت میں حالتِ وقف میں خُلْف

(نقل وعدم نقل) دونوں ہیں۔ یعنی ورش رح کے یہاں تو وقف و وصل دونوں میں نقل ہے اور حمزہ کے یہاں نقل وعدم نقل صرف حالت وقف میں ہیں۔ اور خلف کی اس ساکن منفصل اور لام تعریف پر سکتہ کی روایت ہے یعنی وہ وصل میں بجائے نقل کے تھوڑی دیر سانس روک کر آواز بند کرتے ہیں اور اس کے ساتھ شَیْئٌ و شَیْئًا میں بھی وہ سکتہ ہی کرتے ہیں۔

۲۲۸:- اور ایک روایت یہ ہے کہ الف لام تعریف اور شَیْئٌ و شَیْئًا میں پورے امام حمزہ سے سکتہ ہے۔ اس کے علاوہ کہیں نہیں۔

۲۲۹:- آلْئٰنَ (یونس ع ۵ و ۹) میں امام نافع رح ہمزہ ثانیہ کی حرکت ماقبل لام کی طرف نقل کرکے ہمزہ کو حذف کر دیتے ہیں یعنی آلٰنَ پڑھتے ہیں۔ نقل کا قاعدہ ورش رح کے یہاں تو ہے ہی۔ اس کلمہ میں ان کے ساتھ نقل کرنے میں قالون بھی شریک ہیں کیوں کہ اس میں دو ہمزہ جمع ہونے کی وجہ سے ثقل تھا۔

وَقُلْ عَادًا نِ الْاُوْلٰی بِاِسْكَانِ لَامِهٖ
وَتَنْوِیْنُهٗ بِالْكَسْرِ (كَـ) ـاسِیْهِ (ظَـ) ـلَّلَا (۲۳۰/۵)

ترجمہ اور کہہ دو کہ کاف والے (ابن عامر رح) اور ظاء والے (ابن کثیر اور کوفیین) عَادًا نِ الْاُوْلٰی کو اس کے لام ساکن کرنے اور اس کی تنوین کو کسرہ دینے کے ساتھ (پڑھتے) ہیں۔ اس کے پہنانے والے نے سایہ ڈالا ہے۔

شرح عَادًا نِ الْاُوْلٰی (نجم ع ۳) کو شعر میں مذکور پانچ امام حالتِ وصل میں اجتماعِ ساکنین علیٰ غیر حدہ کی وجہ سے پہلے ساکن یعنی نون تنوین کو اَلسَّاكِنُ اِذَا حُرِّكَ حُرِّكَ بِالْكَسْرِ کے قاعدہ سے کسرہ دے کر اس کے بعد لام ساکن، پھر ہمزہ مضمومہ اور واؤ ساکن سے پڑھتے ہیں، جیسا کہ شعر میں مذکور اور قرآنِ کریم میں مرسوم ہے۔ اور وقف کی حالت میں عَادًا کی تنوین کا عام قاعدہ

کے موافق الف سے ابدال کرتے ہیں اور اس کے بعد ابتداء و اعادہ کی صورت میں اَلْاُوْلٰی پڑھتے ہیں۔ اور اس کو اس لیے بیان نہیں کیا کہ یہ اصل کے مطابق ہونے کی وجہ سے ظاہر ہے۔

(۲۳۱/٦) وَ اَدْغَمَ بَاقِيهِمْ وَ بِالنَّقْلِ وَصْلُهُمْ
وَبَدْؤُهُمْ وَ الْبَدْءُ بِالْاَصْلِ فُضِّلَا

(۲۳۲/۷) لِقَالُونَ وَ الْبَصْرِيْ وَتُهْمَزُ وَاوُهُ
لِقَالُونَ حَالَ النَّقْلِ بَدْءًا وَمَوْصِلَا

ترجمہ ۲۳۱: اور ان میں کے باقی (نافع، ابوعمرو) نے (تنوین کا لام میں) ادغام ادغام کیا ہے اور ان کا وصل کرنا اور (اسی کلمہ سے) ابتداء کرنا نقل کے ساتھ ہے۔ اور قالون و بصری کے لیے اصل کے موافق ابتداء کرنا (یعنی اَلْاُوْلٰی پڑھنا) افضل قرار دیا گیا ہے۔

۲۳۲: اور قالون کے لیے ابتداء اور وصل دونوں صورتوں میں اس کے واؤ کو حالتِ نقل میں ہمزہ بنا دیا جاتا ہے۔

شرح نافع و ابوعمرو عَادًا الْاُوْلٰی کو حالتِ وصل میں تنوین کا لام میں ادغام کرنے کے ساتھ عَادَ لُّؤْلٰی اور عَادَ نِ لُّوْلٰی پڑھتے ہیں یعنی قالون ہمزہ کی حرکت نقل کر کے لام کو دیتے ہیں اور ہمزہ کو حذف کر دیتے ہیں، اور ہمزہ کے بعد جو واؤ تھا اس کو ہمزہ سے بدلتے ہیں۔ اور عَادًا کی تنوین کا لام میں ادغام کرتے ہیں، اور ورش و ابوعمرو بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ لیکن یہ دونوں واؤ کو ہمزہ نہیں بناتے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ قالون کے لیے عَادًا الْاُوْلٰی اور ورش و بصری کے

لیے عَادَاً الُّاُوْلیٰ ہے اور بدل و امالہ کا قاعدہ دونوں کا اپنی جگہ ہے یعنی ورش رح کے لیے مدِ بدل کی تثلیث، اور دونوں کے لیے امالۂ صغریٰ ہوگا۔

یہ تفصیل تو حالتِ وصل کی تھی۔ اگر اَلُاُوْلیٰ سے ابتداء یا اعادہ کیا جائے تو قالون کے لیے تین صورتیں ہیں۔

۱:- ہمزۂ وصلی اس کے بعد لام مضموم پھر ہمزۂ ساکنہ سے اَلُاُوْلیٰ۔

۲:- بغیر ہمزۂ وصلی کے صرف لُاُوْلیٰ کیوں کہ شروع میں ہمزۂ وصل مفتوح اس لیے تھا کہ اس کے بعد لام ساکن تھا، اب نقلِ حرکت ہو کر لام متحرک ہوگیا، اس لیے اس کی ضرورت نہیں رہی۔

۳:- اصل کے موافق یعنی اَلْاُوْلیٰ اور یہی اولیٰ ہے۔

ابو عمرو کے لیے بھی معمولی فرق کے ساتھ یہی تینوں صورتیں ہیں۔ بس فرق یہ ہے کہ وہ واؤ کو ہمزہ سے نہیں بدلتے اور تقلیل کرتے ہیں تو بصری رح کے لیے ۱۔ اَلُوْلیٰ ۲۔ لُوْلیٰ ۳۔ اَلْاُوْلےٰ ہیں۔ ان کے یہاں بھی تیسری وجہ جو اصل کے موافق ہے سب سے افضل ہے۔

اور ورش رح کے لیے بصری رح کی ۱ و ۲ کی طرح ہیں، اور باقی پانچ امام ابتداء اور اعادہ کی صورت میں اصل کے موافق اَلْاُوْلےٰ پڑھتے ہیں۔

(۲۳۳/۸) وَتَبْدَاُ بِهَمْزِ الْوَصْلِ فِي النَّقْلِ كُلِّهٖ
وَاِنْ كُنْتَ مُعْتَدًّا بِعَارِضِهٖ فَلَا

ترجمہ اور پوری نقل میں (یعنی ان تمام کلمات میں جن میں ہمزہ کی حرکت لامِ تعریف کی طرف نقل کی جائے) ہمزۂ وصلی سے ابتداء کرو، اور اگر تم اس (عارضی حرکت) کا اعتبار کرنے والے بن جاؤ (جو لام پر آگئی ہے) تو ہمزہ وصلی سے ابتداء) نہیں۔

شرح جس لام تعریف پر ہمزۂ قطعی کی حرکت نقل ہو کر آگئی ہے جیسے ورش کے یہاں اَلۡاَرۡض وصل و وقف دونوں حالتوں میں اور حمزہ کے یہاں صرف حالتِ وقف میں۔

اور عادًا الاُولیٰ میں قالون اور بصری کے یہاں تو اس کلمہ سے ابتداء اور اعادہ کی دو صورتیں ہیں۔

۱:- اصل کے مطابق ہمزۂ وصلی سے اَلاَرۡض، اَلاُولیٰ،

۲:- ہمزہ کے بغیر صرف لام سے لَارۡض، لُاولیٰ۔

پہلی صورت چونکہ اصل و رسم الخط کے موافق ہے اس لیے یہی اولیٰ ہے اس میں لام تعریف کی حرکتِ عارضی کا اعتبار نہ کرتے ہوئے ہمزۂ وصلی سے ابتداء کی گئی۔ اور دوسری صورت میں اس حرکت عارضی کا اعتبار کیا گیا اس لیے ہمزۂ وصلی کی ضرورت نہ رہی۔

(۲۳۴/۹)

وَنَقۡلُ رِدًا عَنۡ نَافِعٍ وَكِتَابِيَهۡ
بِالاِسۡكَانِ عَنۡ وَرۡشٍ اَصَحُّ تَقَبُّلَا

ترجمہ اور رِدۡءًا کی نقل (حرکت) نافع (یعنی قالون اور ورش دونوں) سے ہے اور کِتٰبِیَہۡ (اِنِّیۡ) ورش سے (ہا، کے) اسکان کے ساتھ قبول کرنے کے اعتبار سے زیادہ صحیح ہے۔

شرح رِدًا (قصص ع) میں پورے امام نافع یعنی ان کے دونوں راوی ہمزہ کی حرکت نقل کر کے دال کو دیتے ہیں اور ہمزہ کو حذف کر دیتے ہیں۔ اور یہ نقل قالون اور ورش دونوں کے قاعدہ کے خلاف ہے کیوں کہ قالون کے لیے تو نقل ہے ہی نہیں اور ورش کے لیے نقل اس وقت ہوتی ہے جب کہ حرف ساکن ایک کلمہ کے آخر میں اور ہمزۂ قطعی دوسرے کلمہ کے

شروع میں ہو، اور رِدْءًا ایک ہی کلمہ ہے۔ امام نافع رح کے علاوہ سب کے لیے رِدْءًا ہے۔

کِتَٰبِيَهْ اِنِّيْ (حاقہ ع) میں ورش کا نقلِ حرکت کا قاعدہ پایا جاتا ہے لیکن زیادہ بہتر یہ ہے کہ اس میں ورش کیلئے بھی ہا کو ساکن اور ہمزہ کو تحقیق کے ساتھ متحرک پڑھا جائے۔ اس لیے کہ یہ ہا سکتہ ہے جو ما قبل کی حرکت ظاہر کرنے کے لیے لائی جاتی ہے اور وقف و وصل میں ساکن ہی رہتی ہے اس کو نقلِ حرکت کر کے متحرک کرنا اور اس پر حروف اصلیہ کے احکام جاری کرنا بہتر نہیں۔

اور اگر ورش کے قاعدہ کے مطابق اس میں نقلِ حرکت کی جائے یعنی ہمزہ کی حرکت ہا کو دی جائے اور ہمزہ کو حذف کر دیا جائے تو یہ بھی صحیح ہے لیکن غیر اولیٰ ہے۔

بابُ وقفِ
حَمْزَةَ وَهِشَامٍ عَلَى الْهَمْزِ

(۲۳۵/۱) وَحَمْزَةُ عِنْدَ الْوَقْفِ سَهَّلَ هَمْزَهُ
إِذَا كَانَ وَسْطًا أَوْ تَطَرَّفَ مَنْزِلَا

ترجمہ: اور امام حمزہ رح نے اپنے ہمزہ کی تخفیف کی ہے جب کہ وہ درمیان (کلمہ) میں ہو۔ یا مقام کے اعتبار سے آخر (کلمہ) میں ہو۔

شرح اگر ہمزہ کسی کلمہ کے درمیان میں ہو جیسے یُؤْمِنُوْنَ یا آخر میں ہو جیسے قُرُوْءٌ تو حالتِ وقف میں امام حمزہ اس کو تخفیف سے پڑھتے ہیں جس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ۱ ابدال ۲ تسہیل ۳ نقل و حذف۔

اور اگر ہمزہ شروع کلمہ میں ہے جیسے اَرْبَعَۃَ اَشْھُرٍ تو اس میں تخفیف نہیں ہے۔ اِلّا یہ کہ ہمزہ اَلْ کے بعد ہو جیسے اَلْاَرْضِ یا ایسے ساکن کے بعد ہو جو دوسرے کلمہ میں ہو، جیسے قَدْ اُوْتِيَ یا ہمزہ کلمہ کے شروع میں تو ہو لیکن کسی زائد حرف کے اس پر داخل ہونے سے درمیان میں آگیا ہو جیسے فَاْتُوْھُنَّ (اس میں تخفیف و تحقیق دونوں ہیں)۔

پھر یہ ہمزہ تین قسم کا ہوتا ہے۔

۱:- ساکن ما قبل متحرک جیسے یُؤْمِنُوْنَ۔

۲:- متحرک ما قبل ساکن جیسے یَسْئَلُوْنَ۔

۳:- متحرک ما قبل متحرک جیسے رَءُوْفٌ۔

آئندہ اشعار میں ان سب اقسام کو بیان فرمایا جائے گا۔

فَاَبْدِلْهُ عَنْهُ حَرْفَ مَدٍّ مُّسَكِّنَا
وَمِنْ قَبْلِهٖ تَحْرِيْكُهٗ قَدْ تَنَزَّلَا (۲۳۶/۲)

ترجمہ پس اس (ہمزہ) کا ان (امام حمزہ) کے نزدیک حرفِ مد سے ابدال کرو، اس حال میں کہ وہ ساکن ہو، اور اس سے پہلے کا حرف متحرک واقع ہوا ہو۔

شرح امام حمزہ، ہمزۂ ساکنہ کا ما قبل کی حرکت کے موافق حرفِ مد سے ابدال کرتے ہیں، فتحہ کے بعد الف سے جیسے اِقْرَاْ کسرہ کے بعد یاء سے جیسے بِئْسَ اور ضمہ کے بعد واؤ سے جیسے تُؤْفَكُوْنَ ہمزہ کا سکون خواہ اصلی ہو

جیسا کہ مذکورہ مثالوں میں، یا عارضی ہو جو وقف کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے جیسے لُؤْلُؤْ کہ اس میں دوسرے ہمزہ کا سکون عارضی ہے جو وقف کے سبب پیدا ہوا ہے۔

(۲۳۷/۳)
وَحَرِّكْ بِهٖ مَا قَبْلَهٗ مُتَسَكِّنًا
وَاَسْقِطْهُ حَتّٰى يَرْجِعَ اللَّفْظُ اَسْهَلَا

ترجمہ اور اس (ہمزہ کی حرکت) سے اس کے ماقبل ساکن کو متحرک کر دو اور اس (ہمزہ) کو ساقط کر دو تاکہ کلمہ ہلکا ہو جائے۔

(۲۳۸/۴)
سِوٰى اَنَّهٗ مِنْ بَعْدِ مَا اَلِفٍ جَرٰى
يُسَهِّلُهٗ مَهْمَا تَوَسَّطَ مَدْخَلَا

ترجمہ سوائے اس کے کہ وہ (ہمزہ) الف کے بعد آیا ہو (اگر ایسا ہے تو) اس میں تسہیل کرتے ہیں (نقل و حذف نہیں کرتے) جب کہ وہ جائے دخول کے اعتبار سے درمیان (کلمہ) میں ہو۔

شرح ہمزہ متحرک ماقبل ساکن کا حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہمزہ کی حرکت ماقبل ساکن کو دے کر ہمزہ کو حذف کر دیا جائے۔ اس عمل سے کلمہ کا وہ ثقل دور ہو کر خفت پیدا ہو جائے گی جو ہمزہ کی وجہ سے تھا جیسے يَسْئَلُوْنَ سے يَسَلُوْنَ لیکن ہمزہ کا ماقبل ساکن حرف اگر الف ہے اور ہمزہ درمیانِ کلمہ میں ہے تو یہ عمل نہیں ہوگا، اس لیے کہ الف حرکت کو قبول نہیں کرتا۔ اس صورت میں تسہیل کی جائے گی۔ جیسے جَآءَكُمْ۔

اگر ہمزہ کلمہ کے آخر میں ہے تو ابدال کرتے ہیں جیسا کہ اگلے شعر میں مذکور ہے۔

☆

(۲۳۹/۵) وَیُبْدِلُہٗ مَہْمَا تَطَرَّفَ مِثْلَہٗ
وَیَقْصُرُ اَوْ یَمْضِیْ عَلَی الْمَدِّ اَطْوَلَا

ترجمہ اور ابدال کرتے ہیں اس کا (امام حمزہ) جب کہ یہ (ہمزہ کلمہ کے) اخیر میں ہو، اس کے مثل: (الف) سے۔ اور (اس ابدال کے بعد اس میں) قصر یا طویل مد کرتے ہیں۔

شرح ہمزہ الف کے بعد کلمہ کے اخیر میں ہو جیسے اَلسَّمَآءُ تو امام حمزہ ہمزہ کو الف سے بدلتے ہیں۔ اب دو الف جمع ہو جاتے ہیں ایک اصلی دوسرا ہمزہ سے بدلا ہوا۔ اس میں دو وجہ ہیں۔

۱:۔ یہ کہ دونوں الف باقی رکھ کر طول کیا جائے اور اس صورت میں اجتماع ساکنین علیٰ حدہ ہوگا جو وقف میں جائز ہے۔

۲:۔ یہ کہ ایک الف حذف کر کے قصر کیا جائے کیوں کہ اگر پہلے الف کا حذف مانا جائے تو محل مد ہی نہیں رہا کہ طول کیا جائے۔ اور یہ الف ہمزہ سے بدلا ہوا ایسا ہے جیسا یَاْمُرُ میں اور اس کے بعد سببِ مد بھی نہیں ہے۔ اور اگر دوسرے الف کا حذف مانا جائے تو قصر و مد دونوں ہوں گے، کیوں کہ الف کے بعد سببِ مد تو ہے لیکن اس میں تغیر ہو گیا ہے۔

(۲۴۰/۶) وَیُدْغِمُ فِیْہِ الْوَاوَ وَالْیَآءَ مُبْدِلًا
اِذَا زِیْدَتَا مِنْ قَبْلُ حَتّٰی یُفَصَّلَا

ترجمہ اور اس (ہمزہ) میں واؤ و یاء کا امام حمزہ ادغام کرتے ہیں۔ اس حال میں کہ (اس ہمزہ کا واؤ اور یاء سے) ابدال کرنے والے ہوتے ہیں جب کہ (یہ واؤ اور یاء) ہمزہ سے پہلے زیادہ کیے گئے ہوں تاکہ (واؤ یاء) اصلیہ

اور زائدہ میں) جدائی کر دیں۔

شرح اگر ہمزہ ایسی واؤ یا ایسی یاء کے بعد ہو جو زائد ہوں یعنی ان حروفِ اصلیہ میں سے نہ ہوں جو فاء، عین، لام کی جگہ آتے ہیں تو اس ہمزہ کو واؤ کے بعد واؤ سے اور یاء کے بعد یاء سے بدل کر پہلے واؤ اور یاء کا اس بدلے ہوئے واؤ اور یاء میں ادغام کرتے ہیں جیسے قُرُوْۤءٍ سے قُرُوٍّ اور بَرِیْۤئٌ۔ بَرِیٌّ۔

واؤ، یاء زائدہ کا صرف یہی حکم ہے لیکن واؤ، یاء اصلیہ میں نقل بھی ہوتی ہے۔

(۲۴۱/۷) وَيُسْمِعُ بَعْدَ الْكَسْرِ وَالضَّمِّ هَمْزَهُ
لَدَىٰ فَتْحِهِ يَاءً وَوَاوًا مُحَوَّلَا

ترجمہ اور امام حمزہ کسرہ اور ضمہ کے بعد اپنے (تخفیفی) ہمزہ کو اس کے مفتوح ہونے کی صورت میں یاء اور واؤ سے بدلا ہوا سناتے ہیں۔

(۲۴۲/۸) وَفِي غَيْرِ هٰذَا بَيْنَ بَيْنَ وَمِثْلُهُ
يَقُوْلُ هِشَامٌ مَّا تَطَرَّفَ مُسْهِلَا

ترجمہ اور اس (ہمزہ مفتوحہ کسرہ اور ضمہ کے بعد) کے علاوہ میں (تسہیل) بین بین کرتے ہیں۔ اور ہشام (بھی) اس ہمزہ میں (تخفیف کا یہی قاعدہ) کہتے ہیں جو کلمہ کے آخر میں ہو۔ اس حال میں کہ وہ سہل طریق اختیار کرنے والے ہیں۔

شرح جو ہمزہ متحرک حرکت کے بعد ہو، اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اگر کسرہ کے بعد ہمزہ مفتوحہ ہو جیسے نُنَشِّئَكُمْ اس کا یاء سے ابدال کرتے ہیں اور ضمہ کے بعد مفتوحہ ہو تو واؤ سے ابدال کرتے ہیں جیسے مُؤَجَّلًا اور

اس کے علاوہ میں تسہیل کرتے ہیں جس کی سات صورتیں ہوسکتی ہیں۔

۱:۔ فتحہ کے بعد فتحہ والا جیسے ءَاَرِبٌ۔
۲:۔ فتحہ کے بعد کسرہ والا جیسے مُطْمَئِنِّیْنَ۔
۳:۔ فتحہ کے بعد ضمہ والا جیسے رَءُوْفٌ
۴:۔ کسرہ کے بعد کسرہ والا جیسے مُتَّکِئِیْنَ۔
۵:۔ کسرہ کے بعد ضمہ والا جیسے اَنْبِئُوْنِیْ۔
۶:۔ ضمہ کے بعد کسرہ والا جیسے سُئِلُوْا۔
۷:۔ ضمہ کے بعد ضمہ والا جیسے بِرُءُوْسِکُمْ۔

جو ہمزہ اخیر کلمہ میں واقع ہو اس کی ہشام بھی مثل حمزہ ہی کے تخفیف کرتے ہیں لیکن وسط کلمہ میں ہشام تخفیف نہیں کرتے۔

(۲۴۳/۹) وَرِئْيًا عَلَى اِظْهَارِهٖ وَادِّغَامِهٖ
وَبَعْضٌ بِكَسْرِ الْهَا لِيَاءٍ تَحَوَّلَا

ترجمہ: اور رِئْیًا اپنے اظہار اور اپنے ادغام پر ہے اور بعض (ناقلین) نے ضمیر ہُم کو، ہا، کے کسرہ سے (پڑھا ہے) اس یاء کی وجہ سے جو ہمزہ سے بدل گئی ہے۔

(۲۴۴/۱۰) كَقَوْلِكَ اَنْبِئْهُمْ وَنَبِّئْهُمْ وَقَدْ
رَوَوْا اَنَّهٗ بِالْخَطِّ كَانَ مُسَهِّلَا

ترجمہ: جیسے تیرا قول اَنْبِئْهُمْ اور نَبِّئْهُمْ (امام حمزہ حالت وقف میں ہمزہ کا یاء سے ابدال اور ان کے بعض ناقلین ہا، پر کسرہ پڑھتے ہیں اور حمزہ کے ناقلین نے یہ بھی) روایت کیا ہے کہ وہ (حمزہ) رسم الخط کے موافق تخفیف کرتے تھے۔

شرح رِءْیًا (مریم ع ۵) میں حالتِ وقف میں ہمزہ کو یاء سے بدلا جائے گا، جیسا کہ اس کا قاعدہ شعر ۲۳۶ میں گذرا۔ اس کے بعد اس میں اظہار رِیْیًا اصل کا اعتبار کرتے ہوئے، کیوں کہ پہلی یاء اصل میں ہمزہ تھی اور ہمزہ کا یاء میں ادغام نہیں ہوا کرتا، اور ابدال عارضی ہے۔ اور ادغام رِیًّا موجودہ حالت کا اعتبار کرتے ہوئے کہ مثلین جمع ہیں اور پہلا ساکن ہے۔ دونوں صحیح ہیں۔ یہی حکم ہے وَتُـْٔوِیْ (احزاب ع ۶) تُـْٔوِیْهِ (معارج ع ۱) اور رُءْیَا کا (جہاں بھی آئے)۔ اظہار کی حالت میں تُوْوِیْ، تُوْوِیْهِ رُوْیَا اور ادغام کی حالت میں تُوِّیْ، تُوِّیْهِ، رُیَّا پڑھا جائے گا۔

اَنْۢبِئْهُمْ (بقرہ ع ۴) اور نَبِّئْهُمْ (حجر ع ۴ وقمر ع ۲) ان دونوں میں بھی امام حمزہ حالتِ وقف میں ہمزہ کا یائے ساکنہ سے ابدال کریں گے اور ہاء پر ضمہ اصل کے اعتبار سے اَنْۢبِیْهُمْ اور کسرہ ہمزہ سے بدلی ہوئی یاء کی مناسبت سے اَنْۢبِیْهِمْ دونوں درست ہیں۔

وَقَدْ رَوَوْا سے فرماتے ہیں کہ بعض حضرات کی روایت یہ بھی ہے کہ امام حمزہ قرآنِ کریم کے رسم الخط کے موافق بھی تخفیف کرتے تھے۔ تفصیل اگلے شعر میں آ رہی ہے۔

(۲۴۵/۱۱)
فَفِی الْیَا یَلِیْ وَالْوَاوِ وَالْحَذْفِ رَسْمَهٗ
وَالَاخْفَشُ بَعْدَ الْکَسْرِ ذَا الضَّمِّ اَبْدَلَا

(۲۴۶/۱۲)
بِیَاءٍ وَّعَنْهُ الْوَاوُ فِیْ عَکْسِهٖ وَمَنْ
حَکٰی فِیْهِمَا کَالْیَا وَکَالْوَاوِ اَعْضَلَا

ترجمہ پس یا، اور واؤ (سے بدلنے) میں اور حذف کرنے میں (امام حمزہ) اس کے رسم الخط کا (بھی) اتباع کرتے تھے۔ اور اخفش (ابوالحسن سعید بن مسعدہ نحوی) نے کسرہ کے بعد ضمہ والے (ہمزہ) کو یاء سے بدلا ہے اور ان سے اس کے عکس میں (یعنی ضمہ کے بعد کسرہ والے ہمزہ کو) واؤ (سے بدلنا منقول) ہے اور جس شخص نے ان دونوں (صورتوں میں مثل یاء اور مثل واؤ کے تسہیل) نقل کی ہے اس نے مشکل (اور قابلِ اعتراض بات کو) اختیار کیا ہے۔

شرح امام حمزہ سے یہ بھی منقول ہے کہ وقفاً قرآنِ کریم کے رسم الخط کے مطابق بھی تخفیف کرتے تھے۔ یعنی اگر ہمزہ الف کی شکل میں لکھا ہوتا تو الف سے بدلتے جیسے یَسْـَٔلُوْنَ سے یَسَالُوْنَ واؤ کی شکل میں ہوتا تو واؤ سے بدلتے جیسے شُرَکٰٓؤُا سے شُرَکٰوُا اور یاء کی صورت میں ہوتا تو یاء سے بدلتے تھے جیسے اٰنَآئِیْ سے اٰنَایِ اور جو تینوں میں سے کسی شکل میں نہ ہوتا اس کو حذف کرتے تھے جیسے تَطَـُٔوْھَا سے تَطَوْھَا اور اس تخفیف کو رسمی تخفیف کہتے ہیں۔ علامہؒ نے الف کی شکل والے ہمزہ کو اس لیے بیان نہیں فرمایا کہ واؤ اور یاء کا حکم معلوم ہونے سے الف کا حکم خود ہی سمجھ میں آجاتا ہے۔

لیکن اس رسمی تخفیف سے چند صورتیں مستثنیٰ ہیں۔

۱:۔ یہ کہ ناقابلِ عمل ہو۔ مثلاً الف ہمزہ کی صورت میں ہو اور اس کے ماقبل کسرہ یا ضمہ ہو۔ ایسی صورت میں اس کو الف سے بدلا جائے گا تو پڑھا نہیں جا سکے گا، کیوں کہ الف کے ماقبل فتحہ نہ ہو تو اس کو ادا نہیں کیا جا سکتا اس کی مثال اَلسَّیِّاٰتِ ہے۔

۲:۔ اس تخفیف سے ایک سے زیادہ ساکن جمع ہوجائیں۔ جیسے

اِسْرَائِیْلَ کہ اس کا ہمزہ اگر حذف کر دیا جائے تو الف اور یاء دو ساکن جمع ہو جائیں گے۔

۳:- یہ کہ ہمزہ حرفِ ساکن کے بعد ہو۔ اس صورت میں ہمزہ کو جب الف سے بدلا جائے گا تو اس کی ادائیگی بھی ناممکن ہوگی۔ جیسے السُّوْٓای۔

(۲۴۷/۱۳) وَمُسْتَهْزِءُوْنَ الْحَذْفُ فِيْهِ وَنَحْوِهٖ
وَضَمٌّ وَّكَسْرٌ قَبْلُ قِيْلَ وَاُخْمِلَا

ترجمہ اور مُسْتَهْزِءُوْنَ اور اس جیسے (دوسرے کلمات) میں (ہمزہ کا) حذف ہے اور (اس سے پہلے حرف پر) ضمہ ہے۔ اور کسرہ (بھی) کہا گیا ہے (لیکن یہ کسرہ والی وجہ) غیر مشہور اور ضعیف پائی گئی ہے۔

شرح ہمزہ مضموم ماقبل مکسور اور اس کے بعد واؤ ساکن جیسے مُسْتَهْزِءُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا وغیرہ، اس میں ایک وجہ حذفِ ہمزہ کی بھی ہے اور اس حذف کے بعد ہمزہ کے ماقبل کسرہ کے بجائے ضمہ لے آیا جائے تاکہ قیاساً بھی صحیح ہو اور اداء بھی آسان ہو جائے۔ اور بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ کسرہ کو اپنے حال پر باقی رکھا جائے۔ لیکن یہ وجہ ضعیف اور متروک ہے یعنی مُسْتَهْزُوْنَ، لِيُطْفُوْا، صحیح ہے اور مُسْتَهْزِوْنَ، لِيُطْفِوْا ضعیف ہے۔

(۲۴۸/۱۴) وَمَا فِيْهِ يُلْفٰى وَاسِطًا بِزَوَائِدٍ
دَخَلْنَ عَلَيْهِ فِيْهِ وَجْهَانِ اُعْمِلَا

ترجمہ اور وہ کلمہ جس میں ہمزہ ان زائد حروف کی وجہ سے درمیان میں پایا جائے جو اس (کلمہ) پر داخل ہو گئے ہیں تو اس میں دو وجہ

(تحقیق و تخفیف پر) عمل کیا گیا ہے۔

(۲۴۹/۱۵) كَمَا هَا وَيَا وَاللَّامِ وَالْفَا وَنَحْوِهَا
وَلَامَاتِ تَعْرِيفٍ لِمَنْ قَدْ تَأَمَّلَا

ترجمہ جیسے ھاءِ (تنبیہ) اور یاءِ (نداء) اور لام (جارّہ) اور فاء (جزائیہ وغیرہ) اور ان جیسے (دیگر حروف مثلاً ہمزہ استفہامیہ) اور لاماتِ تعریف ہیں۔ یہ اس شخص کے لیے (بیان کیا) جو غور و فکر سے کام لے۔

شرح جس کلمہ کے شروع میں ہمزہ ہے لیکن اس پر کوئی زائد حرف داخل ہو گیا جس سے وہ ہمزہ شروع میں نہیں رہا، درمیان میں ہو گیا جیسے اَنْتُمْ اس پر ھاء تنبیہ داخل ہونے سے ھَاَنْتُمْ ہو گیا تو اس میں دو وجہ ہیں ۱ تخفیف (تسہیل و ابدال) ۲ تحقیق۔

زائد حرف کے داخل ہونے سے ہمزہ جو درمیان میں ہو گیا، اگر اس عارض کا اعتبار کیا جائے تو تخفیف ہے، جمہور اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ اور اگر عارض کا اعتبار نہ کیا جائے اور ہمزہ کو اب بھی ابتداء ہی میں سمجھا جائے تو تحقیق ہے۔ یہ طاہر بن غلبون جیسے بعض محققین کا مذہب ہے۔

(۲۵۰/۱۶) وَاَشْمِمْ وَرُمْ فِيمَا سِوَى مُتَبَدِّلٍ
بِهَا حَرْفَ مَدٍّ وَاعْرِفِ الْبَابَ مَحْفِلَا

ترجمہ اور اس ہمزہ کے علاوہ جو حرف مد سے بدل گیا ہو، دوسرے ہمزوں میں (تخفیف کے ساتھ) اشمام و روم بھی کر سکتے ہو۔ اور تم اس باب کو اچھی طرح سمجھ لو، اس حال میں کہ تم اس کا اہتمام کرنے والے ہو۔

شرح ہمزہ کلمہ کے آخر میں ہو اور وقفاً اس میں تخفیف کی گئی ہو تو ضمہ کی حالت میں تخفیف کے ساتھ اس میں اشمام و روم اور کسرہ کی حالت

میں صرف روم بھی جائز ہے، یعنی یہ تخفیف اشمام وروم کے لیے مانع نہیں ہے۔ البتہ اگر ہمزہ حرفِ مد سے بدلا گیا ہے تو روم واشمام جائز نہیں۔ جیسے اَلْمَآ ، اِقْرَآ اَلْمَلَآ مِن شاطبی وغیرہ۔

اور وجہ اس کی یہ ہے کہ حرفِ مد سے ابدال کے بعد یہ کلمہ اس کلمہ جیسا ہو جاتا ہے جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو جیسے یَخْشٰی ______ اور یہ ابدال اس وقت ہوتا ہے جب کہ ہمزہ الف کے یا حرکت کے بعد ہو۔

وَمَا وَاوٌ اَصْلِیٌّ تَسَكَّنَ قَبْلَهٗ
اَوِ الْيَا فَعَنْ بَعْضٍ بِالْاِدْغَامِ حُمِّلَا (۲۵۱/۱۷)

ترجمہ اور وہ ہمزہ جس سے پہلے واؤ اصلی یا یاء اصلی ساکن ہو تو بعض حضرات سے وہ (ابدال و) ادغام سے نقل کیا گیا ہے۔

شرح جو ہمزہ واؤ زائدہ یا یاء زائدہ کے بعد ہو اس میں تو ہمزہ کا واؤ کے بعد واؤ سے اور یاء کے بعد یاء سے ابدال کر کے صرف ادغام ہے جیسا کہ شعر ۲۴۰ میں گذرا، یہاں یہ فرماتے ہیں کہ ہمزہ اگر واؤ اصلی ساکن، یا یاء اصلی ساکن کے بعد ہو تو اس میں بھی بعض اہلِ ادا کی یہی روایت ہے، یعنی ہمزہ کا واؤ کے بعد واؤ سے اور یاء کے بعد یاء سے ابدال کر کے پہلے واؤ اور یاء کا دوسرے میں ادغام روایت کرتے ہیں۔ جیسے لَتَنُوْٓءُ سے لَتَنُوُّ سَیِّئٰتُ سے سَیِّئٰتُ۔

وَمَا قَبْلَهُ التَّحْرِيكُ اَوِ الِفٌ مُحَـ
ـرَّكًا طَرَفًا فَالْبَعْضُ بِالرَّوْمِ سَهَّلَا (۲۵۲/۱۸)

ترجمہ اور وہ ہمزہ جس سے پہلے حرکت ہو یا الف ہو، اس حال میں کہ (وہ ہمزہ) متحرک اور کلمہ کے آخر میں ہو تو بعض حضرات نے اس

میں روم کے ساتھ تسہیل کی ہے۔

شرح ہمزہ متحرک کسی متحرک کے بعد یا الف کے بعد کلمہ کے آخر میں ہو، اس کے سلسلہ میں اس باب کے شروع میں آچکا کہ الف کے بعد الف سے اور حرکت کے بعد اسی حرکت کے موافق حرفِ مد سے ابدال کیا جاتا ہے۔ اس شعر میں فرماتے ہیں کہ بعض کی روایت حمزہ کے لیے، اس میں روم کے ساتھ تسہیل بھی ہے۔

(۲۵۳/۱۹) وَمَنْ لَّمْ یَرُمْ وَاعْتَدَّ مَحْضًا سُکُوْنَهٗ
وَاَلْحَقَ مَفْتُوْحًا فَقَدْ شَذَّ مُوْغِلَا

ترجمہ اور جس شخص نے (تسہیل کے ساتھ کسی بھی حرکت میں) روم نہیں کیا اور اس کے سکون کو اصلی سکون سمجھ لیا، اور (دوسرے وہ جس نے) مفتوح کو (بھی مکسور و مضموم کے ساتھ) لاحق کر دیا (دونوں کا مذہب) شاذ ہو گیا ہے، اس حال میں کہ یہ دور چلا جانے والا ہے۔

شرح اوپر کے شعر میں فرمایا تھا کہ جو ہمزہ متحرکہ طرف میں، متحرک کے یا الف کے بعد ہو، اس میں تسہیل کے ساتھ روم بھی جائز ہے، اس شعر میں دو مذہب بیان فرماتے ہیں اور دونوں کا رد کرتے ہیں۔

۱:- یہ کہ بعض حضرات اس ہمزہ میں خواہ اس پر کوئی حرکت ہو روم کو ناجائز بتاتے ہیں، اور اس کے سکون وقفی کو اصلی اور لازمی سکون سمجھتے ہیں۔

۲:- یہ کہ بعض حضرات فتحہ میں بھی مثلِ ضمہ و کسرہ کے اشمام و روم کو جائز بتاتے ہیں۔

علامہؒ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں مذہب شاذ اور بعید ہیں۔

(۲۵۴/۲۰) وَفِي الْهَمْزِ اَنْحَاءٌ وَّعِنْدَ نُحَاتِهٖ
يُضِيْٓئُ سَنَاهُ كُلَّمَا اسْوَدَّ الْيَلَا

ترجمہ: اور ہمزہ (کی تخفیف کے سلسلہ میں (اور بھی بہت سی) اقسام ہیں۔ اور نحویین کے نزدیک اس کی روشنی ہر اس چیز کو روشن کر دیتی ہے جو خوب اندھیری رات کی مانند سیاہ ہو۔

شرح: ہمزہ کی تخفیف کی جو اقسام اور صورتیں بیان کی گئی ہیں ان کے علاوہ اور بھی بہت سی اقسام ہیں جن کو حضرات نحویین خوب جانتے ہیں۔ اور ان سے بحث کرتے ہیں۔ یہاں صرف مشہور اقسام ذکر کی گئی ہیں، اور وہ زائد وجوہ علامہ کے طرق کے موافق بھی نہیں تھیں، اس لیے بھی ان کو قلم انداز کر دیا۔ شعر میں تاریکی سے جہالت اور روشنی سے علم مراد ہے۔

بابُ الاظہارِ والادغامُ

یہاں ادغام سے ادغام صغیر مراد ہے یعنی جس میں مدغم پہلے سے ساکن ہوتا ہے اور اس میں ایسے دو حرفوں کا ادغام بیان کرنا مقصود ہے جو قریب المخرج یا قریب الصفات یا ہم مخرج ہوں۔ پہلے چار اشعار میں تمہید ہے اس کے بعد ذِکْرُ ذَالِ اِذ سے اصل مقصود شروع ہوگا۔

(۲۵۵/۱) سَاَذْكُرُ اَلْفَاظًا تَلِيْهَا حُرُوْفُهَا
بِالْاِظْهَارِ وَالْاِدْغَامِ تُرْوٰى وَتُجْتَلَا

ترجمہ: عنقریب میں کچھ الفاظ ذکر کروں گا۔ ان کے بعد ان کے (وہ) حروف آئیں گے (جن میں ان کلمات کے آخری حروف کا اظہار یا ادغام

ہوگا) جو اظہار و ادغام کے ساتھ روایت کیے جاتے ہیں اور دیکھے جاتے ہیں۔

شرح تمہید کے طور پر فرماتے ہیں کہ چند کلمات یعنی اِذْ، قَدْ تانیث کی تاء اور ھَلْ وَبَلْ کو الگ الگ ان کے مدغم فیہ حرفوں کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔ اور یہ بھی بتایا جائے گا کہ کن حروف کا کن حروف میں ادغام متفق علیہ ہے اور کن میں مختلف فیہ اور کن حروف میں اظہار ہے۔

فَدُونَكَ اِذْ فِیْ بَیْتِهَا وَحُرُوفَهَا
(۲۵۶/۲) وَمَا بَعْدُ بِالتَّقْیِیْدِ قُدْهُ مُذَلَّلَا

ترجمہ پس تم اِذْ اور اس کے (مدغم فیہ) حروف کو اس کے شعر میں لے لو اور جو (حکم اس کے) بعد (کے شعر میں) ہو، اس کو قید (اصطلاح) کے ذریعہ کھینچ لو۔ اس حال میں کہ وہ آسان کیا ہوا ہے۔

شرح آئندہ اشعار میں بیان کی جو ترتیب ہوگی اس کو فرماتے ہیں کہ اِذْ (وغیرہ کلمات) اور ان کے مدغم فیہ حروف کو ایک ہی شعر میں بیان کیا جائے گا، اور اس کے حکم یعنی اظہار یا ادغام کو اصطلاح کے ذریعہ بیان کیا جائے گا۔ ان میں سے ایک اصطلاح تو وہ ہوگی جو مقدمہ میں بیان ہوئی تھی کہ اظہار بول کر اس کی ضد ادغام، اور ادغام بول کر اس کی ضد اظہار مراد لی جائے گی۔ اور دوسری اصطلاح آئندہ شعر میں آرہی ہے۔

سَاُسْمِیْ وَبَعْدَ الْوَاوِ تَسْمُوْا حُرُوْفُ مَنْ
(۲۵۷/۳) تَسَمّٰی عَلٰی سِیْمَا تَرُوْقُ مُقَبَّلَا

ترجمہ عنقریب میں (رموز کے ذریعہ) نام بیان کروں گا (اس کے بعد حروف مدغم فیہ سے پہلے واؤ فاصل لاؤں گا) اور واؤ کے بعد اس شخص کے حروف بلند ہوں گے (خوب ظاہر ہو جائیں گے) جس نے نام پایا ہے (جن کا

مذہب بیان کرنا مقصود ہے) ایسے طریقہ پر جو بوسہ لینے کی جگہ کے اعتبار سے عمدہ ہو۔

(۲۵۸/۴) وَفِیْ دَالِ قَدْ اَیْضًا وَّتَاءِ مُؤَنَّثٍ
وَفِیْ هَلْ وَبَلْ فَاحْتَلْ بِذِهْنِكَ اَحْیَلَا

ترجمہ اور دالِ قَدْ، تائے تانیث اور (لام) ھَلْ وَبَلْ میں بھی (وہی طریقہ اختیار کروں گا جو اوپر کے شعر میں ذکر کیا) پس تم اپنے ذہن سے تدبیر اختیار کرو۔ اس حال میں کہ تم بڑے مدبّر اور ذہین ہو۔

شرح اوپر کے شعر میں بیان کی ترتیب اجمالاً بتائی، اس کی قدرے تفصیل اس طرح ہے کہ پہلے شعر میں کلمہ اور اس کے حروف کو ذکر کیا جائے گا۔ مثلاً لفظ اِذ اور اس کے وہ حروف جن میں علیٰ اختلاف الاقوال اس کا ادغام یا اظہار ہوگا ایک شعر میں لائیں گے اور حروف بیان کرنے کا طریقہ یہ ہوگا کہ جتنے حروف ہیں اتنے ہی کلمات لائیں گے۔ ان میں سے ہر کلمہ کا پہلا حرف مراد ہوگا، اس کے بعد ایک واؤ لائیں گے جو یہ بتانے کے لیے ہوگا کہ حروف پورے ہو گئے۔ اس کے بعد اس کا حکم بتائیں گے کہ ان سب حروف میں کون ادغام اور کون اظہار کرتے ہیں۔ اس کے بعد ان حضرات کو بیان کریں گے جو بعض میں ادغام اور بعض میں اظہار کرتے ہیں۔ اور یہ اگر رموز کے ذریعہ آئیں گے تو حروف رمز اور حروف مدغم فیہ میں جدائی کرنے کے لیے دو واوِ فاصل لائیں گے، ان میں سے ایک تو حرفِ رمز اور حروفِ مدغم فیہ میں جدائی کرنے کے لیے ہوگا اور دوسرا مسئلہ کا خاتمہ بیان کرنے کے لیے ہوگا۔ اور ادغام و اظہار کو بطور ضد استعمال کیا جائے گا، یعنی اگر مذکورین کے لیے اظہار بیان کیا ہے تو غیر مذکورین کے لیے ادغام ہوگا اور اگر مذکورین

کے لیے ادغام بیان کیا ہے تو غیر مذکورین کے لیے اظہار ہو گا۔

ذِکرُ ذالِ اِذْ

(۲۵۹/۱) نَعَمْ اِذْ (ت) تَمَشَّتْ (ز) زَیْنَبٌ (ص) صَالَ (د) دَلُّهَا
سَمِیُّ (ج) جَمَالٍ وَّاصِلًا مَّنْ تَوَصَّلَا

ترجمہ ہاں تو سنئے اِذْ کے حروف تَمَشَّتْ کی تا، زَیْنَبٌ کی زاء صَالَ کا صاد، دَلُّهَا کی دال، سَمِیُّ کا سین اور جمالٍ کا جیم ہے۔ اور وَاصِلًا کا واؤ خاتمہ بیان کرنے کے لیے ہے۔

مقصود تو لفظ اِذْ اور اس کے حروف کو بیان کرنا تھا، لیکن الفاظ کا ترجمہ اس طرح ہے۔

ہاں جب زینب چلی تو اس کے ناز نے حملہ کیا جو بڑے حسن والا ہے۔ اور اس شخص کو ملا دینے والا ہے جو ملنے کا ارادہ کرے۔

(۲۶۰/۲) فَاظُهَارُهَا (ا) اَجْرِیٰ (د) دَوَامَ (ن) نَسِیمُهَا
وَاَظْهَرَ (ر) رَیَّا (ق) قَوْلِهٖ وَاصِفٌ (ج) جَلَا

ترجمہ اِذْ کے ذال کا الف، دال، نون والوں (نافع ابن کثیر عاصم) کے لیے اِذْ کے تمام مذکورہ حروف میں صرف اظہار ہے وَاَظْهَرَ کا واؤ فاصل ہے اور راء و قاف والوں (کسائی، خلاد) نے صرف جیم میں اظہار کیا ہے (باقی میں ادغام)، وَاصِفٌ کا واؤ فاصل ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ نافع، ابن کثیر اور عاصم اِذْ کے ذال کا اس کے تمام حروف میں صرف اظہار کرتے ہیں، ادغام کسی حرف میں نہیں کرتے۔ اور

کسائیؒ و خلاد ان حروف میں سے صرف جیم میں اظہار اور باقی میں ادغام کرتے ہیں۔ شعر سے مقصود تو صرف یہ ہے لیکن الفاظ کا ترجمہ اس طرح ہے۔

پس اس (زینب) کے اظہار نے اس کی عمدہ، نرم اور خوشگوار ہوا کی ہمیشگی کو جاری کر دیا، اور تعریف کرنے والے نے اپنے کلام کی بہترین خوشبو (اثر) کو ظاہر اور واضح کر دیا۔

(۲۶۱/۳) وَاَدْغَمَ (ضـ)ـنكًا وَّاصِلٌ (تـ)ـوْمَ (دُ)رِّهٖ
وَاَدْغَمَ (مـ)ـوْلىً وُّجْدُهٗ (د) ائِمٌ وِّلاَ

ترجمہ اور ضاد والوں (خلف) نے اِذْ کے حروف میں سے صرف تاء اور دال میں اِذْ کا ادغام کیا ہے، باقی چار میں اظہار۔ اور میم والوں (ابن ذکوان) نے ان میں سے صرف دال میں ادغام کیا ہے، باقی میں اظہار اور وَاصِلٌ اور وُجْدُهٗ کے واؤ فاصل ہیں۔

خلاصہ یہ ہوا کہ شعر ۲۵۹ میں بیان کردہ اِذْ کے چھ حروف میں سے خَلَف صرف تا، اور دال میں ادغام، باقی چار میں اظہار کرتے ہیں۔ اور ابن ذکوان ان میں سے صرف دال میں ادغام اور باقی میں اظہار کرتے ہیں۔ شعر سے مقصود تو یہ ہے لیکن الفاظ کا ترجمہ اس طرح ہے۔

اور (دل کی) تنگی کو چھپا لیا اپنے موتی جیسے چاندی کے دانوں کو ملانے والے نے، اور غلام نے بھی چھپا لیا جس کا غنیٰ ہمیشہ رہنے والا اور پے در پے ہے۔

ذِکرُ دالِ قدْ

وَقَدْ (سَ) حَبَتْ (ذَ) یْلاً (ضَ) فَا (ظَ) لَّ (زَ) رْنَبٌ

(۲۶۲/۱) (جَ) لَتْهُ (صَ) بَاهُ (شَ) ائِقًا وَّ مُعَلِّلاَ

ترجمہ مع تشریح اور قد کی دال کا جن حرفوں میں اظہار و ادغام ہوتا ہے وہ سَحَبَتْ سے شَائِقًا تک ہر کلمہ کے شروع کے آٹھ حروف ہیں اور وَمُعَلِّلاَ کا واؤ خاتمہ بیان کرنے کے لیے ہے۔ شعر کا مقصود تو صرف یہی بتانا ہے۔ الفاظ کا ترجمہ یہ ہے۔

اور (زینب نے) اس دامن کو کھینچا جو دراز ہو گیا ہے اور زرنب (ایک خوشبودار بوٹی) جس کو مشرق کی طرف سے چلنے والی ہوا نے ظاہر کیا وہ ہمیشہ مشتاق بنانے والی اور سیراب کرنے والی رہی ہے۔

فَاَظْهَرَهَا (نَ) جْمٌ (بَ) دَا (دَ) لَّ وَاضِحًا

(۲۶۳/۲) وَاَدْغَمَ وَرْشٌ (ضُ) رَّ (ظَ) مْاٰنَ وَامْتَلاَ

ترجمہ مع تشریح پس اظہار کیا ہے اس (قد کی دال) کا نون، با، دال والوں (عاصم، قالون، ابن کثیر) نے (دال کے مذکورہ آٹھوں حرفوں میں اور) وَاضِحًا کا واؤ فاصل ہے اور ورش نے ان میں سے صرف ضاد اور ظاء میں ادغام (باقی میں اظہار) کیا ہے (اور) وَامْتَلاَ کا واؤ فاصل ہے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے۔

پس اس (زینب) کو اس ستارہ نے ظاہر کیا جو طلوع ہوا۔ اس نے (زینب کے آنے کی) خبر دی، واضح ہونے کی حالت میں۔ اور ورش نے پیاسے

عاشق کی تکلیف کو چھپالیا' اور وہ سیراب ہوگیا۔

(۲۶۴/۳)
وَادْغَمَ (مـ) رْوٍ وَّاكِفٌ (ضـ) يرُ (ذ) ابِلٍ
(ز) وى (ظـ)لَّهٗ وَغْرٌ تَسَدَّاهُ كَلْكَلا

ترجمہ مع تشریح اور میم والے (ابن ذکوان نے دال کے آٹھ مذکورہ حروف میں سے) ضاد، ذال، زاء اور ظاء میں ادغام کیا ہے۔

وَاكِفٌ کا واؤ حرفِ رمز اور حروف مدغم فیہ میں فاصل اور وَغْرٌ کا واو خاتمہ بتانے کے لیے ہے، الفاظ کا ترجمہ اس طرح ہے۔

اور اس سیراب کرنے والے (اور جود و سخا کے اعتبار سے) بہنے والے نے اس لاغر و کمزور (عاشق) کے نقصان (تکلیف) کو چھپالیا جس کے سایہ کو سوزشوں نے جمع کرلیا ہے اور جو اس (عاشق) کے سینہ پر بلند ہوگئی ہیں۔

(۲۶۵/۴)
وَفِي حَرْفِ زَيَّنَّا خِلَافٌ وَّمُظْهِرٌ
هِشَامٌ بِصَادٍ حَرْفَهٗ مُتَحَمِّلَا

ترجمہ اور کلمہ وَلَقَدْ زَيَّنَّا میں (ابن ذکوان کا) خلاف (یعنی اظہار و ادغام) ہے اور ہشام (سورۃ) صاد میں (وَلَقَدْ ظَلَمَكَ کا) اظہار کرنے والے (اور) نقل کرنے والے ہیں۔

شرح اوپر کے شعر میں ابن ذکوان کے لیے قَدْ کی دال کا چار حرفوں میں ادغام بتایا تھا۔ ان میں زاء بھی تھی۔ اس شعر میں فرماتے ہیں کہ کلمہ وَلَقَدْ زَيَّنَّا (ملک ع) میں انھیں ابن ذکوان کا ادغام و اظہار دونوں منقول ہیں (اور قَدْ کے بعد زاء صرف اسی کلمہ میں آئی ہے) اور ہشام سورہ صٓ کے ــــ لَقَدْ ظَلَمَكَ میں اظہار کرتے ہیں (اس کے علاوہ قد کے بعد ظاء دو جگہ اور آئی ہے فَقَدْ ظَلَمَ (بقرہ ع۲۹ و طلاق ع۱) ان میں ادغام ہی کرتے ہیں۔ اور

باقی سات حرفوں میں بھی صرف ادغام ہے۔

ذِکرُ تاءِ التَّانِیثِ

تاء تانیث سے فعل کی تاء مراد ہے جو کلمہ کے آخر میں ہوتی ہے اور ساکن ہوتی ہے۔

وَ اَبْدَتْ (سَ) نَا (ثَ) غْرٍ (صَ) فَتْ (زُ) رُقُ (ظَ) لْمِہٖ
(۲۶۶/۱) (جَ) مَعْنَ وُرُوْدًا بَارِدًا عَطِرَ الطِّلَا

ترجمہ مع تشریح سَنَا سے جَمَعْنَ تک کے چھ کلمات کے شروع میں جو چھ حروف ہیں، ان میں تاء تانیث کا ادغام و اظہار ہوتا ہے، اور وُرُوْدًا کا واؤ خاتمہ بیان کرنے کے لیے ہے۔ الفاظ کا ترجمہ اس طرح ہے۔

اس (زینب) نے (مسکراتے ہوئے) سامنے کے ایسے دانتوں کی چمک کو ظاہر کر دیا، جن کا لعاب صاف (اور عمدہ) پانی ہے اور جس نے ٹھنڈا، مفرح اور خوشبودار شیرۂ انگور جمع کیا ہے۔ اس میں زینب کے چار وصف بیان کیے گئے (۱) جسم انتہائی موزوں اور خوبصورت (۲) دانت صاف اور چمکدار (۳) لعابِ دہن نہایت شیریں (۴) خوشبو انتہائی خوشگوار اور عمدہ۔

فَاَظْهَارُهَا (دُ) رٌّ (نَ) مَتْهُ (بُ) دُوْرُهٗ
(۲۶۷/۲) وَاَدْغَمَ وَرْشٌ (ظَ) افِرًا وَّمُخَوِّلَا

ترجمہ مع تشریح پس تاء تانیث کا اس کے مذکورہ چھ حروف میں دال نون، با، والے (ابن کثیر، عاصم اور قالون) کے لیے

صرف اظہار ہے، اور ورش نے ان میں سے صرف ظا میں ادغام اور باقی پانچ میں اظہار کیا ہے وَادَّغَمَ اور وَمُخَوِّلًا کا واوٗ فاصل ہے، الفاظ کا ترجمہ اس طرح ہے۔

پس اس (زینب) کا (مسکراتے ہوئے دانتوں کا ظاہر کرنا) ایسا موتی ہے جس کو کامل چاندوں نے بلند (روشن) کیا ہے اور ورش (ملاقات میں کامیاب عاشق) نے ان خوبیوں کو چھپالیا، حالانکہ وہ کامیاب اور (اپنی محبوبہ کو اپنے نفس کا) مالک بنادینے والا ہے۔

(۲۶۸/۳) وَاَظْهَرَ (کَـ) هْفٌ وَّافِرٌ (سَـ) یْبُ (جُـ) وْدِهٖ
(زَ) كِیٌّ وَّفِیٌّ عُصْرَةً وَّمُحَـــلَّلَا

ترجمہ مع تشریح اور کاف والے (ابن عامر) نے سین، جیم، زاء میں (تاءِ تانیث کا) اظہار کیا ہے (اس کی ضد سے معلوم ہوگیا کہ ان تینوں کے علاوہ میں اظہار نہیں کیا) وَافِرٌ کا واوٗ حرفِ رمز اور تاءِ تانیث کے حروف کے درمیان فاصل، اور وَفِیٌّ کا واوٗ خاتمہ بتانے کے لیے ہے۔

الفاظ کا ترجمہ اس طرح ہے۔

اور طاقت ور عاشق نے (اپنے عشق ومحبّت کو) ظاہر کیا جس کی سخاوت کی داد و دہش خوب فراوانی کے ساتھ ہے اور خوب مشہور ہے (وعدہ کو) پورا کرنے والا ہے (طلبہ اور مہمانوں کی) جائے پناہ اور ٹھکانہ ہے

(۲۶۹/۴) وَاَظْهَرَ رَاوِیْهِ هِشَامٌ لَّهُدِّمَتْ
وَفِیْ وَجَبَتْ خُلْفُ ابْنِ ذَكْوَانَ یُفْتَلَا

ترجمہ مع تشریح اور اس (ابن عامر) کے راوی ہشام نے لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ (ج ۱۷) میں اظہار کیا ہے (اور ابن ذکوان

نے ادغام) اور وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا (حج ۵) میں ابن ذکوان کا خُلف ہے جو غور سے دیکھا جاتا ہے۔

نوٹ ! وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا میں خُلف سے نکلتا ہے کہ اس میں ابن ذکوان کے لیے ادغام واظہار دونوں ہیں لیکن یہ غیر مشہور ہے اور علامہ دانی رح نے بھی اَلتَّیْسِیْر میں اس کو ذکر نہیں فرمایا۔ اسی لیے علامہ نے یُفْتَلَا کا لفظ استعمال فرمایا جس سے اس جانب اشارہ ہوگیا کہ اس میں ادغام قابلِ تحقیق اور قابلِ غور ہے۔ اس لیے طَیِّبَہ میں لَا وَجَبَتْ وَاِنْ نُقِلْ یعنی وَجَبَتْ کا ادغام اگرچہ منقول ہے مگر صحیح نہیں فرمایا ہے، لہٰذا اس میں اظہار کیا جائے۔

ذِکْرُ لَامِ هَلْ وَبَلْ

(۲۷۰/۱)
اَلَا بَلْ وَهَلْ (تَـ) رُوِیْ (ثَـ) ـنَا (ظَـ) عْنُ (زَ) یْنَبٍ
(سَـ) ـمِیْرُ (نَـ) وَاهَا (طِـ) لْحُ (ضُـ) رٍّ وَّمُبْتَلَا

ترجمہ مع تشریح بَلْ اور هَلْ کے لام کے لیے یہ تَـرُوِیْ سے ضُرٍّ تک کلمات کے شروع میں آٹھ حروف ہیں جن میں اس کا ادغام اور اظہار ہوتا ہے اور وَمُبْتَلَا کا واؤ خاتمہ بیان کرنے کے لیے ہے لیکن یہ یاد رہے کہ هَلْ کے بعد تو ان میں سے صرف تا، ثاء اور نون آتے ہیں اور انھیں میں ادغام ہوتا ہے اور بَلْ کے بعد ثاء کے علاوہ سب حروف آتے ہیں اور سب میں ادغام ہوتا ہے، یہ نہ سمجھا جائے کہ دونوں کلموں کے بعد آٹھوں حروف آتے ہیں۔ الفاظ کا ترجمہ اس طرح ہے۔

خبر دار (غلط بیانی سے کام مت لو) بلکہ (سچائی کو اختیار کرو) اور کیا تم روایت کرو گے (میرا یہ قول) کہ زینب کے کوچ نے اس کے شبِ فراق کا قصہ بیان کرنے والے کو (پھر قصہ گوئی کی طرف) لوٹا دیا ہے حالانکہ وہ تھکا ماندہ اور (تکلیف میں) پھنسا ہوا ہے۔

فَاَدْغَمَهَا (رَ) اوٍ وَّاَدْغَمَ (فَ) اَضِلٌ
(۲۷۱/۲) وَقُوْرٌ (ثَـ) نَاهُ (سَـ) سَرَّ (تَـ) يْمًا وَّقَدْ حَلَا

ترجمہ مع تشریح را، والے (کسائی) نے (لام ھَلْ وبَلْ کا) اس کے (آٹھوں حرفوں میں) ادغام کیا ہے (وَاَدْغَمَ اور وقور، کا واؤ فاصل ہے) اور فا، والے (حمزہ) نے ثا، سین اور تا، میں ادغام کیا ہے (وَقَدْ حَلَا کا واؤ یہ بتانے کے لیے ہے کہ مسئلہ ختم ہو گیا) الفاظ کا ترجمہ اس طرح ہے۔

پس اس (زینب کے اوصاف و محاسن) کو روایت کرنے والے نے چھپالیا، اور (نیز) فاضل، باوقار (عالم) نے چھپالیا جس کی تعریف نے (قبیلہ) تیم کو خوش کر دیا، اس حال میں کہ یہ مدح شیریں ہو گئی۔

وَبَلْ فِي النِّسَا خَلَّادُهُمْ بِخِلَافِهِ
(۲۷۲/۳) وَفِي هَلْ تَرَى الْاِدْغَامُ (حُـ) بَّ وَحُمِّلَا

ترجمہ اور سورۂ نساء میں بَلْ (طَبَعَ اللّٰهُ) جو ہے اس میں ان میں کے خلاد اپنے خلاف کے ساتھ ہیں (یعنی ان کے لیے ادغام و اظہار دونوں ہیں)، اور ھَلْ تَرٰی (ملک وحاقہ ع) میں حا، والے (امام بصری) کے لیے ادغام پسند اور نقل کیا گیا ہے۔

☆

(۲۷۳/۴) وَ اَظْهِرْ لَدٰى وَاعٍ (نَـ) بِيلٍ (ضَـ) مَانُهٗ
وَ فِي الرَّعْدِ هَلْ وَاسْتَوْفِ لَازَاجِرًا هَلَا

ترجمہ مع تشریح

اور لام والے (ہشام) کے لیے نون اور ضاد میں اظہار کرو۔ اور سورۂ رعد (عٓ) کے هَلْ (تَسْتَوِي) میں بھی (اظہار ہے۔ وَاعٍ کا واؤ فاصل اور وَاسْتَوْفِ کا واؤ خاتمہ بتانے کے لیے ہے، باقی چھ حرفوں میں ادغام ہے لیکن ثاء میں صرف هَلْ کا تاء میں دونوں کا۔ اور زاء، سین، طاء، ظاء میں صرف بَلْ کا ادغام ہوتا ہے) الفاظ کا ترجمہ اس طرح ہے۔

اور حافظِ (قراءات یعنی ہشام) کے نزدیک نون اور ضاد میں (لام هل و بَلْ کا) اظہار کرو جن کی سند بلند ہے اور (سورۂ) رعد میں هل (کا اظہار کرو) اور (اس کو) پوری طرح لے لو، اس حال میں کہ (ان قواعد کو) هَلا کے ذریعہ دفع کرنے والے نہ بنو (هَلا ایک کلمہ ہے جو عرب میں گھوڑے کو جھڑکنے کے لیے بولا جاتا ہے)۔

بَابُ اتِّفَاقِهِمْ فِي اِدْغَامِ
اِذْ وَقَدْ وَتَاءِ التَّانِيْثِ وَهَلْ وَبَلْ

ذالِ اِذْ، دالِ قَدْ، تاءِ تانیث، لامِ هل وبل کے ادغام کی اختلافی صورتیں بیان کرنے کے بعد اس باب میں وہ صورتیں بیان فرماتے ہیں جن کے ادغام پر اتفاق ہے اور وہ صورتیں جن کے اظہار پر اتفاق ہے

اس لیے بیان نہیں فرمائیں کہ وہ کثیر تعداد میں ہیں اور دوسرے یہ کہ ادغام کی اختلافی اور اتفاقی صورتوں کے بیان کرنے کے بعد ضد سے یہ بات خود سمجھ میں آجاتی ہے کہ باقی سب صورتوں میں اظہار ہے۔

(۲۷۴/۱)
وَلَاخُلْفَ فِی الْاِدْغَامِ اِذْ (ذَ) لَّ (ظَ) الِمٌ
وَقَدْ (تَ) یَمَّمَتْ (دَ) عْدٌ وَّسِیْمًا تَبَتَّلَا

ترجمہ مع تشریح

اِذْ کی ذال کا ذال اور ظاء میں اور قَدْ کی دال کا تاء اور دال میں بلا اختلاف ادغام ہے (اور وَسِیْمًا کا واؤ مسئلہ کا خاتمہ بیان کرنے کے لیے ہے) الفاظ کا ترجمہ اس طرح ہے۔

اور (محبت کے) چھپانے میں کوئی اختلاف نہیں جب کہ (اپنے نفس پر) ظلم کرنے والا (محب) ذلیل ہو جائے (یعنی اگر اظہارِ عشق و محبت میں ذلیل ہونے یا جان جانے کا خطرہ ہو تو سب کا متفقہ فیصلہ ہے کہ محبت کو چھپا لیا جائے) اور دَعْدٌ (محبوبہ) نے ایسے خوبصورت عاشق کو (عشق کا) بیمار بنا دیا (جو سب سے الگ تھلگ ہو کر) صرف اسی کا ہو کر رہ گیا۔

(۲۷۵/۲)
وَقَامَتْ (تُ) رِیْہِ (دُ) مْیَۃٌ (طِ) یْبَ وَصْفِھَا
وَقُلْ بَلْ وَھَلْ (رَ) اھَا (لَ) بِیْبٌ وَّیَعْقِلَا

ترجمہ مع تشریح

اور تاءِ تانیث کا تاء، دال، طاء میں، اور بَلْ وَھَلْ (کے لام کا ادغام راء اور لام میں بلا کسی اختلاف کے ہوتا ہے۔ وَصْفِھَا کا واؤ دو مسئلوں میں جدائی کے لیے اور وَیَعْقِلَا کا خاتمہ بیان کرنے کے لیے ہے۔ الفاظ کا ترجمہ اس طرح ہے۔

اور دُمْیَۃٌ (ایک حسین تصویر) کھڑی ہوئی جو اُس (عاشق) کو اپنی صفت

کی خوشبو دکھاتی (سنگھاتی) ہے اور کیا کوئی عقل مند ایسا ہے جس نے اس کو دیکھا ہو، اور اپنی عقل اور ہوش و حواس کو باقی رکھ سکا ہو۔

خلاصہ

اِذْ کی ذال کا ذال اور ظاء میں جیسے اِذْ ذَّھَبَ، اِذْ ظَّلَمْتُمْ۔ قَدْ کی دال کا تاء، اور دال میں جیسے قَدْ تَّبَیَّنَ، قَدْ دَّخَلُوْا۔ تانیث کی تاء کا تاء، دال، طاء میں جیسے رَبِحَتْ تِّجَارَتُھُمْ، اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰہَ قَالَتْ طَّآئِفَۃٌ۔ ھَلْ اور بَلْ کے لام کا راء، اور لام میں ــــ جیسے ھَلْ رَّاَیْتُمْ۔ ھَلْ لَّکُمْ۔ بَلْ رَّبُّکُمْ۔ بَلْ لَّاتُکْرِمُوْنَ۔ بالاتفاق ادغام واجب ہے۔

وَمَا اَوَّلُ الْمِثْلَیْنِ فِیْہِ مُسَکَّنٌ
فَلَا بُدَّ مِنْ اِدْغَامِہٖ مُتَمَثِّلَا (۲۷۶/۳)

ترجمہ اور وہ (صورت) جس میں مثلین کا پہلا (حرف) ساکن ہو تو اس کا (دوسرے حرف میں) ادغام ضروری ہے۔ اس حال میں کہ وہ متعین (غیر مدہ) ہو۔

شرح قاعدہ کلیہ کے طور پر فرماتے ہیں کہ اگر کہیں مثلین جمع ہوں اور پہلا ساکن، دوسرا متحرک ہو تو ساکن کا متحرک میں ادغام کرنا واجب ہے۔ خواہ ایک کلمہ میں ہوں یا دو کلموں میں جیسے یُدْرِکْکُّمُ اور ــــ فَلَایُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ۔ مُتَمَثِّلَا کی قید لگا کر حرفِ مد کو نکالنا مقصود ہے کہ حرفِ مد کا ادغام جائز نہیں جیسے قَالُوْا وَھُمْ فِیْ یَوْمٍ، وجہ اس کی یہ ہے کہ حروفِ مدہ میں مدیت ان کی ذاتی اور لازمی صفت ہوتی ہے اور

ادغام عارضی ہے جو صرف وصل میں ہوتا ہے۔ ادغام کرنے سے مدیت ختم ہوجائے گی، اس طرح عارضی صفت کی وجہ سے ذاتی اور لازمی صفت کا ختم کرنا لازم آئے گا۔

مُتَمَثِّلُ کا لفظ اس لیے استعمال کیا کہ غیر حرفِ مد کی مقدار متعین ہوتی ہے اور حروفِ مدّہ کی مقدار اس لیے متعین نہیں ہوتی کہ ان میں درازی ہوتی ہے جو کم زائد ہوتی رہتی ہے۔

بَابُ حُرُوفٍ قَرُبَتْ مَخَارِجُهَا

اس سے پہلے بھی قریب المخرج حروف کے ادغام کو بیان کیا تھا لیکن ان کا ادغام کئی کئی حروف میں ہوتا تھا، اور اس باب میں وہ حروف بیان کیے جارہے ہیں جن کا صرف ایک یا دو حرفوں میں ادغام ہے وہ پانچ تھے اِذْ، قَدْ، تاءِ تانیث، هَلْ اور بل اور یہ آٹھ ہیں ب، ث، د، ذ، ر، ف، ل، ن۔

بعض حضرات کی رائے ہے کہ علامہ اگر عنوان میں حُرُوْفٍ کے بعد اُخَر کا لفظ بڑھا دیتے تو زیادہ بہتر ہوتا تاکہ یہ اشکال نہ ہوتا کہ قریب المخرج کا باب جب پہلے آچکا ہے تو نیا باب منعقد کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

(۲۷۷/۱) وَإِدْغَامُ بَاءِ الْجَزْمِ فِي الْفَاءِ (قَـ) ـدْ (رَ) سَا
(حَـ) ـمِيدًا وَّخَيِّرْ فِي يَتُبْ (قَـ) ـاصِدًا وَّلَا

ترجمہ اور با مجزومہ (ساکنہ) کا فا میں ادغام قاف، راء، حاء والوں (خلاد، کسائی، بصری) کے لیے ثابت ہوچکا ہے (اور) پسندیدہ ہے، اور یَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ میں قاف والے (خلاد) کے لیے (ادغام واظہار کا)

اختیار دے دو۔

شرح | قرآن کریم میں با، ساکنہ کے بعد فا، پانچ جگہ ہے۔ ابو عمرو اور کسائیؒ پانچوں میں صرف ادغام کرتے ہیں اور خلادؒ کیلئے چار میں ادغام، پانچویں (یَتُبْ فَاُولٰئِكَ (حجرات ع۲) میں اظہار و ادغام دونوں ہیں اور باقی ساڑھے چار اماموں کے لیے پانچوں میں صرف اظہار ہے۔

وَمَعْ جَزْمِهٖ يَفْعَلْ بِذٰلِكَ (سـ) سَلَّمُوْا
وَيَخْسِفْ بِهِمْ (رَ) اعَوْا وَشَذَّا تَثَقُّلَا (۲۷۸/۲)

ترجمہ | اور يَفْعَلْ (کے لام) کا ادغام جب کہ یہ (يَفْعَلْ) اپنے جزم کے ساتھ ہو ذٰلِكَ میں سین والے (ابوالحارث) کے لیے ہے (جس کو علماء نے اعتراض سے محفوظ رکھا ہے اور يَخْسِفْ بِهِمُ کے ادغام کو (علماء نے) راء والے (کسائیؒ) کے لیے محفوظ کیا ہے اور (یہ دونوں کلمے) مشدد ہونے کے اعتبار سے شاذ ہو گئے ہیں (یعنی ان دونوں کا ادغام لغت کی رو سے شاذ ہے۔

شرح | يَفْعَلْ کا لام جب ساکن ہو اور اس کے بعد ذال آجائے تو صرف ابوالحارث ادغام سے پڑھتے ہیں یعنی لام کو ذال سے بدل کر دوسرے ذال میں ادغام کرتے ہیں، باقی سب کے لیے اظہار ہے۔ اگر یفعل کا لام ساکن نہ ہو جیسا کہ سورۃ البقرہ ع۱ میں ہے تو کسی کے لیے ادغام نہیں۔ ایسے ہی يَخْسِفْ بِهِمُ (سبا ع۱) میں بھی صرف کسائیؒ کے لیے ادغام ہے۔ یعنی فا، کو با، سے بدل کر دوسرے با، میں ادغام کرتے ہیں، باقی سب کے لیے اظہار ہے۔ اور اگر فا، ساکن نہ ہو تو کسی کے لیے ادغام نہیں۔ جیسے يَقْذِفُ بِالْحَقِّ۔ وَشَذَّا تَثَقُّلَا کا مطلب یہ نہیں کہ ان دونوں کلموں کا ادغام قراءت و روایت کی رو سے شاذ ہے یہ صرف علماء عربیت کے اعتبار سے کہا گیا، کیوں کہ علم قراءت میں شاذ اس کو کہا جاتا ہے جو

متواتر نہ ہو۔ یا اس میں قراءت کے ارکان میں سے کسی رکن کی کمی ہو جس کو ضابطہ کے تحت ص۱۶ پر بیان کیا گیا ہے۔ اور نحویین کے نزدیک شاذ وہ ہے جو قیاس کے موافق نہ ہو، یا قلیل الاستعمال ہو۔ علماء عربیت کے نزدیک جو چیز شاذ ہو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کی قراءت بھی شاذ ہو۔ جو قراءت متواتر ہو اس کو شاذ کسی طرح نہیں کہا جا سکتا، اس سے کوئی صرفی قاعدہ ٹوٹتا ہے تو ٹوٹے۔ قراءت کی صحت پر اس کا کچھ اثر نہیں پڑتا۔

(۲۷۹/۳)

وَعُذْتُ عَلٰى اِدْغَامِهٖ وَنَبَذْتُهَا
(شـ) وَاهِدُ (حـ) مَادٍ وَاُورِثْتُمُوْا (حـ) ـلَا

(۲۸۰/۴)

(لَـ)ـهُ (شَـ) ـرْعُهٗ وَالرَّاءُ جَزْمًا بِلَامِهَا
كَوَاصْبِرْ لِحُكْمِ (طَـ) ـالَ بِالْخُلْفِ (يَـ) ـذْبُلَا

ترجمہ اور عُذْتُ و نَبَذْتُهَا اپنے ادغام پر ہیں۔ شین اور حاء والوں (حمزہ کسائی، بصری) کے لیے (اور اس پر اللہ تعالیٰ کی) خوب حمد کرنے والے کی دلیلیں ہیں۔ اور اُوْرِثْتُمُوْهَا (کا ادغام حاء، لام، شین والوں (بصری، ہشام حمزہ کسائی) کے لیے جو ہے اس کا طریق شیریں ہو گیا ہے۔ اور راء ساکنہ (کا ادغام) لام میں طاء والے (دوری) کے لیے بالخلف دراز ہو گیا ہے اور یاء والے (سوسی) کے لیے (بلا خلف قوت میں) یَذْبُلُ (مشہور پہاڑ) کے مشابہ ہے۔

شرح عُذْتُ (غافر ع۳ و دخان ع۱) اور فَنَبَذْتُهَا (طٰہٰ ع۵) میں حمزہ، کسائی بصری ذال کو تاء سے بدل کر اس کا دوسری تاء میں ادغام باقی میں اظہار کرتے ہیں اور اُوْرِثْتُمُوْهَا میں ثاء کو تاء سے بدل کر اس کا دوسری تاء میں بصری ہشام، حمزہ کسائی ادغام اور باقی اظہار کرتے ہیں۔ اور راء ساکنہ کا لام میں دوری بصری

ادغام واظہار دونوں اور سوسی صرف ادغام کرتے ہیں۔

اُورِثْتُمُوْهَا کا رسم الخط قرآنِ کریم میں واؤ کے بعد الف کے بغیر ہے۔ ھَاءِ ضمیر کے وصل کے ساتھ الف لکھا ہوا نہیں ہے۔ علامہؒ نے ضرورتِ شعری کی وجہ سے صرف اُورِثْتُمُوْا بغیر ھَاء ضمیر کے لکھا تو اس کی اصل کے مطابق الف بھی تحریر فرمایا۔ اس سے اشارہ ہوگیا کہ اُورِثْتُمُوْهَا ایک کلمہ نہیں بلکہ ھَاء ضمیر علیحدہ کلمہ ہے۔ اس کا الف صرف حالتِ وصل میں محذوف الرسم ہے۔

(۲۸۱/۵) وَيٰسِيْنَ اَظْهِرْ (عَ) نْ (فَ) تًى (حَقٌّ) ہٗ (بَ) دَا
وَنُوْنَ وَفِيْهِ الْخُلْفُ عَنْ وَّرْشِهِمْ خَلَا

ترجمہ اور يٰسِيْنَ (وَالْقُرْاٰنِ) میں عین، فا، حق اور با، والوں (حفص، حمزہ، ابن کثیر، ابوعمرو اور قالون) کے لیے (نون کا) اظہار کرو، ایسے جوان سے جس کا حق (یہ) ہونا ظاہر ہے۔ (ایسے ہی) نٓ (وَالْقَلَمِ میں بھی) اور اس (نٓ وَالْقَلَمِ) میں ان میں کے ورش سے ایسا خلاف ہے جو گذر چکا۔

شرح يٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ اور نٓ وَالْقَلَمِ میں حفص، حمزہ، ابن کثیر، ابوعمرو، اور قالون۔ نون ساکن کا واؤ میں ادغام نہیں کرتے۔ یعنی سین اور نون کے اخیر میں جو نون ساکن ادا ہوتا ہے لیکن رسم الخط میں نہیں آتا اس کے بعد واؤ ہے اس لیے ان دونوں کلموں میں يَرْمَلُوْنَ کا قاعدہ پایا جاتا ہے لیکن مذکورین ان دونوں میں اظہار کرتے ہیں لیکن نٓ وَالْقَلَمِ میں ورش سے ادغام نٓ وَّالْقَلَمِ اور اظہار نٓ وَالْقَلَمِ دونوں منقول ہیں اور باقی ڈھائی امام ابن عامر، کسائی اور شعبہ دونوں میں صرف ادغام کرتے ہیں، ادغام تو اس لیے ہوتا ہے کہ يَرْمَلُوْنَ کا مشہور قاعدہ پایا جارہا ہے اور اظہار اس لیے کہ یہ حروف مقطعات ہیں، جن کا حق یہ ہے کہ انکو جدا جدا ادا کیا

جائے، اسی لیے ان کو ایک دوسرے کو ملا کر کلمات نہیں بنائے جاتے، مثلاً الٓمٓ کو اَلَمْ نہیں پڑھتے اور اسی لیے یہ مبنی ہیں، ان پر اعراب جاری نہیں ہوتے۔

وَ (حِـ)ـرْمِیٌّ (نَـ)ـصْرٌ صَادَ مَرْیَمَ مَنْ یُّرِدْ
(۲۸۲/۶) ثَوَابَ لَبِثْتُ الْفَرْدَ وَالْجَمْعَ وَصَّلَا

ترجمہ: اور حرمی و نون والے (نافع، ابن کثیر، عاصم نے) سورۂ مریم کے صاد مَنْ یُّرِدْ ثَوَابَ (کے دال اور) لَبِثْتُ واحد اور جمع (کے صیغوں کو اظہار کے ساتھ) پہونچایا ہے۔

شرح: سورۂ مریم کے کٓھٰیٰعٓصٓ ذِکْرُ میں صاد کی دال کا ذال میں اور مَنْ یُّرِدْ ثَوَابَ (آل عمران ع۱۵) میں دال کا ثا میں اور لَبِثْتُ، لَبِثْتَ مفرد ہو یا لَبِثْتُمْ جمع دونوں میں ثا کا تا میں نافع ابن کثیر، عاصم اظہار کرتے ہیں اور باقی چار امام ادغام سے پڑھتے ہیں لَبِثْنَا میں سب کے لیے اظہار ہے کیوں کہ اس میں ثا کے بعد تا نہیں، نون ہے۔

وَطٰسِیْنَ عِنْدَ الْمِیْمِ (فَـ)ـازَ اتَّخَذْتُمْ
(۲۸۳/۷) اَخَذْتُمْ وَفِی الْاِفْرَادِ (عَـ)ـاشَرَ (دَ)غْفَلَا

ترجمہ: اور طٰسٓ (کے نون کا اظہار) میم کے پاس فا، والے (حمزہ) کے لیے کامیاب ہوگیا ہے (اور) اِتَّخَذْتُمْ، اَخَذْتُمْ اور (ان دونوں کے) مفرد کے صیغوں (اِتَّخَذْتَ، اَخَذْتُ میں عین اور دال والے، (حفص، وابن کثیر نے اظہار کرنے میں) وسعت وکشادگی کے ساتھ مشارکت کی ہے۔

شرح: سورۂ شعراء و قصص کے شروع میں طٰسٓمٓ جو ہے اس میں امام حمزہ اظہار کرتے ہیں، یعنی میم پر تشدید کے بغیر طٰسِیْنْ مِیْم پڑھتے

ہیں اور نون میں غنہ بھی نہیں کرتے، اور باقی سب نون کو میم سے بدل کر دوسری میم میں ادغام مع الغنہ کرتے ہیں۔ اس طرح میم مشدد ہو جاتا ہے۔ اور اِتَّخَذْتُمْ اَخَذْتُمْ اور ان کے واحد کے صیغے اِتَّخَذْتُ ، اَخَذْتُ وغیرہ میں ابن کثیر اور حفص ذال کا تا، میں ادغام نہیں کرتے بلکہ ذال کو ظاہر کر کے پڑھتے ہیں اور باقی ساڑھے پانچ امام ذال کو تا، سے بدل کر تا، میں ادغام کرتے ہیں، اور اِتَّخَتُّمْ، اَخَتُّمْ پڑھتے ہیں، جن کلمات میں ذال ساکن کے بعد تا، ہو، قرآنِ کریم میں اٹھارہ ہیں۔

(۲۸۴/۸) وَفِي ارْكَبْ (هُ)دىٰ (بَ)رٌّ (قَ)رِيبٌ بِخُلْفِهِمْ
(كَ)مَا (ضَ)ـاعَ (جَ)ا يَلْهَثْ (لَ)هُ (دَ)ارِ (جُ)هَلَا

ترجمہ: اور ارْكَبْ (معنا) میں ہا، با، قاف والوں (بزی، قالون اور خلاد) کا اظہار ان کے خُلف کے ساتھ ہے (اور اس میں نیک آدمی کی ہدایت ہے (جو لوگوں سے) قریب رہتا ہے (مغرور و متکبر نہیں ہے)، کاف، ضاد، جیم والوں (ابن عامر، خلف، ورش کا) بلاخلاف (صرف اظہار) ہے جیسا مشہور ہوا ہے (ایسا ہی) آیا ہے يَلْهَثْ (ذٰلِكَ) میں لام، دال، جیم والوں (ہشام، ابن کثیر اور ورش) کا اظہار (جو ہے اس پر سے) جاہلوں کے اعتراض کو دفع کر دے۔

(۲۸۵/۹) وَقَالُونُ ذُو خُلْفٍ وَّفِي الْبَقَرَهْ فَقُلْ
يُعَذِّبُ (دَ)نَا بِالْخُلْفِ (جَ)وْدًا وَّمُوْبِلَا

ترجمہ: (اور اسی يَلْهَثْ ذٰلِكَ کے اظہار میں) قالون، خُلف والے ہیں اور کہہ دو کہ سورۃ البقرہ میں يُعَذِّبُ (جو ہے) دال والے (ابن کثیر) کے لیے (اظہار سے) خُلف کے ساتھ قریب ہو گیا ہے۔ اور جیم والے (ورش)

کے لیے بلا خُلف (اظہار سے ہے) جو زیادہ اور تیز بارش کے مانند ہے۔

شرح ۲۸۴. سورہ ہود ع۴ میں یٰبُنَیَّ ارْکَبْ مَّعَنَا ہے اس میں ھاء باء، قاف والے (بزی، قالون اور خلاد) ادغام و اظہار دونوں کرتے ہیں لیکن قالون کے لیے اظہار، اور بزی وخلاد کے لیے ادغام قوی ہے اور کاف، ضاد، جیم والے (ابن عامر، خلف اور ورش) کے لیے صرف اظہار ہے اور باقی ساڑھے تین (قنبل، ابوعمرو، عاصم، کسائی) کے لیے صرف ادغام ہے۔ یعنی یہ حضرات با، کو میم سے بدل کر دوسرے میم میں ادغام کرتے اور اِرْکَمْ مَّعَنَا پڑھتے ہیں۔ اور یَلْهَثْ ذٰلِكَ (اعراف ع۲۲) میں لام، دال، جیم والے (ہشام، ابن کثیر اور ورش) صرف اظہار کرتے ہیں اور قالون کا خُلف ہے (ادغام و اظہار دونوں ہیں) اور باقی ساڑھے چار کے لیے ثا، کو ذال سے بدل کر دوسرے ذال میں ادغام یعنی یَلْهَذّٰلِكَ ہے اور وَيُعَذِّبْ مَنْ يَّشَآءُ (بقرہ ع۴۰) — میں با، کا سکون اور ضمہ دو قراتیں ہیں جن کے یہاں ضمہ ہے یعنی ابن عامر اور عاصم ان کے یہاں تو اس میں ادغام کا قاعدہ ہی نہیں کیوں کہ یہ ادغام صغیر کا بیان چل رہا ہے جس میں پہلا حرف ساکن ہوتا ہے اور جو حضرات با، کو ساکن پڑھتے ہیں ان میں سے —— ابن کثیر اور ورش کے لئے صرف اظہار ہے اور قالون، ابوعمر، حمزہ، کسائی کے لئے صرف ادغام ہے۔

باب احکام النُّونِ السَّاکنۃ والتنوین

اس باب میں اکثر احکام متفق علیہ ہیں جو جمہور کے نزدیک چار ہیں (۱) اظہار (۲) ادغام (ناقص و تام)۔ (۳) قلب یا اقلاب (۴) اخفاء۔ لیکن جعبری تین فرماتے ہیں۔ وہ قلب یا اقلاب کو علیحدہ شمار نہیں کرتے بلکہ اخفاء کی دو قسمیں کرتے

ہیں۔ اخفاء مع القلب، و اخفاء بلا قلب۔

نون ساکن اور تنوین کا تلفظ بالکل یکساں ہوتا ہے اس لیے دونوں کے احکام بھی ایک ہی ہیں۔ فرق یہ ہے کہ نون تنوین کتابت میں نہیں آتا، اور وقف کی حالت میں یا تو حذف ہو جاتا ہے یا الف سے بدل جاتا ہے، اور نون مرسوم بھی ہوتا ہے اور حالت وقف میں نون ہی باقی رہتا ہے۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ نون ساکن کلمہ کے درمیان میں بھی آتا ہے اور اخیر میں بھی اور تنوین ہمیشہ صرف آخر میں آتی ہے۔

تیسرا فرق یہ ہے کہ نون ساکن معرفہ اور نکرہ دونوں میں آتا ہے اور تنوین صرف نکرہ میں آتی ہے۔

چوتھا فرق یہ ہے کہ نون ساکن اسم، فعل، حرف تینوں میں آتا ہے، اور تنوین صرف اسم میں۔ آتی ہے۔

پانچواں فرق یہ ہے کہ نون ساکن حروف اصلیہ میں سے ہوتا ہے ـــ اور نون تنوین حروفِ اصلیہ میں سے نہیں ہوتا۔

(۲۸۶/۱)
وَكُلُّهُمُ التَّنوِينَ وَالنُّونَ ادْغَمُوا
بِلَا غُنَّةٍ فِي اللَّامِ وَالرَّا لِيَجْمُلَا

ترجمہ: اور سب نے نون (ساکن) اور تنوین کا لام و را میں ادغام بلا غنّہ کیا ہے تاکہ (حرف) خوبصورت ہو جائے۔

۲۸۷/۲
وَكُلٌّ بِيَنْمُو ادْغَمُوا مَعَ غُنَّةٍ
وَفِي الْوَاوِ وَالْيَا دُونَهَا خَلَفٌ تَلَا

ترجمہ: اور سب نے يَنْمُو (کے چار حروف) میں غنہ کے ساتھ ادغام کیا ہے اور واؤ و یا، میں بغیر غنہ کے خَلَف نے تلاوت کیا ہے۔

(۲۸۸/۳) وَعِندَهُمَا لِلكُلِّ اَظْهِرْ بِكِلْمَةٍ
مَخَافَةَ اِشْبَاهِ المُضَاعَفِ اَثْقَلَا

ترجمہ اوران دونوں (واؤ اوریا) کے پاس (نون ساکن) کا اظہار کرو (جب کہ یہ نون اوریا، یا واؤ) ایک کلمہ میں ہوں۔ مضاعف کے ساتھ مشابہ ہو جانے کے خوف سے کہ وہ تو مشدد ہی ہوتا ہے۔

(۲۸۹/۴) وَعِندَ حُرُوفِ الحَلقِ لِلكُلِّ اُظْهِرَا
(اَ) لَا (هِ) هَاجَ (حُ) كمٌ (عَ) مَّ (خَ) الِيهِ (غُ) فَّلَا

ترجمہ اورحروف حلقی سے پہلے (نون ساکن اورتنوین کا) سب کے لیے اظہار کیا گیا ہے (اورحروف حلقی) اَلَا سے غُفَّلَا تک (ہر کلمہ کا پہلا حرف ہے) مصرعہ ثانی کا ترجمہ اس طرح ہے۔

خبردار ایسے حکم (موت) نے غافلین کو گھبراہٹ میں ڈال دیا (لرزادیا) جس کا ماضی سب کو شامل ہے۔ (اس سے کسی کو مفر نہیں)۔

(۲۹۰/۵) وَقَلبُهُمَا مِيمًا لَدَى البَا وَاُخفِيَا
عَلَى غُنَّةٍ عِندَ البَوَاقِي لِيَكمُلَا

ترجمہ اوران دونوں (نون ساکن اورتنوین) کا با، کے پاس میم سے قلب ہے اوران دونوں کا غنہ کے ساتھ باقی (تمام پندرہ حروف) کے پاس اخفاء کیا گیا ہے تاکہ دونوں کامل (اورعمدہ) ہو جائیں۔

شرح نون ساکن اورتنوین کے چار حکم مشہور ہیں جو کتب تجوید میں مذکور ہیں علامہ نے بھی انھیں چاروں کو بیان فرمایا۔

سب سے پہلے شعر ۲۸۶ میں ادغام تام کو ذکر کیا۔ ادغام کے لغوی معنی کسی چیز کو دوسری چیز میں داخل کرنا، اوراصطلاح میں حرفِ ساکن کو حرف متحرک

میں اس کے مثل بنا کر داخل کر کے مشدد پڑھنا۔ پھر یہ اگر اس طرح ہو کہ پہلے حرف کی کوئی صفت نہ باقی رہے تو ادغام تام ہے، اور اگر ادغام کے بعد پہلے حرف کی کوئی صفت باقی رہ جائے تو ادغام ناقص کہلاتا ہے، اور ادغام کا سبب دو حرفوں کا مخرج وصفات کے اعتبار سے غایتِ قرب ہے۔

قاعدہ یہ ہے کہ نون ساکن یا تنوین کے بعد را، یا لام میں سے کوئی آئے تو ادغام بلا غنہ یعنی ادغام تام ہوتا ہے ——— **جیسے** ۔ مِنْ رَّبِّهِمْ مِنْ لَّدُنْ ۔ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۔ وَيْلٌ لِّكُلِّ ۔

شعر ۲۸۷ میں یَنْمُوْ کے چار حروف کا قاعدہ بنایا کہ ان میں سے اگر کوئی حرف نون ساکن یا تنوین کے بعد آئے تو غنہ کے ساتھ ادغام ہوگا، یعنی ادغام ناقص۔ نون ساکن کی مثالیں۔

مَنْ يَّعْمَلْ ۔ مِنْ نَّبِيٍّ ۔ مِنْ مَّنٍّ ۔ مِنْ وَّرَاءِ ۔

تنوین کی مثالیں:

خَيْرًا يَّرَهٗ ۔ يَوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۔ خَيْرًا مِّنْهَا ۔ خَيْرًا وَّاَبْقٰى ۔

لیکن خلفؒ کے یہاں واؤ اور یا، میں بھی مثل لام ورا، کے ادغام بلا غنہ ہی ہوتا ہے، اور اس باب میں اختلافی مسئلہ صرف یہی ایک ہے، باقی سب اتفاقی ہیں۔

شعر ۲۸۸ میں فرمایا کہ یہ ادغام واؤ اور یا، میں اس وقت ہوگا جب کہ نون ایک کلمہ کے آخر میں اور واؤ یا یا، دوسرے کلمہ کے شروع میں ہوں اگر ایک ہی کلمہ میں ہوں گے تو سب کے لیے اظہار ہوگا۔ اور ادغام نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس ادغام سے کلمہ مضاعف کے مشابہ ہو جاتا ہے (جس میں دو حرف اصلی ایک ہی طرح کے جمع ہوں) اس قسم کے چار کلمات ہیں (۱) دُنْيَا (۲) بُنْيَانٌ

جہاں بھی آئیں (۳) قِنوَانٌ (انعام ع۱۲) (۴) صِنوَان (رعد ع۱)

شعر ۲۸۹ میں اظہار حلقی کا قاعدہ ہے۔ اظہار کے لغوی معنی ظاہر کرنا اور اصطلاح میں حرف کو اس کے مخرج سے اس کی صفات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس طرح ادا کرنا کہ اس میں نہ کسی قسم کا تغیر ہو، اور نہ کمی زیادتی۔ اظہار کا سبب دو حرفوں کا مخرج وصفات کے اعتبار سے غایتِ بعد ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ نون ساکن یا تنوین کے بعد اگر حروفِ حلقی میں سے کوئی حرف آئے تو اظہار ہوگا اور حروفِ حلقی کو اس شعر کے دوسرے مصرعہ میں اس طور پر بیان کیا، کہ اس میں چھ کلمے ہیں، اور ہر کلمہ کا پہلا حرف، حرفِ حلقی ہے۔ مثالیں؛

مَنْ اٰمَنَ ۔ كُفُوًا اَحَدٌ ۔

شعر ۲۹۰ میں قلب واخفاء دونوں کا حکم بیان کیا۔ قلب کے لغوی معنی بدلنا، اور اصطلاح میں نون ساکن کو میم سے بدل کر غنہ کے ساتھ پڑھنا۔

قاعدہ یہ ہے کہ نون ساکن یا تنوین کے بعد اگر باء آئے تو قلب ہوگا یعنی نون ساکن اور تنوین کو میم سے بدل کر غنہ کے اضافہ کے ساتھ ادا کیا جائے گا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ نون اور باء کے مخرج میں ایک گونہ بُعد ہے اور میم کا مخرج وہی ہے جو باء کا ہے، اور میم میں صفت غنہ بھی پائی جاتی ہے جو نون کے اندر ہے، یعنی میم مخرج میں تو باء کا شریک ہے اور صفت میں نون کا۔ اس لیے نون کو میم سے بدل لیا گیا اور بدلنے سے غرض تلفظ میں تسہیل ہے۔

اخفاء کے لغوی معنی چھپانا اور اصطلاح میں نون ساکن اور تنوین کی ذات کو ان کے مخرج میں چھپانا، اور ان کی صفتِ غنہ کو ادا کرنا اور مخرج میں چھپانے کا مطلب یہ ہے کہ غیر مخفی نون اور تنوین کی ادائیگی میں زبان جس طرح ان کے مخرج میں لگتی ہے اس طرح نہ لگائی جائے اور پورے طور پر علیحدہ

بھی نہ رکھیں (ورنہ حرفِ مد پیدا ہو جائے گا) ہاں زبان کو مخرج سے تعلق رہے۔

غنّہ اس آواز کو کہتے ہیں جو خیشوم یعنی ناک کے بانسہ سے نکلتی ہے۔

قاعدہ یہ ہے کہ نون ساکن یا تنوین کے بعد حروفِ حلقی، حروفِ یَرْمَلُوْنَ اور باء کے علاوہ کوئی حرف آئے تو اخفاء ہوگا۔ یہ سولہ حروف ہوتے ہیں لیکن ان میں سے الف ایسا حرف ہے جو نون ساکن اور تنوین کے بعد آ ہی نہیں سکتا کیوں کہ وہ اپنے ماقبل ہمیشہ فتحہ چاہتا ہے۔

بَابُ الْفَتْحِ وَالْاِمَالَةِ وَبَیْنَ اللَّفْظَیْنِ

فتح سے مراد یہاں زبر نہیں بلکہ یہ امالہ کی ضد ہے اور اس سے کلمہ کا تلفظ کرتے ہوئے منہ کا کھولنا مراد ہے۔

امالہ کے لغوی معنیٰ جھکانا۔ اور اصطلاح میں الف کو یاء کی اور فتحہ کو کسرہ کی جانب جھکا دینا، اگر اتنا زیادہ جھکا دیا جائے کہ یاء اور کسرہ غالب آجائے تو امالۂ کبریٰ اور امالہ محضہ اور اضجاع کہتے ہیں۔ اور اگر اتنا کم جھکائیں کہ فتحہ اور الف غالب رہیں تو امالہ صغریٰ کہلاتا ہے، اسی کو تقلیل اور بین بین بھی کہتے ہیں۔

امالہ کے دو سبب ہیں (۱) کسرہ (۲) یاء۔

کسرہ کبھی پہلے ہوتا ہے جیسے کِلَاھُمَا کبھی بعد میں جیسے اَلنَّارِ اور کبھی بعض حالات میں الف سے پہلے ہوتا ہے جیسے شَآءَ کہ شین (یعنی فاء کلمہ) پر جمع مؤنث سے آخر تک نو صیغوں میں کسرہ آتا ہے۔

یاء کبھی مرسوم ہوتی ہے جیسے لَاضَیْرَ کہ اس میں یاء کی وجہ سے راء ورش کے لیے باریک ہوتی ہے، اس کو بھی امالہ سے تعبیر کرتے ہیں کبھی الف

یاء سے بدلا ہوا ہوتا ہے جیسے اِشۡتَرٰی کبھی بدلے ہوئے الف کے مشابہ ہوتا ہے جیسے مُوۡسٰی کبھی الف ممالہ کے قریب والے حرف میں بھی اس کی وجہ سے امالہ ہوجاتا ہے جیسے نَا کہ اس میں الف کی وجہ سے نون میں بھی امالہ ہوا ہے کبھی الف یاء کی شکل میں لکھا ہوتا ہے اس میں بھی امالہ ہوتا ہے —— جیسے وَالضُّحٰی اور ہاء تانیث میں بھی حالتِ وقف میں امالہ ہوتا ہے۔

پھر اس میں اختلاف ہے کہ فتح (عدم امالہ) اصل ہے یا امالہ، راجح قول یہ ہے کہ فتح اصل ہے کیوں کہ یہ کسی سبب پر موقوف نہیں اور امالہ سبب پر موقوف ہے۔

اس باب میں علامہ نے ان الفاظ کو بھی بیان فرمایا ہے جن میں امالہ ہوتا ہے اور کچھ قواعد کلیہ بھی بیان کیے ہیں، اور کچھ الفاظ کو فرش کے لیے چھوڑ دیا ہے۔

وَحَمۡزَةُ مِنۡهُمۡ وَالۡكِسَائِيُّ بَعۡدَهُ
أَمَالَا ذَوَاتِ الۡيَاءِ حَيۡثُ تَأَصَّلَا (۲۹۱/۱)

ترجمہ اور ان (ائمہ سبعہ) میں سے امام حمزہ اور کسائی نے جو دم تبہ اور ترتیب میں) ان کے بعد ہیں یاء والے (یاء سے بدلے ہوئے یا یاء کی شکل میں لکھے ہوئے الفات) کا امالہ کیا ہے، اس لیے کہ وہ (یاء) اصل ہو گئی ہے۔ (بنسبت دوسرے اسباب امالہ کے یہ سبب اکثر جگہ مستعمل ہے)۔

شرح امام حمزہ اور امام کسائی ان تمام کلمات کے آخر کے الفات میں امالہ کبریٰ کرتے ہیں جن کے آخر میں الف یاء سے بدلا ہوا ہو۔ برابر ہے کہ وہ کلمہ اسم ہو یا فعل۔ اسم کی مثال اَلۡهُدٰی فعل کی مثال اَتٰی اور برابر ہے کہ الف یاء کی شکل میں لکھا ہو، یا الف ہی کی شکل میں ہو۔ ثانی کی

مثال توَلّاہُ۔

(۲۹۲/۲) وَتَثْنِیَةُ الْاَسْمَآءِ تَکْشِفُھَا وَاِنْ
رَدَدْتَّ اِلَیْکَ الْفِعْلَ صَادَفْتَ مَنْھَلَا

ترجمہ اور اسماء کو تثنیہ بنا دینا اس (الف کے یاء سے بدلا ہوا ہونے) کو ظاہر کر دیتا ہے اور اگر تم فعل کو اپنی طرف لوٹالو گے (ماضی کا واحد متکلم بنالو گے) تو پانی پینے کے گھاٹ کو پالو گے۔ (مقصد میں کامیاب ہو جاؤ گے)۔

(۲۹۳/۳) ھَدٰی وَاشْتَرٰہُ وَالْھَوٰی وَھُدٰھُمْ
وَفِی اَلِفِ التَّانِیْثِ فِی الْکُلِّ مَیَّلَا

ترجمہ (یاء سے بدلے ہوئے الف کی مثالیں) ھَدٰی اور اِشْتَرٰہُ (فعل کی)، اَلْھَوٰی و ھُدٰھُمْ (اسم کی) ہیں۔ اور تانیث کے الف میں (بھی) ان دونوں (حمزہ وکسائی نے) سب جگہ امالہ کیا ہے۔

شرح شعر ۲۹۱ میں فرمایا تھا کہ حمزہ وکسائی یاء سے بدلے ہوئے الفات میں امالہ کرتے ہیں، چونکہ اس کی پہچان ہر شخص کو نہیں ہو سکتی کہ یہ الف یاء سے بدلا ہوا ہے یا واؤ سے۔ اس لیے شعر ۲۹۲ میں اس کی پہچان کا ایک آسان طریقہ بتا دیا کہ وہ کلمہ اسم ہے تو اس کو تثنیہ بنا کر دیکھو۔ اگر وہ الف جو مفرد میں تھا تثنیہ میں آکر یاء بن جاتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ یاء سے بدلا ہوا ہے جس کی مثال شعر ۲۹۲ میں اَلْھَوٰی اور ھُدٰھُمْ ہے کہ جب ان کا تثنیہ بنا دیا جائے گا تو اَلْھَوَیَان اور ھُدَیَان ہوگا۔

اور اگر وہ کلمہ فعل ہے تو اس کو ماضی کا واحد متکلم بنا کر دیکھو اگر مفرد کے صیغہ کا الف واحد متکلم میں آکر یاء بن جاتا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہوگی کہ اس کا الف یاء سے بدلا ہوا ہے جس کی مثالیں ھَدٰی اور اِشْتَرٰہُ

ہیں کہ ان کا واحد متکلم ھَدَیتُ اور اِشْتَرَیتُ آتا ہے۔

امالہ کا دوسرا محل الفِ تانیث کو بتایا، یہ وہ الف ہے جو کلمہ کے اصلی حروف میں سے نہیں ہوتا اور تانیث کا فائدہ دیتا ہے چونکہ اس کی پہچان بھی ہر شخص کو نہیں ہو سکتی، اس لیے اس کی پہچان کا بھی ایک آسان طریقہ اگلے شعر میں بیان فرما رہے ہیں۔

(۲۹۴/۴) وَکَیفَ جَرَتْ فَعْلیٰ فَفِیھَا وُجُودُھَا
وَاِنْ ضُمَّ اَوْ یُفْتَحْ فَعَالیٰ فَحَصِّلَا

ترجمہ اور فِعْلیٰ جیسے بھی آئے (اس کے فاء پر کوئی بھی حرکت ہو) تو اس میں اس (الف تانیث) کا وجود ہے۔ اور اگر فُعَالیٰ (کا فاء کلمہ مضموم یا مفتوح ہو تو ضرور حاصل کرلے۔

شرح الفِ تانیث کی پہچان کا طریقہ بتایا کہ فَعْلیٰ، فِعْلیٰ، فُعْلیٰ فَعَالیٰ، فُعَالیٰ میں سے کسی وزن پر جو بھی کلمہ آئے گا، اس کے آخر میں الف تانیث ہوگا۔ ہر ایک وزن کی مثالیں اس طرح ہیں تقویٰ، ذِکریٰ اُنثیٰ، نَصَاریٰ، اُسَاریٰ یہ الف یاء سے بدلا ہوا نہیں لیکن بدلے ہوئے کے مشابہ ہے۔ اسی طرح یحییٰ، مُوسیٰ، عِیسیٰ کو بھی اسی میں شمار کیا گیا ہے۔

(۲۹۵/۵) وَفِیْ اِسْمٍ فِی الْاِسْتِفْھَامِ اَنّیٰ وَفِیْ مَتیٰ
مَعًا وَعَسیٰ اَیْضًا اَمَالَا وَقُلْ بَلیٰ

ترجمہ اور اس اسم اَنّیٰ میں جو استفہام کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور متیٰ میں اور عسیٰ اور بلیٰ میں بھی ان دونوں (حمزہ وکسائی) نے امالہ کیا ہے۔

(۲۹۶/۶) وَمَا رَسَمُوْا بِالْيَاءِ غَيْرَ لَدَى وَمَا
زَكٰى وَاِلٰى مِنْ بَعْدُ حَتّٰى وَقُلْ عَلٰى

ترجمہ اور ان (کلمات) میں (بھی حمزہ وکسائی نے امالہ کیا ہے جن کو علماء رسم عثمانی نے) یاء کے ساتھ لکھا ہے۔ سوائے لَدٰی۔ مَا زَکٰی اور اِلٰی کے جو ان دونوں کے بعد ہے (اور سوائے) حَتّٰی اور عَلٰی کے۔

شرح ۲۹۵ کلمۂ اَنّٰی جو بطور استفہام استعمال ہو اس میں بھی حمزہ و کسائی امالہ کرتے ہیں۔ اور استفہام کی قید لگا کر اَنّٰی نَاْتِی الْاَرْضَ وغیرہ کو جو استفہام کے لیے نہیں ہیں نکالنا مقصود ہے۔ اَنّٰی استفہامیہ کی پہچان کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اس کے بعد ت، ش، ل۔ ھ، ی میں سے کوئی حرف آتا ہے۔ جیسے فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ۔ اَنّٰی شِئْتُمْ۔ اَنّٰی لَکِ ھٰذَا؟ اَنّٰی ھٰذَا؟ اَنّٰی یَکُوْنُ۔

شعر ۲۹۶ میں قاعدہ کلیہ کے طور پر فرمایا کہ وہ کلمات جن کے آخر کے الف یاء کی شکل میں لکھے ہوئے ہیں خواہ اسماء ہوں یا افعال، ان سب میں بھی ان دونوں کے لیے امالہ ہوگا لیکن پانچ کلمے مستثنیٰ ہیں کہ ان میں کسی کے لیے امالہ نہیں ہے، وہ پانچوں شعر میں مذکور ہیں

(۲۹۷/۷) وَكُلُّ ثُلاَثِيٍّ يَزِيْدُ فَاِنَّهُ
مُمَالٌ كَزَكّٰهَا وَاَنْجٰى مَعَ ابْتَلٰى

ترجمہ اور ہر وہ تین حرفی (کلمہ) جو (کسی حرف کے اضافہ کی وجہ سے حروف کے اعتبار سے) مزید ہو جائے تو اس میں بھی (ان دونوں کے لیے) امالہ کیا گیا ہے جیسے زَکّٰھَا اور اِبْتَلٰی کے ساتھ اَنْجٰی۔

شرح قاعدہ کلیہ کے طور پر فرماتے ہیں کہ وہ کلمات جو تین حرفی ہوں لیکن کسی حرف مثلاً علامت مضارع کے اضافہ کی وجہ سے وہ تین حرفی نہ

رہیں، خواہ باب کے لحاظ سے ثلاثی ہی رہیں، یا باب کے اعتبار سے بھی مزید بن جائیں ان میں بھی حمزہ وکسائی کے لیے امالہ ہے، اس کی علامہ نے تین مثالیں دی ہیں۔ زَکیٰ سے زَکّٰھَا۔ نَجیٰ سے اَنجیٰ اور بَلیٰ سے اِبتَلیٰ ان کلمات کے الفات واؤ سے بدلے ہوئے تھے لیکن حروف کی زیادتی کے سبب یہ واوی نہیں رہے، یائی بن گئے۔ چنانچہ ان کا واحد متکلم بنائیں گے، تو الف یاء سے بدل جائے گا۔

(۲۹۸/۸) وَلٰکِنَّ اَحیَا عَنہُمَا بَعدَ وَاوِہٖ
وَفِیمَا سِوَاہُ لِلکِسَائِیِّ مُیِّلَا

ترجمہ اور لیکن اَحیَا (جب کہ وہ) واؤ کے بعد ہو (اس میں) ان دونوں (حمزہ وکسائی) سے (امالہ) ہے اور اس کے علاوہ میں (صرف) کسائی کے لیے امالہ کیا گیا ہے۔

شرح لفظ وَاَحیَا (نجم ٤) واؤ کے ساتھ صرف اسی ایک جگہ ہے اس میں حمزہ وکسائی دونوں امالہ کرتے ہیں اور اگر واؤ کے بعد نہیں بلکہ فاء یا ثُمَّ کے بعد ہے جیسے فَاَحیَابِہٖ، ثُمَّ اَحیَاھُم، یا ان تینوں میں سے کسی کے بعد نہ ہو جیسے وَمَن اَحیَاھَا تو اس صورت میں صرف کسائی امالہ کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ لفظ اَحیَا اگر واؤ کے بعد ہو جو قرآنِ پاک میں صرف ایک جگہ ہے اس میں تو حمزہ وکسائی دونوں امالہ کرتے ہیں اور اگر واؤ کے بعد نہیں بلکہ فاء یا ثُمَّ کے بعد ہے۔ یا نہ واؤ کے بعد ہے نہ فاء کے بعد، نہ ثُمَّ کے بعد، تو اس میں صرف کسائی امالہ کرتے ہیں۔

☆

(۲۹۹/۹) وَرُءْيَایَ وَالرُّءْيَا وَمَرْضَاتِ كَيْفَ مَا
اَتَىٰ وَخَطَايَا مِثْلُهُ مُتَقَبَّلَا

ترجمہ: اور رُءْيَایَ اور اَلرُّءْيَا اور مَرْضَاتِ جیسے بھی آئے (خواہ اسم ظاہر کی طرف مضاف ہو یا ضمیر کی جانب جیسے مَرْضَاتِ اَزْوَاجِكَ اور مَرْضَاتِیْ اور خواہ اس کی تا پر زبر ہو یا زیر، ان سب میں بھی صرف کسائی کے لیے امالہ ہے) اور خَطَايَا (کو بھی) اسی (مَرْضَاتِ) کی طرح (امالہ کے لیے) قبول کیا گیا ہے (اس میں بھی یہ عموم ہے کہ جمع متکلم کی ضمیر کی طرف مضاف ہو جیسے خَطَايَانَا یا جمع مذکر حاضر کی طرف مضاف ہو جیسے خَطَايَاكُمْ یا جمع مذکر غائب کی طرف مضاف ہو جیسے خَطَايَاهُمْ سب میں صرف کسائی کے لیے امالہ ہے)۔

(۳۰۰/۱۰) وَمَحْيَاهُمْ اَيْضًا وَّحَقَّ تُقَاتِهٖ
وَفِيْ قَدْ هَدَانِیْ لَيْسَ اَمْرُكَ مُشْكِلَا

ترجمہ: اور مَحْيَاهُمْ اور حَقَّ تُقَاتِهٖ اور قَدْ هَدَانِیْ میں بھی (انھیں کسائی سے امالہ منقول ہے اور ان کلمات کو کسائی کے لیے خاص کر دینے کا) تمہارا معاملہ پریشانی میں ڈالنے والا نہیں ہے (تم پر اس سے کوئی اعتراض واقع نہیں ہوگا)۔

(۳۰۱/۱۱) وَفِي الْكَهْفِ اَنْسَانِیْ وَمِنْ قَبْلُ جَاءَ مَنْ
عَصَانِیْ وَاَوْصَانِیْ بِمَرْيَمَ يُجْتَلَا

ترجمہ: اور (سورۂ) کہف میں اَنْسَانِیْ اور اس سے پہلے (ابراہیمؑ میں) مَنْ عَصَانِیْ آیا ہے اور (سورۂ) مریمؑ میں اَوْصَانِیْ (یہ سب بھی کسائی ہی کے لیے امالہ کے ساتھ) دیکھے جاتے ہیں۔

(۳۰۲/۱۲) وَفِيهَا وَفِي طٰسِينَ اٰتٰنِيَ الَّذِي
اَذَعْتُ بِهٖ حَتّٰى تَضَوَّعَ مَنْدَلَا

ترجمہ اور اس (مریم ع۲) میں اور طٰسٓ (نمل ع۳) میں لفظ اٰتٰنِيَ (کا امالہ بھی کسائی ہی سے منقول ہے) جس کو میں نے مشہور کر دیا ہے یہانتک کہ یہ مندل (ایک قسم کی خوشبو) کے اعتبار سے مہک گیا (مشہور ہوگیا) ہے۔

(۳۰۳/۱۳) وَحَرْفُ تَلٰهَا مَعْ طَحٰهَا وَفِي سَجٰى
وَحَرْفُ دَحٰهَا وَهْيَ بِالْوَاوِ تُبْتَلَا

ترجمہ اور لفظ تَلٰهَا (والشمس) طَحٰهَا (والشمس) اور سَجٰى (والضحیٰ) اور دَحٰهَا (نٰزعٰت) میں (بھی کسائی کے لیے امالہ ہے) اور یہ (کلمات) واؤ سے آزمائے جاتے ہیں (جب ان سے ماضی کا واحد متکلم بناتے ہیں تو الف واؤ سے بدل جاتا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ واؤ سے بدلا ہوا ہے)۔

شرح شعر ۲۹۸ سے شعر ۳۰۳ تک سولہ کلمات ذکر ہوئے ان میں صرف امام کسائی امالہ کرتے ہیں، امام حمزہ نے ان کو امالہ سے مستثنیٰ کیا ہے وہ کلمات یہ ہیں:

۱:- لفظ اَحْيَا جب کہ واؤ کے بعد نہ ہو (اور واؤ کے بعد قرآن کریم میں صرف ایک جگہ نجم ع۳ میں ہے) اس کی تین صورتیں ہیں۔ فاء کے بعد ہو جیسے فَاَحْيَا بِهٖ ۔ ثُمَّ کے بعد ہو جیسے ثُمَّ اَحْيَاهُمْ یا ان میں سے کسی کے بعد نہ ہو جیسے وَمَنْ اَحْيَاهَا۔

۲:- رُءْيَايَ (یوسف ع۱ و ع۱۱)۔

۳:- اَلرُّءْيَا (یوسف ع۶، صٰفّٰت ع۳، فتح ع۴، اسراء ع۶)۔

۴:۔ مرضات جیسے بھی آئے یعنی اس کی تا، پر زبر ہو یا زیر، اور اسم ظاہر کی طرف مضاف ہو یا ضمیر کی طرف۔

۵:۔ خطایا۔ یہ خواہ جمع متکلم کی ضمیر کی طرف مضاف ہو جیسے خطایانا یا جمع مذکر حاضر کی ضمیر کے ساتھ ہو جیسے خطایاکم یا ضمیر غائب کے ساتھ ہو جیسے خطایاھم لیکن یاد رہے کہ اس کے دوسرے الف میں امالہ ہے پہلے میں نہیں۔

۶:۔ وَمَحْيَاهُمْ (جاثیہ ع۲)

۷:۔ حَقَّ تُقَاتِهٖ (آلِ عمران ع۵)

۸:۔ قَدْ هَدٰىنِيْ (انعام ع۹) لیکن اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ (انعام ع۲) اور هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ (زمر ع۶) میں حمزہ وکسائی دونوں کے لیے امالہ ہے۔

۹:۔ وَمَا اَنْسٰىنِيْهُ (کہف ع۹)

۱۰:۔ وَمَنْ عَصَانِيْ (ابراھیم ع۶)

۱۱:۔ وَاَوْصٰنِيْ (مریم ع۱)

۱۲:۔ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ (مریم ع۲) اٰتٰنِ ىَ اللّٰهُ (نمل ع۳) لیکن اٰتٰنِيْ (ھود ع۳ و ع۶) میں حمزہ وکسائی دونوں کے لیے امالہ ہے۔

۱۳:۔ دَحٰهَا (نزعٰت ع۲) (۱۴) تَلٰهَا (۱۵) طَحٰهَا (والشمس) (۱۶) اِذَا سَجٰى (والضحٰی)

نوٹ:۔ آخر کے چاروں کلمات کا الف واؤ سے بدلا ہوا ہے۔

وَاَمَّا ضُحٰهَا وَالضُّحٰى وَالرِّبٰو مَعَ الْـ
قُوٰى فَاَمَّا لَاهَا وَبِالْوَاوِ تُخْتَلَا (۳۰۴/۱۴)

☆

ترجمہ اور بہر حال ضُحٰها اور الضُّحٰی اور الرِّبٰوا ، الْقُوٰی کے ساتھ (ان چاروں میں حمزہ اور کسائی) دونوں نے امالہ کیا ہے، اور (یہ کلمات) واؤ کے ساتھ حاصل کئے جاتے ہیں۔

شرح شعر میں مذکور چاروں کلمات کا الف بھی واؤ سے بدلا ہوا ہے اور ان میں حمزہ وکسائی دونوں امالہ کرتے ہیں۔ شعر ۳۰۳ میں بیان کردہ کلمات کے الفات بھی واؤ سے بدلے ہوئے ہیں لیکن ان کے امالہ میں کسائی تنہا ہیں۔

وَرُءْيَاكَ مَعْ مَثْوَايَ عَنْهُ لِحَفْصِهِمْ
وَمَحْيَايَ مِشْكٰوةٍ هُدَايَ قَدِ انْجَلٰى (۳۰۵/۱۵)

ترجمہ اور رُءْيَاكَ، مَثْوَايَ کے ساتھ اور مَحْيَايَ۔ مِشْكٰوةٍ۔ هُدَايَ ان (کسائی) سے (نقل کرتے ہوئے) ان میں کے حفص (دوری) کے لیے (امالہ) کے ساتھ ہے (اور یہ مثالوں کے ذریعہ) اچھی طرح ظاہر ہو گیا ہے۔

شرح شعر میں مذکور پانچ کلمات یعنی رُءْيَاكَ۔ مَثْوَايَ (یوسف ۳ و ۳) — مَحْيَايَ (انعام ۲۰) كَمِشْكٰوةٍ (نور ۵) هُدَايَ (بقرہ ۴ و طٰہٰ ۷) میں صرف دوری عن الکسائی کے لیے امالہ ہے، اور یہ اس وقت ہے جب کہ رُءْيَاكَ کاف کے ساتھ ہو، اگر رُءْيَايَ یاء کے ساتھ ہے یا معرف باللام الرُّءْيَا ہے تو پورے کسائی کے لیے امالہ ہے، ایسے ہی مَثْوَايَ، مَحْيَايَ اور هُدَايَ میں دوری عن الکسائی کے لیے امالہ اس وقت ہے جب کہ یہ یاء کے ساتھ ہوں اور اگر مَثْوَايَ کسی ضمیر کے ساتھ ہو جیسے مَثْوَاهُ، مَثْوٰكُمْ مَثْوٰهُمْ تو اس میں حمزہ وکسائی دونوں کے لیے امالہ ہے ایسے ہی محیای اگر ضمیر کے ساتھ مَحْيَاهُمْ ہے تو صرف پورے کسائی کے لیے امالہ ہے۔ ایسے ہی هُدَايَ اگر ضمیر کے ساتھ ہو جیسے هُدٰهَا۔ فَبِهُدٰهُمُ

یا معرف باللام ہو جیسے اَلْهُدٰی تب بھی حمزہ وکسائی دونوں کے لیے امالہ ہے، اور کَمِشْکٰوۃٍ میں امالہ کا سبب یا تو صرف پہلا کسرہ ہے یا دونوں ہیں۔

(۳۰۶/۱۶) وَمِمَّا اَمَالَاهُ اَوَاخِرُ اٰيِ مَا
بِطٰهٰ وَاٰيِ النَّجْمِ كَىْ تَتَعَدَّلَا

ترجمہ اور ان الفات میں سے جن میں (حمزہ وکسائی) دونوں نے امالہ کیا ہے سورۃ طٰہٰ اور سورۃ نجم کی آیات کے آخری الفات ہیں (خواہ واؤ سے بدلے ہوئے ہوں یا یاء سے) تاکہ (یہ سب تلفظ میں) یکساں ہو جائیں

(۳۰۷/۱۷) وَفِى الشَّمْسِ وَالْاَعْلٰى وَفِى اللَّيْلِ وَالضُّحٰى
وَفِى اقْرَاْ وَفِى وَالنّٰزِعٰتِ تَمَيَّلَا

(۳۰۸/۱۸) وَمِنْ تَحْتِهَا ثُمَّ الْقِيَامَةِ ثُمَّ فِى الْـ
مَعَارِجِ يَامِنْهَالُ اَفْلَحْتَ مُنْهِلَا

ترجمہ اور سورۃ الشمس، سورۃ الاعلیٰ، سورۃ اللیل، سورۃ الضحیٰ، سورۃ اقراء، سورۂ والنّٰزعٰت اور اس کے نیچے (سورۂ عبس) پھر سورۃ قیامہ اور سورۃ معارج میں (بھی آیات کے اخیر میں وہ الفات ہیں جن میں حمزہ وکسائی) دونوں نے امالہ کیا ہے۔ اے (علم کے) بہت عطا کرنے والے تو بہت عطا کرنے والا ہونے کے اعتبار سے کامیاب ہو گیا ہے۔

شرح ان تین شعروں میں گیارہ سورتیں بیان ہوئیں۔ ان کی آیات کے ختم پر الفات میں حمزہ وکسائی دونوں امالہ کرتے ہیں۔ جن کلمات پر آیات ختم ہو رہی ہیں، ان کو رؤس آیات کہتے ہیں ان سورتوں میں امالہ کی تفصیل یہ ہے کہ سورۃ اعلیٰ اور سورۃ لیل کی تو تمام رؤس آیات پر امالہ ہے اور

والشمس میں فَعَقَرُوْهَا کے علاوہ سب میں ہے اور اس میں امالہ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ھا سے پہلے بجائے الف کے واؤ ہے اور واؤ میں ممال ہونے کی صلاحیت نہیں ہے، ان کے علاوہ جو آٹھ سورتیں ہیں۔ ان کی تفصیل اس طرح ہے کہ سورۃ طٰہٰ میں شروع سے اِنَّهٗ طَغٰى (ع۱) تک تمام آیات میں امالہ ہے لیکن لِذِكْرِیْ میں نہیں ہے، اس کے بعد سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى (ع۲) سے لِتَرْضٰى (ع۴) تک سب آیات میں ہے لیکن عَيْنِیْ لِنَفْسِیْ۔ فِیْ ذِكْرِیْ صَفًّا اور غَشِيَهُمْ میں نہیں۔ اس کے بعد اِلَيْنَا مُوْسٰى (ع۵) میں ہے۔ پھر اَبٰى (ع۶) سے آخر تک تمام آیات میں ہے لیکن بَصِيْرًا میں نہیں ہے۔

اور سورۃ نجم میں اِذَا هَوٰى سے النُّذُرِ الْاُوْلٰى تک سب جگہ ہے لیکن مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا میں نہیں۔ اور سورۃ معارج میں صرف چار کلموں لَظٰى، لِلشَّوٰى، وَتَوَلّٰى اور فَاَوْعٰى میں ہے۔

اور سورۃ قیٰمۃ میں وَلَا صَلّٰى سے اخیر تک ہے اور سورۃ والنّٰزِعٰت میں حَدِيْثُ مُوْسٰى سے اخیر تک سب جگہ ہے لیکن وَلِاَنْعَامِكُمْ میں نہیں۔

اور سورۃ عبس میں وَتَوَلّٰى سے تَلَهّٰى تک، سورۃ وَالضُّحٰى میں شروع سے فَاَغْنٰى تک، اور سورۃ علق میں لَيَطْغٰى سے يَرٰى تک ہے، امالہ اگرچہ ان گیارہ سورتوں کے علاوہ بعض دوسری سورتوں میں بھی ہے لیکن وہ کثرت سے نہیں، اس لیے یہاں خصوصیت سے ان گیارہ سورتوں کو بیان فرمادیا۔

رَمٰى (صُحْبَةٌ) اَعْمٰى فِی الْاِسْرَاءِ ثَانِيًا
سِوًى وَّسُدًى فِی الْوَقْفِ عَنْهُمْ تَسَبَّلَا (۳۰۹/۱۹)

ترجمہ رمیٰ (انفال ع۲) اعمٰی (سورۃ اسراء ع۸) میں دوسرا (جو ہیں ان دونوں) میں صُحْبَۃ والے (حمزہ، کسائی، شعبہ نے امالہ کیا ہے) سِوًی اور سُدًی (کا امالہ بھی انھیں حضرات سے) حالت وقف میں مقید (ثابت) ہوا ہے۔

شرح شعر میں مذکور چاروں کلمات میں حمزہ، کسائی اور شعبہ امالہ کرتے ہیں لفظ اَعْمٰی (بنی اسرائیل ع۸) میں ثانیاً کی قید اس لیے لگائی کہ اسی سورت سے پہلے اَعْمٰی کا ذکر آئندہ شعر میں آرہا ہے، اس کے امالہ میں حمزہ، کسائی، شعبہ کے ساتھ ابوعمرو بصری بھی شریک ہیں رَمٰی اور اَعْمٰی میں تو وصلاً بھی امالہ ہے اور وقفاً بھی۔ لیکن سِوًی (طٰہٰ ع۳) اور سُدًی (قیٰمہ ع۲) میں صرف حالت وقف میں ہے کیوں کہ یہاں تنوین ہے جو محل وقف نہیں ہے۔ تنوین والے کلمہ میں دوسری روایت بھی ہے جس کا ذکر شعر ۳۳۷ و ۳۳۸ میں آرہا ہے۔

(۳۱۰/۲۰)

وَرَاءُ تَرَاءٰ (فـ) ـازَ فِيْ شُعَرَآئِهٖ
وَاَعْمٰى فِي الْاِسْرَا (حُـ) ـكْمُ صُحْبَةٍ اَوَّلَا

ترجمہ اور تَرَاءٰ کی راء امام حمزہ کے لیے سورۂ شعراء میں (امالہ کے ساتھ) کامیاب ہو گئی ہے اور سورۂ اسراء میں پہلا لفظ اَعْمٰی امام بصری، امام حمزہ، امام کسائی اور شعبہ کے لیے (امالہ کے ساتھ) ایک جماعت کا فیصلہ ہے۔

شرح تَرَآءٰ (شعراء ع۴) میں امام حمزہ راء اور اس کے بعد کے الف میں وصل و وقف دونوں حالتوں میں امالہ کرتے ہیں۔ اور شعر ۲۳۸ و ۲۴۲ میں بیان کردہ قاعدہ کے مطابق تسہیل بھی کرتے ہیں اور پھر مدو قصر۔ اور امام کسائی ہمزہ اور اس کے بعد کے الف میں امالہ کرتے ہیں مگر صرف وقف میں اور وصل

میں دونوں پر فتحہ پڑھتے ہیں، امام کسائیؒ راء میں نہیں کرتے، اور ورش کے لیے حالت وقف میں ہمزہ کا فتحہ اور تقلیل ہے۔

دونوں شعروں سے یہ بات وضاحت کے ساتھ معلوم ہوگئی کہ سورۃ اسراء کے پہلے اَعْمٰی میں امام بصریؒ، حمزہ، کسائیؒ اور شعبہ، اور اسی سورۃ کے دوسرے اَعْمٰی میں صرف حمزہ، کسائیؒ، اور شعبہ امالہ کرتے ہیں۔ یعنی بصری کے لیے پہلے اَعْمٰی میں امالہ اور دوسرے میں فتحہ ہے اور صُحْبَۃٌ والوں کے لیے دونوں میں امالہ ہے۔

(۳۱۱/۲۱)
وَمَا بَعْدَ رَاءٍ (شَـ)ـاعَ (حُـ)ـكْمًا وَّحَفْصُهُمْ
يُوَالِي بِمَجْرٖىهَا وَفِي هُودَ اُنْـزِلَا

ترجمہ اور جو الف راء کے بعد ہو (اس میں) حمزہ، کسائیؒ اور بصری (کا امالہ) حکم کے اعتبار سے عام ہوگیا ہے (ہر اس الف میں امالہ ہے جو راء کے بعد یاء کی شکل میں مرسوم ہو) اور مَجْرٖىهَا (کے امالہ) میں (ان میں کے) حفصؒ (ان تینوں کی) موافقت کرتے ہیں، اور یہ (سورۃ) ہُود میں نازل کیا گیا ہے۔

شرح اگر راء کے بعد الف یاء کی شکل میں مرسوم ہو، اسم میں ہو یا فعل میں، جیسے یَرٰى، ذِكْرٰى، اَلْقُرٰى وغیرہ تو اس میں حمزہ، کسائیؒ اور بصریؒ امالہ کرتے ہیں، اور ایک لفظ مَجْرٖىهَا (ہُود ع) میں عاصمؒ کے راوی حفصؒ بھی ان تینوں اماموں کے ساتھ شریک ہیں اور ان کے لیے صرف اسی لفظ میں امالہ ہے۔

(۳۱۲/۲۲)
نَـ(ـأٰى) (شَـ)ـرْعُ (يُـ)ـمْنٍ بِاخْتِلَافٍ وَّشُعْبَةٌ
فِي الْاِسْرَا وَهُمْ وَالنُّوْنُ (ضَـ)ـوْءُ (سَـ)ـنًا (تَـ)ـلَا

ترجمہ نَا (فصلت ع۶) میں حمزہ، کسائیؒ کے لیے بلا خُلف اور سوسی کے لیے خُلف کے ساتھ (امالہ کرنا) مبارک طریق ہے اور (سورۃ) اسراء میں شعبہ اور وہ تینوں (حمزہ وکسائیؒ بلاخلف اور سوسی خُلف کے ساتھ امالہ کرنے میں شریک) ہیں۔ اور نون کا امالہ خَلَف، ابوالحارث اور دوری کے لیے ایسی چمک دار روشنی ہے (جس نے ہمزہ کے امالہ کی) پیروی کی ہے۔

شرح وَنَا بِجَانِبِهٖ (اسراء ع۹ وفصلت ع۶) میں مختلف قراءتیں ہیں۔ خَلَفؒ وکسائیؒ نون اور ہمزہ دونوں میں امالہ کرتے ہیں یخلاد دونوں جگہ صرف ہمزہ کا امالہ کرتے ہیں۔ شعبہ سورۃ اسراء میں صرف ہمزہ کا امالہ اور فصلت میں نون وہمزہ دونوں کا فتحہ پڑھتے ہیں۔ ورش دونوں میں فتحہ اور تقلیل کرتے ہیں۔ ابن ذکوان کے لیے نون کے بعد الف اور اس کے بعد ہمزہ نَآءَ ہے اور باقی یعنی قالون، ابن کثیر، ابوعمرؒ، ہشام اور حفصؒ دونوں جگہ نون اور ہمزہ دونوں کا صرف فتحہ پڑھتے ہیں۔

اِنَاهُ (لَـ)ـهُ (شَـ)ـافٍ وَّقُلْ اَوْ كِلَاهُمَا
(۳۱۲/۲۳) (شَـ)ـفىٰ وَلِكَسْرٍ اَوْلِيَاءٍ تَمَـيَّلَا

ترجمہ اِنَاهُ (احزاب ع۷) میں ہشام، حمزہ وکسائیؒ (امالہ کرتے ہیں اور ان کے لیے اس سلسلہ میں) شافی (دلیل ہے) اور کہہ دو اَوْ كِلَاهُمَا (میں بھی حمزہ وکسائیؒ کے لیے امالہ ہے اور اس نے) شفا دی ہے (اور اس میں کاف کے کسرہ یا لام کلمہ کی یاء کی وجہ سے) امالہ ہوا ہے۔

شرح اِنَاهُ میں ہشام، حمزہ اور کسائیؒ امالہ کرتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا الف یاء سے بدلا ہوا ہے، اور یہ اَنَا یَانِیْ اِنَاءً سے ہے۔ اور اَوْ كِلَاهُمَا (اسراء ع۳) میں لام کے بعد والے الف میں صرف حمزہ وکسائیؒ امالہ

کرتے ہیں اور اس کی وجہ بھی بتائی کہ اس امالہ کے دو سبب ہو سکتے ہیں (۱) کاف کا زیر (۲) اس الف کا یاء سے بدلا ہوا ہونا جو لام کے بعد ہے (بعض کے نزدیک اس کا الف واؤ سے بدلا ہوا ہے)۔

(۳۱۴/۲۴)
وَذُو الرَّاءِ وَرْشٌ بَیْنَ بَیْنَ وَفِیْ اَرٰی
کَهُمْ وَذَوَاتِ الْیَا لَهُ الْخُلْفُ جُمِّلَا

ترجمہ اور راء والے (الف میں) ورش بین بین (امالہ صغریٰ کرتے) ہیں، اور اَرٰىكَهُمْ میں۔ اور یاء والے الفات میں ان کے لیے خُلف خوبصورت بنا دیا گیا ہے۔

(۳۱۵/۲۵)
وَلٰكِنْ رُءُوْسُ الْاٰیِ قَدْ قَلَّ فَتْحُهَا
لَهٗ غَیْرَ مَا هَا فِیْهِ فَاحْضُرْ مُكَمَّلَا

ترجمہ لیکن رؤسِ آیات (کے الفات) کا فتحہ ان (ورش) کے لیے قلیل ہو گیا ہے (تقلیل سے پڑھا گیا ہے یا فتحہ کم حضرات سے اور تقلیل زیادہ حضرات سے منقول ہے) سوائے اس (آیت) کے جس میں (الف کے بعد) ہاء ہو (تم درس اور مجالس علمیہ میں صرف جسم کے ساتھ نہیں بلکہ دل و دماغ اور شوق و رغبت کے ساتھ) پورے طور پر حاضر ہوا کرو۔

شرح ان دو شعروں میں ورش کے لیے امالہ کا قاعدہ بیان کرتے ہوئے ان کلمات کی پانچ قسمیں کی ہیں جن میں وہ امالہ کرتے ہیں۔

۱:- وہ یائی کلمات جن میں الف راء کے بعد ہو جیسے اِفْتَرٰىهُ اس میں ان کے لیے صرف تقلیل ہے۔

۲:- رائی کلمات میں سے اَرٰىكَهُمْ (انفال ع۵) اس میں تقلیل اور فتحہ دونوں ہیں۔

۳:۔ وہ یائی کلمات جن میں الف راء کے بعد نہ ہو، اور الف کے بعد ہاء نہ ہو، اور یہ رؤس آیات میں ہوں جیسے یٰمُوسٰی اس میں بھی صرف تقلیل ہے۔

۴:۔ وہ یائی کلمات جو رؤس آیات میں نہ ہوں جیسے فَسَوّٰھُنَّ۔

۵:۔ وہ رؤس آیات جن میں الف، راء کے بعد نہ ہو لیکن الف کے بعد ہاء ہو جیسے دَحٰھَا، بَنٰھَا اس میں فتحہ اور تقلیل ہے۔

یہ یاد رہے کہ ورش رح کے لیے امالہ کبریٰ صرف ایک جگہ طٰہٰ کی ہاء میں ہے باقی سب جگہ وہ امالہ صغریٰ کرتے ہیں جس کا دوسرا نام تقلیل اور تیسرا نام بین بین ہے۔

وَكَيْفَ اَتَتْ فِعْلٰى وَاٰخِرُ اٰيِ مَا
تَقَدَّمَ لِلْبَصْرِيْ سِوٰى رَاهُمَا اعْتَلَا (۳۱۶/۲۶)

ترجمہ اور فِعْلٰی جس طرح بھی آئے (اس کی فاء پر کوئی بھی حرکت ہو) اور ان سورتوں کی آیات کے آخری الفات جو پہلے بیان ہو چکی ہیں (دونوں قسمیں) امام بصری کے لیے (تقلیل کے ساتھ ہیں) سوائے ان دونوں (قسموں) کی راء کے (کہ اس میں امالہ کبریٰ ہے اور ان کا یہ مذہب) بلند (مشہور) ہو گیا ہے۔

شرح اس شعر میں امام بصری کا مذہب بیان کیا۔ وہ یہ کہ ان کے یہاں تقلیل صرف دو قسموں میں ہے۔

۱:۔ فِعْلٰی کے تینوں وزنوں میں سے کسی وزن پر کوئی کلمہ ہو۔ جیسے دَعْوٰی۔ ضِیْزٰی۔ وُسْطٰی۔ مُوْسٰی۔

۲:۔ ان گیارہ سورتوں کی آیات کے آخری الف۔ جو شعر ۳۰۶ تا ۳۰۸ میں بیان ہوئیں، لیکن ان دونوں قسموں میں اگر الف، راء کے بعد

ہو جیسے تترٰی، بشرٰی، ذکرٰی۔ تو تقلیل نہیں بلکہ امالہ کبریٰ کرتے ہیں۔

(۳۱۷/۲۷) وَیٰوَیۡلَتٰی اَنّٰی وَیٰحَسۡرَتٰی (طِ) سَوۡوۡا
وَعَنۡ غَیۡرِہٖ قِسۡہَا وَیٰاَسَفٰی الۡعُلَا

ترجمہ اور یٰوَیۡلَتٰی، اَنّٰی اور یٰحَسۡرَتٰی اور یٰاَسَفٰی میں (علماء نے) امام بصری کے راوی صرف دوری کے لیے تقلیل کو محفوظ کیا ہے۔ جو بلند (اور مشہور) ہے، اور ان کے علاوہ کے لیے (ان کلمات کے تقلیل و امالہ کو) قیاس کرلو۔

شرح شعر میں مذکور چاروں کلمات یٰوَیۡلَتٰی جہاں بھی ہو اَنّٰی استفہامیہ سب جگہ یٰحَسۡرَتٰی (زمرؑ) اور یٰاَسَفٰی (یوسفؑ) میں امام بصری کے صرف ایک راوی دوری کے لیے تقلیل ہے لیکن یٰاَسَفٰی میں جمہور اہلِ ادا کے نزدیک فتحہ ہے اور تقلیل قلیل حضرات کے نزدیک ہے۔ قولہ قِسۡہَا سے فرماتے ہیں کہ باقی سب حضرات ان کلمات میں اپنے اپنے قاعدہ کے مطابق عمل کرتے ہیں، یعنی ورش کے لیے فتحہ و تقلیل اور حمزہ وکسائی کے لیے امالہ کبریٰ اور باقی کے لیے صرف فتحہ ہے۔

(۳۱۸/۲۸) وَکَیۡفَ الثُّلَاثِیۡ غَیۡرَ زَاغَتۡ بِمَاضِیۡ
اَمِلۡ خَابَ خَافُوۡا طَابَ ضَاقَتۡ (فَ) تُجۡمِلَا

ترجمہ اور ماضی (معروف) ثلاثی (مجرد کا کوئی صیغہ) جیسے بھی آئے (اول کے چار صیغوں میں سے کوئی صیغہ ہو) اس کے الف کا امام حمزہ کے لیے زَاغَتۡ کے علاوہ خَابَ خَافُوۡا طَابَ ضَاقَتۡ میں امالہ کرو۔

(۳۱۹/۲۹) وَحَاقَ وَزَاغُوۡا جَآءَ شَآءَ وَزَادَ (فُ) زۡ
وَجَآءَ ابۡنُ ذَکۡوَانٍ وَّفِیۡ شَآءَ مَیَّلَا

ترجمہ اور حَاقَ اور زَاغُوْا (اور) جَآءَ (اور) شَآءَ اور زَادَ (میں بھی) امام حمزہ کے لیے امالہ کبریٰ (کر کے) کامیاب ہو جاؤ۔ اور جَآءَ اور شَآءَ میں ابن ذکوان نے (بھی) امالہ کیا ہے۔

(۳۲۰/۳۰)
فَزَادَهُمُ الْأُولٰى وَفِى الْغَيْرِ خُلْفُهٗ
وَقُلْ (صُحْبَةٌ) بَلْ رَانَ وَاصْحَبْ مُعَدَّلَا

ترجمہ پہلے فَزَادَهُمُ (بقرہ ع) میں بھی امام حمزہ کے ساتھ امالہ کرنے میں ابن ذکوان شریک ہیں، اور اس کے علاوہ میں ان کا خلف ہے۔ اور کہہ دو حمزہ، کسائی، شعبہ بَلْ رَّانَ میں امالہ کرتے ہیں اور عادل آدمی کی صحبت اختیار کرو۔

شرح فعل ماضی معروف ثلاثی مجرد کے شروع والے چار صیغوں کے دس کلمات میں امام حمزہ امالہ کبریٰ کرتے ہیں، لیکن ان میں سے زَاغَتْ مستثنیٰ ہے، اس سے پہلے کلمات کا امالہ ان کے آخری الفات میں تھا اور ان دس میں درمیانی الف میں ہے جَآءَ اور شَآءَ میں ان کے ساتھ ابن ذکوان بھی امالہ کرتے ہیں اور زَادَ میں بھی شریک ہیں لیکن اس میں یہ تفصیل ہے کہ قرآن کریم میں پہلے فَزَادَهُمُ اللّٰهُ (بقرہ ع) میں تو وہ صرف امالہ کرتے ہیں اور اس کے علاوہ یہ لفظ جہاں بھی آئے اس میں فتحہ اور امالہ دونوں کرتے ہیں۔ ابن ذکوان باقی سات افعال میں اس لیے امالہ نہیں کرتے کہ ان میں مستعلیہ حروف ہیں جو مانع امالہ ہیں اور بَلْ رَّانَ میں اس لیے نہیں کرتے کہ راء مفتوحہ اور اس کے بعد الف ہے جس نے اس کو مستعلیہ کے حکم میں کر دیا۔

جن دس افعال میں امام حمزہ کے لیے اوپر امالہ کا ذکر ہوا ویسے تو وہ اشعار

میں مذکور ہیں، مزید تفصیلات ان کی اس طرح ہے۔

(۱) خَابَ چار جگہ ہے (ابراھیم ۳ع، طٰہٰ ۳ع، ۶ع، والشمس)۔

(۲) خَافَ، خَافُوْا، خَافَتْ آٹھ جگہ ہیں لیکن خَافُوْنِ (آل عمران ۱۸ع) میں امالہ نہیں کیوں کہ وہ ماضی کا صیغہ نہیں، امر ہے۔

(۳) طَابَ (نساء ع) (۴) ضَاقَ، ھود ع، عنکبوت ع۔ ضَاقَتْ، توبہ ۴ع، ۱۴ع

(۵) حَاقَ دس جگہ ہے (۶) زَاغَ، نجم ع۔ زَاغُوْا، صف ع (۷) جَاءَ دو سو بیس جگہ آیا ہے (۸) شَآءَ ایک سو چھ جگہ آیا ہے۔

(۹) زَادَ۔ زَادُوْھُمْ۔ زَادَتْهُ۔ زَادَتْھُمْ جہاں جہاں بھی آئیں۔

(۱۰) بَلْ رَانَ تطفیف میں۔

(۳۲۱/۳۱)
وَفِي الِفَاتٍ قَبْلَ رَا طَرَفٍ اَتَتْ
بِكَسْرٍ اَمِلْ (تُ)دْعٰى (حَ)مِيْدًا وَّتُقْبَلَا

ترجمہ اور ان الفات میں جو ایسی راء سے پہلے ہوں جو کلمہ کے آخر میں کسرہ کے ساتھ آئی ہو۔ دوری، کسائی اور ابو عمرو کے لیے امالہ کبری کرو تم قابلِ تعریف اور مقبول ہونے کی حالت میں پکارے جاؤ گے۔

(۳۲۲/۳۲)
كَاَبْصَارِهِمْ وَالدَّارِ ثُمَّ الْحِمَارِ مَعْ
حِمَارِكَ وَالْكُفَّارِ وَاقْتَسْ لِتَنْضُلَا

ترجمہ (ان الفات کی مثالیں) اَبْصَارِهِمْ اور اَلدَّارِ۔ اَلْحِمَارِ۔ حِمَارِكَ اور اَلْكُفَّارِ کی طرح ہیں (انھیں پر اور مثالوں کو بھی) قیاس کر لو تاکہ تم (ان لوگوں پر) غالب آجاؤ (جو اس قسم کی مثالیں تلاش نہ کر سکیں)۔

شرح ایسے کلمات جن میں الفات کے بعد راء مکسورہ کلمہ کے آخر میں واقع ہو، خواہ وہ الفات عین کلمہ کی جگہ ہوں یا زائدہ ہوں ان میں حضرت

امام کسائی کے راوی دوری اور حضرت امام بصری امالہ کبریٰ کرتے ہیں ــ قولہ وَاقْتَسْ سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہم نے شعر میں جو پانچ مثالیں دی ہیں انھیں میں یہ امالہ منحصر نہیں بلکہ اس قسم کی جتنی مثالیں ہو سکتی ہیں سب کا یہی حکم ہے۔

(۳۲۳/۳۳) وَمَعْ کَافِرِیْنَ الْکَافِرِیْنَ بِیَائِہٖ
وَھَارٍ (رَ) وَیْ (مُ)رُوْ بِخُلْفٍ (صَ)ھٖدٍ (حِ)لَا

(۳۲۴/۳۴) (بِ)دَارِ وَجَبَّارِیْنَ وَالْجَارِ (تَ)مَّمُوْا
وَوَرْشٌ جَمِیْعَ الْبَابِ کَانَ مُقَلِّلَا

ترجمہ اور کَافِرِیْنَ کے ساتھ اَلْکَافِرِیْنَ میں درانحالیکہ (یہ دونوں) اپنی یاء کے ساتھ ہوں (واؤ کے ساتھ نہ ہوں، بصری اور دوری کسائی ہی نے امالہ کیا ہے)۔

۳۲۳:- اور ھَارٍ میں کسائی، شعبہ، بصری اور قالون کے لیے بلا خُلف اور ابن ذکوانؒ کے لیے خُلف کے ساتھ امالہ ہے جس کو (دوسروں کو علم سے) سیراب کر دینے والے (اور خود علم کے) پیاسے نے روایت کیا ہے (اور وہ) شیریں ہو گیا ہے۔

۳۲۴:- (تم علم میں) سبقت لے جانے کی کوشش کرو، اور جَبَّارِیْنَ اور اَلْجَارِ میں دوری کسائی کے ناقلین نے پورا امالہ کیا ہے۔ اور ورشؒ اس پورے باب (شعر ۳۲۱ تا ۳۲۴ میں بیان کردہ کلمات) میں تقلیل کرنے والے تھے۔

(۳۲۵/۳۵) وَھٰذَانِ عَنْہُ بِاخْتِلَافٍ وَّمَعَہٗ فِی الْ
بَوَارِ وَفِی الْقَھَّارِ حَمْزَۃُ قَلَّلَا

ترجمہ اور یہ دونوں (جَبَّارِیْنَ ، اَلْجَارِ) ان (ورش) کے نزدیک خُلف کے ساتھ ہیں (فتح اور تقلیل دونوں ہیں) اور اَلْبَوَارِ و اَلْقَهَّارِ میں امام حمزہ نے بھی ورش کے ساتھ تقلیل کی ہے۔

شرح ۳۲۳:۔ کَافِرِیْنَ اور الْکَافِرِیْنَ قرآن کریم میں ترانوے مقامات پر آئے ہیں، ان میں بھی دوری، کسائی اور ابو عمرو امالہ کبریٰ کرتے ہیں۔ اور ھَادٍ میں راء، صاد، حاء، اور باء والے (کسائی، شعبہ، بصری، اور قالون) صرف امالہ، اور میم والے (ابن ذکوان) کے لیے امالہ اور فتحہ دونوں ہیں۔

۳۲۴:۔ جَبَّارِیْنَ (مائدہ ۴ وشعراء ۷) اور اَلْجَارِ (نساء ۶) میں صرف دوری کسائی امالہ کبریٰ کرتے ہیں۔ اور ورش ؒ اس پورے باب یعنی ان تمام کلمات میں جن میں الف کے بعد راء مکسورہ ہو، صرف امالہ صغریٰ کرتے ہیں۔

۳۲۵:۔ لیکن جَبَّارِیْنَ اور اَلْجَارِ مستثنیٰ ہیں کہ ان میں ان سے فتحہ اور تقلیل دونوں ہیں۔

اور اس قسم کے دو کلمے "اَلْبَوَارِ، اَلْقَهَّارِ" ایسے ہیں کہ ان میں ورش کے ساتھ تقلیل کرنے میں امام حمزہ بھی شریک ہیں۔

وَاِضْجَاعُ ذِیْ رَائَیْنِ (حـ) جَجَّ (رُ) وَاتُهٗ
(۳۲۶/۳۶) كَالْاَبْرَارِ وَالتَّقْلِیْلُ (جـ) ادَلَ (فَ) یُصَلَا

ترجمہ اور دو راء والے (کلمہ میں) امالہ بصری اور کسائی کے لیے ہے اس کے رواۃ نے (اس امالہ پر) حجت قائم کی ہے، جیسے (کتب) الْاَبْرَارِ اور ورش وحمزہ نے تقلیل کی ہے (اور یہ تقلیل) مجادلہ کر کے فیصل قرار پائی ہے۔

شرح جس کلمہ میں دو راء کے درمیان الف ہو اور دوسری راء مکسور ہو اس میں بصری اور کسائی امالہ کبریٰ کرتے ہیں اور اس قسم کے صرف تین کلمے قرآنِ کریم میں ہیں۔ اَلْاَبْرَارِ (آل عمران ع۲ و تطفیف) اَلْقَرَارِ، قَرَارِ (مختلف جگہ) اَلْاَشْرَارِ (ص ع۴)۔

اور ورش و حمزہ اس میں امالہ صغریٰ کرتے ہیں۔ ورش تو یہاں اپنی اصل پر ہیں جیسا کہ شعر ۳۲۴ میں گذرا، فرق یہ ہے کہ وہاں ایک راء والا کلمہ تھا یہاں دو راء والا ہے۔ البتہ حمزہ کے لیے یہاں اپنے قاعدہ کے خلاف دو راء والے کلمہ میں تقلیل ہے اور طیبہ کے طریق سے ان کے لیے کبریٰ بھی ہے اور خلف کے لیے فتحہ بھی۔

(۳۲۷/۳۷) وَاِضْجَاعُ اَنْصَارِیْ (تـ)ـمِیْمٌ وَّسَارِعُوْا
نُسَارِعُ وَالْبَارِیْ وَبَارِئِکُمْ (تـ)ـلَا

ترجمہ اور اَنْصَارِیْ میں امالہ کبریٰ دوری کسائی کے لیے (لغت) تمیم ہے اور سَارِعُوْا، نُسَارِعُ، اَلْبَارِیْ اور بَارِئِکُمْ نے (بھی امالہ کرنے میں اَنْصَارِیْ کا) اتباع کیا ہے۔

(۳۲۸/۳۸) وَاٰذَانِھِمْ طُغْیَانِھِمْ وَیُسَارِعُوْ
نَ اٰذَانِنَا عَنْهُ الْجَوَارِ (تـ)ـمَثَّلَا

ترجمہ اور اٰذَانِھِمْ، طُغْیَانِھِمْ، یُسَارِعُوْنَ، اٰذَانِنَا اور اَلْجَوَارِ (کا امالہ بھی) ان ہی (دوری کسائی) سے متعین ہے۔

(۳۲۹/۳۹) یُوَارِیْ اُوَارِیْ فِی الْعُقُوْدِ بِخُلْفِهٖ
ضِعَافًا وَّحَرْفَا النَّمْلِ اٰتِیْکَ (قـ)ـوِّلَا

(۳۳۰/۴۰)

بِخُلْفٍ (ضَـ) مَمْنَاهُ مَشَارِبُ (لَا)مِعٌ
وَاٰنِيَةٍ فِيْ هَلْ اَتٰكَ (لِ)اَعْدَلاَ

ترجمہ سورۂ عقود (مائدہ) میں یُوَارِيْ، اُوَارِيَ (کا امالہ بھی دوری، کسائی ہی کے لیے) ان کے خلف کے ساتھ ہے (فتحہ اور امالہ کبریٰ دونوں ہیں اور) ضِعَافًا اور (سورۃ) نمل کے دونوں کلمے (اٰتِيْكَ، اٰتِيْكَ) میں خلاد کے لیے خلاف کے ساتھ اور خلف کے لیے بلا خلاف (خلاد کے لیے فتحہ اور امالہ کبریٰ اور خلف کے لیے صرف امالہ نقل کیا گیا ہے) جس کو ہم نے ملا دیا ہے مَشَارِبُ میں ہشام کے لیے امالہ چمکدار (مشہور) ہے اور (سورۃ) هَلْ اَتٰكَ میں اٰنِيَةٍ کا امالہ (بھی ایسے) ہشام کے لیے ہے جو بہت انصاف کرنے والے ہیں۔

(۳۳۱/۴۱)

وَفِي الْكٰفِرُوْنَ عَابِدُوْنَ وَعَابِدٌ
وَخُلْفُهُمْ فِي النَّاسِ فِي الْجَرِّ (حُـ)صِّلَا

ترجمہ اور (سورۃ) کٰفِرُوْن میں عَابِدُوْن اور عَابِدٌ (میں بھی امالہ ہشام ہی کے لیے ہے اور اَلنَّاسِ مجرور میں ناقلین کا خلف امام بصری کے لیے حاصل کیا گیا ہے (بصری کے راوی اول دوری کے لیے صرف امالہ کبریٰ اور راوی ثانی سوسی کیلئے صرف فتح ہے)۔

شرح شعر ۳۲۷ سے شعر ۳۲۹ کے مصرع اول تک بارہ کلمات ذکر فرمائے۔ ان سب میں امام کسائی کے راوی یعنی دوری امالہ کبریٰ کرتے ہیں کلمات کی تفصیل اس طرح ہے۔

(۱) اَنْصَارِيْ (اٰل عمران ع۵ وصف ع۲)، (۲) سَارِعُوْا (اٰل عمران ع۳)

(۳) نُسَارِعُ (مؤمنون ع۴)۔ (۴) اَلْبَارِئُ (حشر ع۳)۔ (۵) بَارِئِكُمْ (بقرہ ع۶)

(۶) اذانِهِمْ (بقرہ ع۲ وانعام ع۳ واسراء ع۵ وکہف ع۱ و ع۸ وفصلت ع۵ ونوح ع۱)۔

نوٹ:۔ یہ یاد رہے کہ اس میں ذال کے بعد والے الف میں امالہ ہے پہلے میں نہیں۔

(۷) طُغْیَانِهِمْ (بقرہ ویونس ع۲ وانعام ع۱۳ واعراف ع۲۳ ومؤمنون ع۴)۔

(۸) یُسَارِعُوْنَ (آلِ عمران ع۱۲ و ع۱۸ ومائدہ ع۷ و ع۸ و ع۹ وانبیاء ع۶ ومؤمنون ع۴)

(۹) اٰذَانِنَا۔ (فصلت ع۶) اس کے بھی دوسرے الف میں امالہ ہے۔

(۱۰) الْجَوَارِ (شوریٰ ع۴ ورحمٰن ع۲ وتکویر (۱۱) یُوَارِیْ (۱۲) اُوَارِیَ مائدہ ع۵۔ ان دونوں میں خُلف ہے یعنی فتحہ و امالہ دونوں ہیں۔

شعر ۳۲۹ کے مصرع ثانی میں فرماتے ہیں کہ لفظ ضِعٰفًا (نساء ع۱) اور سورۂ نمل (ع۳) کے دونوں لفظ اٰتِیْکَ اٰتِیْکَ میں خلاد کا خُلف (امالہ کبریٰ اور فتحہ) ہے اور خلف کا صرف امالہ ہے۔

شعر ۳۳۰ میں اور ۳۳۱ کے مصرع اول میں چار کلمات کا ذکر ہے، ان چاروں میں ہشام کے لیے امالہ کبریٰ ہے وہ یہ ہیں۔

(۱) وَمَشَارِبُ (یٰسٓ ع۵)۔ (۲) اٰنِیَةٍ (غاشیۃ) لیکن سورۂ دہر کے بِاٰنِیَةٍ میں متفقہ طور پر صرف فتحہ ہے۔

(۳) عَابِدُوْنَ (۴) عَابِدٌ (کٰفِرُوْن) لیکن سورہ بقرہ اور سورہ مومنون میں بھی عٰبِدُوْنَ آیا ہے وہاں متفقہ طور پر صرف فتحہ ہے۔

شعر ۳۳۱ کے مصرع ثانی میں لفظ النَّاسِ جب کہ مجرور ہو صرف امام بصری کے لیے خلف کے ساتھ امالہ کبریٰ کو بیان کیا۔ لیکن یہاں خلف سے مراد یہ نہیں کہ امام بصری کے ہر راوی کی دو وجہ ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ان کے دو راویوں کے لیے الگ الگ دو روایتیں ہیں، دوری کے لیے صرف امالہ اور سوسی کے

لیے صرف فتح۔

(۳۳۲/۴۲) حِمَارِكَ وَالْمِحْرَابِ اِكْرَاهِهِنَّ وَالْ
حِمَارِ وَفِي الْاِكْرَامِ عِمْرَانَ (مُ) مُثِّلَا

ترجمہ حِمَارِكَ، اَلْمِحْرَابِ، اِكْرَاهِهِنَّ، اَلْحِمَارِ، اَلْاِكْرَامِ عِمْرَانَ (میں) ابن ذکوان کے لیے (امالہ) متعین کیا گیا ہے۔

(۳۳۳/۴۳) وَكُلٌّ بِخُلْفٍ لِابْنِ ذَكْوَانَ غَيْرَمَا
يُجَرُّ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاعْلَمْ لِتَعْمَلَا

ترجمہ اور یہ تمام (چھ کلمات) ابن ذکوان کے لیے خُلف کے ساتھ (امالہ سے پڑھے گئے) ہیں سوائے اس لفظ "محراب" کے جو مجرور ہے۔ (کہ اس میں صرف امالہ کبریٰ ہے)، تم (ان سب قواعد کو) جان لو تاکہ عمل کرسکو۔

شرح شعر میں مذکور چھ کلمات یعنی (۱) حِمَارِكَ (بقرہ ع ۳۵)، (۲) اِكْرَاهِهِنَّ (نور ع ۴)۔ (۳) الحمارِ (جمعہ ع ۱)۔ (۴) اَلْاِكْرَامِ (رحمٰن ع ۲ و ع ۳) (۵) عِمْرَانَ (آل عمران ع ۴ وتحریم ع ۲) (۶) اَلْمِحْرَابَ منصوب (آل عمران ع ۴ وصٓ ع ۲) میں ابن ذکوان کے لیے فتح اور امالہ کبریٰ ہے اور اگر الْمِحْرَابِ مجرور ہو جو آل عمران ع ۴ اور مریم ع ۱ میں ہے، اس میں ان کے لیے صرف امالہ کبریٰ ہے ان چھ کلمات میں سے حِمَارِكَ اور الحِمَارِ کا ذکر شعر ۳۲۲ میں آچکا ہے وہاں بتایا تھا کہ امام بصری اور دوری کسائی ان میں امالہ کرتے ہیں اور یہاں ابن ذکوان کے لیے بیان کیا۔ اور ورش ان میں امالہ صغریٰ کرتے ہیں تو اب ورش، بصری، ابن ذکوان اور دوری کسائی کے علاوہ ساڑھے چار امام بچے، وہ سب ان چھ کلمات میں فتح پڑھتے ہیں۔

(۳۳۴/۴۴) وَلَا يَمْنَعُ الْاِسْكَانُ فِي الْوَقْفِ عَارِضًا
اِمَالَةَ مَا لِلْكَسْرِ فِي الْوَصْلِ مُيِّلَا

ترجمہ اور وہ اسکان جو وقف (یا ادغام) کی وجہ سے عارضی طور پر پیش آگیا ہو (اس الف کے) امالہ کے لیے مانع نہیں بنتا جو حالت وصل میں (الف کے بعد آنے والے) کسرہ کی وجہ سے امالہ سے پڑھا گیا ہو۔

شرح جس الف میں اس لیے امالہ ہو رہا تھا کہ اس کے بعد کسرہ تھا جیسے اَلنَّاسِ اگر اس پر وقف کرنے یا اس کا دوسرے کلمہ میں ادغام کرنے کی وجہ سے وہ کسرہ ادا نہ ہو بلکہ سکون سے بدل جائے تو یہ سکون ادغام کے لیے مانع نہیں بنے گا بلکہ کسرہ کو اب بھی موجود مانتے ہوئے امالہ بدستور باقی رہے گا اس لیے کہ یہ سکون عارضی ہے اور کسرہ اصلی ہے۔ اسی قسم کا مضمون شعر ۱۵۴ میں گذرا ہے۔ اس کو دوبارہ دیکھ لیا جائے۔

(۳۳۵/۴۵) وَقَبْلَ سُكُونٍ قِفْ بِمَا فِي اُصُولِهِمْ
وَذُو الرَّاءِ فِيْهِ الْخُلْفُ فِي الْوَصْلِ (يـ) جُتَلَا

ترجمہ اور سکون سے پہلے (الف پر فتحہ، امالہ صغریٰ، امالہ کبریٰ سے) ان (قراء) کے اصول کے مطابق وقف کرو، اور را، (کے بعد) والا الف جو ہے اس میں حالتِ وصل میں سوسی کے لیے خلف کے ساتھ (امالہ) دیکھا جاتا ہے۔

(۳۳۶/۴۶) كَمُوسَى الْهُدٰى عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ وَالْقُرَى الْ
لَّتِيْ مَعْ ذِكْرَى الدَّارِ فَافْهَمْ مُحَصِّلَا

ترجمہ جیسے مُوسَى الْهُدٰى عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ۔ الْقُرَى الَّتِيْ۔ ذِكْرَى الدَّارِ (سکون سے پہلے الف کی مثالیں ہیں۔ پہلی دو بغیر را، کی اور بعد کی دو را، والی)۔

شرح جس کلمہ کے آخر میں ایسا الف ہو جس پر امالہ کا قاعدہ جاری ہوتا ہے اس کو ایسے اگلے کلمہ سے ملا کر پڑھیں جس کے شروع میں ساکن ہو تو یہ الف اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کی وجہ سے ساقط ہو جائے گا جیسے مُوسَی کو الْهُدَیٰ سے یا ذِكْرَى کو الدَّارِ سے ملایا جائے۔ اس صورت میں الف چونکہ پڑھنے میں نہیں آتا اس لیے اس میں امالہ بھی نہیں ہوگا اور جب پہلے کلمہ پر وقف ہوگا تو فتح والوں کے لیے فتح سے تقلیل والوں کے لیے تقلیل سے، اور امالہ کبریٰ والوں کے لیے امالہ کبریٰ سے وقف کیا جائے گا۔ لیکن اگر اس الف سے پہلے راء ہو تو سوسی کے لیے خُلف ہے یعنی وہ حالتِ وصل میں بھی فتح اور امالہ کبریٰ کرتے ہیں باقی سب صرف فتح پڑھتے ہیں۔

(۳۳۷/۴۷)
وَقَدْ فَخَّمُوا التَّنْوِينَ وَقْفًا وَّرَقَّقُوا
وَتَفْخِيمُهُمْ فِي النَّصْبِ اَجْمَعُ اَشْمُلَا

ترجمہ اور (زبر کی) تنوین کو (علماء نے) وقف کی حالت میں تفخیم (فتح) سے (بھی) پڑھا ہے اور ترقیق (امالہ صغریٰ و کبریٰ) سے (بھی) اور نصب کی حالت میں ان کا تفخیم (فتح) سے پڑھنا جماعتوں کے اعتبار سے زیادہ جامع ہے (زیادہ حضرات کا اس پر اتفاق ہے کہ حالتِ نصب کی تنوین کو وقف میں فتح سے پڑھا جائے)۔

(۳۳۸/۴۸)
مُسَمًّى وَّمَوْلًى رَفْعُهُ مَعْ جَرِّهِ
وَمَنْصُوبُهُ غُزًّى وَّتَتْرًا تَزَيَّلَا

ترجمہ حالتِ رفعی وجرّی کی مثالیں مُسَمًّى اور مَوْلًى اور حالتِ نصبی کی غُزًّى و تَتْرًا ہیں (جو پہلی دونوں مثالوں سے) جدا ہو گئی ہیں۔

شرح اوپر کے شعر میں بتایا تھا کہ جب الف میں تقلیل و امالہ ہو سکتا ہے اس کو مابعد کے ساکن سے نہ ملایا جائے بلکہ اسی پر وقف کیا جائے تو اس میں تقلیل و امالہ دونوں ہوں گے جس کی مُوسَی الْهُدٰی اور ذِكْرَى الدَّارِ مثالیں گذری ہیں۔ یہاں یہ فرماتے ہیں کہ جس کلمہ پر زبر کی تنوین ہو اور اس پر وقف کر دیا جائے تو چونکہ زبر کی تنوین وقف میں الف بن جاتی ہے اس لیے اس میں بھی قراء اپنے اپنے قاعدہ کے مطابق فتح، امالہ اور تقلیل کرتے ہیں۔ لیکن اس میں کچھ اختلاف بھی ہے جو پہلے کلموں میں نہیں تھا وہ یہ کہ:

۱:۔ رفعی، نصبی، جرّی تینوں حالتوں میں اپنے اپنے اصول کے مطابق فتح، تقلیل اور امالہ۔

۲:۔ تینوں حالتوں میں صرف فتح۔

۳:۔ اگر وہ کلمہ نصبی حالت میں ہے تو فتح اور اگر رفعی یا جرّی حالت میں ہے تو امالہ۔

بَابُ مَذْهَبِ الْكِسَائِی

فِی اِمَالَةِ هَاءِ التَّانِيْثِ فِی الْوَقْفِ

جو تا، تانیث یا مثل تا، تانیث اسم کے اخیر میں ہو جو وقف میں ہا سے بدل جاتی ہے اس میں اور اس سے پہلے والے حرف میں امام کسائی امالہ کرتے ہیں، خواہ یہ گول لکھی ہو یا لانبی جیسے نِعْمَةٌ، نِعْمَتَ اللهِ۔ هُمَزَةٍ اور یہ امالہ صرف امام کسائی کے یہاں ہوتا ہے۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ

یہ امالہ تا، اور اس سے پہلے فتحہ دونوں میں ہے یا صرف فتحہ میں۔ اکثر شارحین کے نزدیک دونوں میں ہے۔ اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ فتحہ کو کسرہ کی اور ہا، کو قدرے یا، کی جانب مائل کیا جائے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ہا، میں نہیں، صرف اس کے ماقبل فتحہ میں ہے کیوں کہ امالہ کے معنی مائل کرنے اور جھکانے کے آتے ہیں، اور یہ کیفیت ماقبل والے مفتوح میں ہی ہو سکتی ہے۔ جمہور نے اسی کو اختیار کیا ہے، علامہ شاطبی رح نے عنوان میں امالہ کی نسبت ہا، تانیث کی طرف کر کے پہلے قول کی طرف اور شعر میں وقبلھا کا لفظ بڑھا کر دوسرے قول کی طرف اشارہ کیا ہے۔

(۳۳۹/۱) وَفِي هَاءِ تَانِيْثِ الْوُقُوْفِ وَقَبْلَهَا
مُمَالُ الْكِسَائِيْ غَيْرَ عَشْرٍ لِيَعْدِلَا

ترجمہ اور ہا، تانیث وقفی اور اس سے پہلے حرف میں (امام کسائی کا امالہ ہے سوائے دس (حروف) کے، تاکہ برابر کر دیں۔

(۳۴۰/۲) وَيَجْمَعُهَا (حَقٌّ ضِغَاطُ عَصٍ خَظَا)
وَ(اَكْهَرُ) بَعْدَ الْيَاءِ يَسْكُنُ مُيِّلَا

۳۴۱/۳ اَوِ الْكَسْرِ وَالْاِسْكَانُ لَيْسَ بِحَاجِزٍ
وَيَضْعُفُ بَعْدَ الْفَتْحِ وَالضَّمِّ اَرْجُلَا

ترجمہ اور (ان دس حروف کو) حَقٌّ ضِغَاطُ عَصٍ خَظَا کا مجموعہ جمع کرتا ہے اور اَكْهَرُ (کے چار حروف) یا، ساکنہ یا کسرہ کے بعد (اگر ہوں تو) امالہ سے پڑھے گئے ہیں۔ اور کسرہ اور ان حروف کے درمیان اگر کوئی) ساکن (ہو تو وہ امالہ کے لیے) مانع نہیں ہے اور فتحہ وضمہ کے بعد (اگر

اکھر کا کوئی حرف ہے تو اس میں امالہ صحیح تو ہے مگر ضعیف ہے۔

لِعِبْرَةٍ مِائَةٍ وِجْهَهْ وَالْأَيْكَهْ وَبَعْضُهُمْ
(۳۴۲/۴) سِوَى أَلِفٍ عِنْدَ الْكِسَائِيِّ مَيَّلا

ترجمہ (اکھر کے چاروں حرفوں میں امالہ ہونے کی مثالیں) لِعِبْرَة، مِائَة، وِجْهَة اور لَيْكَة ہیں اور ان (اہل ادا) میں سے بعض نے الف کے علاوہ (تمام حروف میں) امام کسائی کے لیے امالہ کیا ہے۔

شرح جو تاء امام کسائی رحمہ اللہ کے یہاں وقف میں ہاء سے بدلتی ہے (اور ان کے یہاں واحد کے تمام صیغوں کی تاء تانیث سوائے یَا أَبَتِ کے ہاء سے بدلتی ہے) اس میں وہ حالتِ وقف میں امالہ کرتے ہیں، خواہ وہ گول ہو جیسے نِعْمَة یا دراز ہو جیسے نِعْمَتَ اللّٰهِ (بقرہ ع ۲۹) اور خواہ وہ تانیث پر دلالت کرتی ہو یا صورۃً تاء تانیث جیسی ہو جیسے هُمَزَة لیکن حَقٌّ ضِغَاطٌ عَصٍ خَظًا کے دس حروف میں سے اگر کوئی حرف ہاء تانیث سے قبل ہوگا تو امالہ نہیں کریں گے جیسے النَّطِيحَةُ، لَا طَاقَةَ وغیرہ اور اکھر کے چار حروف میں سے کوئی حرف اگر ہاء تانیث سے قبل ہو اور اس سے پہلے کسرہ یا یاء ساکنہ ہو، تب بھی امالہ کرتے ہیں۔ یہ کسرہ خواہ متصل ہو یا کسرہ اور ان حروف کے درمیان کوئی ساکن حرف ہو۔ ان چاروں حرفوں کی مثالیں شعر ۳۴۲ میں مذکور ہیں، لیکن اکھر کے حرف سے پہلے اگر نہ کسرہ ہے اور نہ یاء ساکنہ تو امالہ نہیں کریں گے جیسے بَكَّة، سَفَرَة وغیرہ۔

دوسرا قول جو شعر ۳۴۲ میں وَبَعْضُهُمْ سے بیان کیا، یہ ہے کہ اگر ہاء سے پہلے الف ہے جیسے اَلصَّلٰوة وغیرہ، تب تو امالہ نہیں۔ باقی کوئی بھی حرف ہو اس میں امالہ ہوگا۔

پورے باب کا خلاصہ یہ ہوا کہ اگر ہا تانیث سے قبل فَجِثْتُ زَیْنَبَ لِذَوْدِ شَمْسٍ کے پندرہ حروف میں سے کوئی حرف ہو تو بلا کسی شرط اور بلا خلاف امالہ ہوگا اور اگر اَکْھَرُ کے چار حروف میں سے کوئی حرف ہو تو اس شرط کے ساتھ امالہ ہوگا کہ اس حرف سے پہلے کسرہ یا یا ساکنہ ہو اور کسرہ اور ان حروف کے درمیان اگر کوئی ساکن ہو تو وہ امالہ کے لیے مانع نہیں بنے گا۔

اور اگر ہا تانیث سے پہلے حق ضغاط عص خظا میں سے کوئی حرف آئے یا اَکْھَرُ میں سے کوئی حرف ہو لیکن اس سے قبل نہ کسرہ ہو اور نہ یا ساکنہ۔ ان دونوں صورتوں میں امالہ نہیں ہوگا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ہا تانیث سے پہلے اگر الف ہے تب تو امالہ نہیں ہے اور الف کے علاوہ کوئی بھی حرف ہو سب میں امالہ ہوگا۔

بَابُ مَذَاهِبِهِمْ فِی الرَّاءَاتِ

را اور لام کبھی پُر اور کبھی باریک ہوتے ہیں، پُر کرنے کو تفخیم اور باریک کرنے کو ترقیق کہتے ہیں اور لام کے پُر کرنے کو تغلیظ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ جب کسی حرف کو پُر کیا جاتا ہے تو منہ بھر کر پڑھا جاتا ہے اور اس کی آواز موٹی ہوتی ہے۔ اور باریک کرنے کا مطلب آواز کو پتلا اور باریک کر دینا ہے پھر را میں اصل تفخیم اور لام میں اصل ترقیق ہے۔ را میں ترقیق اور لام میں تفخیم سبب پر موقوف ہے۔

را مضموم ومفتوح، ساکن ماقبل مضموم ومفتوح۔ ساکن، ساکن ماقبل مفتوح ومضموم بالاتفاق پُر ہوتی ہیں۔ جن کی بالترتیب مثالیں اس طرح ہیں

رُزِقْنَا۔ رَبَّنَا۔ يُرْجَعُوْنَ۔ يَرْجِعُوْنَ۔ فَجْر۔ يُسْر۔

ایسے ہی راء مکسور، ساکن ماقبل مکسور۔ ساکن۔ ساکن ماقبل مکسور — بالاتفاق باریک ہوتی ہے۔ ان کی بالترتیب مثالیں اس طرح ہیں۔ رِزْق۔ شِرْعَةً۔ ذِكْر۔ لیکن ورش کے یہاں وہ راء بھی باریک ہوتی ہے جو مفتوح یا مضموم ہو اور اس کے ماقبل کسرہ یا یاء ساکنہ متصلہ ہو۔ اسی نوع کو علامہ شاطبی نے اس باب کے سب سے پہلے شعر میں بیان فرمایا ہے، اس کی مثالیں بھی شعر کے ترجمہ میں آئیں گی۔

(۳۴۳/۱) وَرَقَّقَ وَرْشٌ كُلَّ رَاءٍ وَقَبْلَهَا
مُسَكَّنَةً يَاءٌ اَوِ الْكَسْرُ مُوْصَلَا

ترجمہ اور ورش نے ہر ایسی راء (مضمومہ ومفتوحہ) کو باریک پڑھا ہے جس سے پہلے ساکن کی ہوئی یاء (متصلہ) یا کسرہ متصلہ ہو۔

شرح راء مضمومہ یا مفتوحہ سے پہلے کسرہ لازمہ اور متصلہ ہوگا تو راء کو ورش باریک پڑھیں گے جیسے فِي الْاٰخِرَةِ کہ اس میں کسرہ متصل بھی ہے اور لازم بھی۔ لازم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس کو ہٹا لیا جائے تو کلمہ مہمل ہو جائے۔ چنانچہ یہاں اگر خاء کو ہٹا لیا جائے تو رَةِ رہ جائے گا جس کے کوئی معنی نہیں اور لازمہ کی قید لگا کر لام جارہ و باء جارہ کو نکالنا مقصود ہے کیوں کہ ان کو ہٹا لینے سے کلمہ مہمل نہیں ہوتا جیسے بِرَبِّهِمْ، لِرَسُوْلٍ۔ اور متصل نہ ہونے کی مثال جیسے اَبُوْكِ امْرَأَ۔ ایسے ہی اگر راء مضمومہ ومفتوحہ سے پہلے یاء ساکنہ متصلہ ہے تب بھی وہ اس کو باریک ہی پڑھتے ہیں۔

متصلہ کی مثالیں: خَيْرَ۔ غَيْرُ۔

اور یاء منفصلہ کی مثالیں: فِيْ رَيْبٍ۔ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ۔

وَلَمْ یَرَ فَصْلًا سَاکِنًا بَعْدَ کَسْرَۃٍ
(۳۴۴/۲) سِوٰی حَرْفِ الِاسْتِعْلَا سِوَی الْخَا فَکَمَّلَا

ترجمہ اور ورش نے فاصل نہیں سمجھا ہے اس ساکن کو جو کسرہ کے بعد (را، سے پہلے) ہو، سوائے حروفِ استعلاء کے۔ اور حروفِ استعلاء میں سے خاء مستثنیٰ ہے پس انھوں نے (اپنے قاعدہ کو) مکمل کر دیا ہے۔

شرح اوپر یہ قاعدہ بتایا تھا کہ ورش ؒ اس راء مضمومہ و مفتوحہ کو باریک پڑھتے ہیں جس سے پہلے کسرہ ہو۔

یہاں یہ بتا رہے ہیں کہ اگر کسرہ اور راء کے درمیان کوئی ساکن حرف آجائے تو اس کو فاصل نہ سمجھتے ہوئے اب بھی راء کو باریک ہی پڑھتے ہیں۔ جیسے اِجْرَامِی۔ لیکن اگر وہ ساکن حرف مستعلیہ ہو تو قوی ہونے کی بناء پر اس کو فاصل قرار دیتے ہیں اور اب اس راء کو پُر کرتے ہیں جیسے مِصْرًا ہاں اگر حروفِ مستعلیہ میں سے خاء ہو تو اس کے مہموسہ و منفتحہ ہونے کی بناء پر ضعیف شمار کرتے ہوئے فاصل نہیں مانتے، خاء کے ہوتے ہوئے باریک ہی پڑھتے ہیں جیسے: اِخْرَاجُهُمْ۔

وَفَخَّمَهَا فِی الْاَعْجَمِیِّ وَفِیْ اِرَمْ
(۳۴۵/۳) وَتَکْرِیْرِهَا حَتّٰی یُرٰی مُتَعَدِّلَا

ترجمہ اور عجمی (غیر عربی کلمات) میں اور اِرَمَ (والفجر) میں (راء مفتوحہ بعد الکسر کو) اور راء کے مکرر ہونے کی صورت میں (بھی) پُر پڑھا ہے تاکہ دونوں راء برابر سنی جائیں۔

شرح عجمی کلمات جو قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں اِبْرٰهِیْمَ، اِسْرَآءِیْلَ عِمْرَانَ اور بعض کے قول پر اِرَمَ (والفجر) بھی عجمی ہے ان سب

کی را، کو ورش پُر ہی پڑھتے ہیں جیسا کہ اس راء مفتوحہ و مضمومہ کو کرتے ہیں جس کے ماقبل خاء کے علاوہ کوئی حرف مستعلیہ ہو۔ ایسے ہی جس کلمہ میں کسرہ کے بعد راء مکرر آرہی ہو جیسے فِرَارًا۔ مِدْرَارًا اس میں بھی دونوں راؤں کو پُر کرتے ہیں۔ دوسری تو اس لیے پُر ہے کہ اس کے باریک ہونے کا کوئی سبب ہی نہیں، اور پہلی کو دوسری کی مناسبت سے پُر کرتے ہیں تاکہ دونوں کا تلفظ یکساں ہوجائے۔

۳۴۶/۴
وَتَفْخِيمُهُ ذِكْرًا وَسِتْرًا وَبَابَهُ
لَدَى جِلَّةِ الْأَصْحَابِ أَعْمَرُ أَرْحُلَا

ترجمہ اور ان (ورش) کا ذِكْرًا وسِتْرًا اور اس کے باب (ان کے وزن پر دیگر کلمات اِمْرًا، وِزْرًا، حِجْرًا، صِهْرًا) کی راء کو پُر کرنا جلیل القدر اصحاب کے نزدیک منزلوں کے اعتبار سے زیادہ آباد ہے (بنسبت ترقیق کے تفخیم اولیٰ ہے)۔

شرح جو چھ کلمات فِعْلًا کے وزن پر ترجمہ میں مذکور ہیں ان سب میں تفخیم و ترقیق دونوں ہیں لیکن جمہور نے تفخیم کو پسند کیا ہے۔ ہاں اگر اس وزن کے کلمات میں تشدید ہو جیسے سِرًّا تو صرف ترقیق ہوگی اور اگر راء سے قبل حرفِ مستعلیہ ہو جیسے قِطْرًا تو صرف تفخیم ہوگی۔

(۳۴۷/۵)
وَفِي شَرَرٍ عَنْهُ يُرَقِّقُ كُلُّهُمْ
وَحَيْرَانَ بِالتَّفْخِيمِ بَعْضٌ تَقَبَّلَا

ترجمہ اور بِشَرَرٍ (مرسلت) میں ان (ورشؒ) سے سب ناقلین ترقیق کرتے ہیں اور حَيْرَانَ (انعام ع ۹) (کی راء کو ان کے) بعض ناقلین نے تفخیم کے ساتھ قبول کیا ہے۔ (بِشَرَرٍ کی دوسری راء کی ترقیق تو ظاہر ہے۔

پہلی را، کو بھی دوسری کی مناسبت سے مرقق پڑھتے ہیں اور حَیْرَانَ میں تفخیم و ترقیق دونوں ہیں۔ لیکن یا، کی وجہ سے ترقیق قیاس کے زیادہ موافق ہے)۔

(۳۴۸/۶)
وَفِي الرَّاءِ عَنْ وَرْشٍ سِوَى مَا ذَكَرْتُهُ
مَذَاهِبُ شَذَّتْ فِي الْأَدَاءِ تَوَقُّلَا

ترجمہ اور را، کے سلسلہ میں ورش سے (اس طریق کے علاوہ) جس کو میں نے ذکر کیا ہے اور بھی طرق ہیں جو ادائیگی (نقل اور) شہرت کے اعتبار سے شاذ ہو گئے ہیں۔

شرح شعر ۳۴۴ سے ۳۴۷ تک جن را،ات کو مستثنیٰ کیا ہے ان کے علاوہ کچھ اور الفاظ بھی ایسے ہیں جن کا استثناء ہے۔ مگر چونکہ وہ مشہور نہیں ہیں اس لیے ہم نے ان کو بیان نہیں کیا۔

(۳۴۹/۷)
وَلَابُدَّ مِنْ تَرْقِيقِهَا بَعْدَ كَسْرَةٍ
إِذَا سَكَنَتْ يَا صَاحِ لِلسَّبْعَةِ الْمَلَا

ترجمہ اور اس (را،) کا باریک کرنا ضروری ہے جو ساکن (اور) کسرہ کے بعد ہو اے میرے ساتھی ساتوں (اماموں) کے لیے جو اشراف ہیں۔

شرح را، ساکن ماقبل مکسور بالاتفاق باریک ہوتی ہے، خواہ درمیان کلمہ میں ہو یا اخیر میں۔ لیکن اس کے باریک ہونے کی تین شرطیں ہیں (۱) یہ کہ را، ساکن سے پہلے کسرہ اسی کلمہ میں ہو (۲) یہ کسرہ اصلی ہو عارضی نہ ہو (۳) را، کے بعد اس کلمہ میں کوئی حرف مستعلیہ نہ ہو۔ اگر تینوں میں کوئی بھی ایک شرط مفقود ہو گی تو را، بجائے باریک کے پُر ہو جائے گی۔ یہ تینوں شرطیں اگلے اشعار میں آ رہی ہیں۔

(۳۵۰/۸)
وَمَا حَرْفُ الْاِسْتِعْلَاءِ بَعْدُ فَرَاؤُهُ
لِكُلِّهِمُ التَّفْخِيمُ فِيهَا تَذَلَّلَا

ترجمہ اور وہ (کلمہ) کہ حرف استعلا (اس میں راء کے) بعد ہو تو اس کی راء سب کے لیے تفخیم (سے پڑھی جائے گی) اس میں (یہ حکم) آسان ہو گیا ہے۔

شرح راء ساکن ماقبل مکسور کے باریک ہونے کی پہلی شرط بیان فرماتے ہیں کہ اگر راء کے بعد اس کلمہ میں کوئی حرف مستعلیہ ہے وہ باریک نہیں بلکہ سب کے لیے پُر پڑھی جائے گی۔ حرف مستعلیہ نہ ہونے کی مثالیں تو شِرْعَةً وغیرہ بہت سی ہیں لیکن حرف مستعلیہ ہونے کی مثالیں جن میں متفقہ طور پر راء پُر ہو گی چار ہیں (۱) اِرْصَادًا (توبہ ع ۱۳) ــــ (۲) مِرْصَادًا (نباء ع) (۳) لَبِالْمِرْصَادِ (والفجر) (۴) قِرْطَاسٍ (انعام ع) (۵) فِرْقَةٍ (توبہ ع ۱۳ و ع ۱۵) ان کلمات میں حروف مستعلیہ ترقیق کے لیے مانع ہیں لیکن فِرْقٍ (شعراء ع) میں تفخیم و ترقیق دونوں ہیں تفخیم تو اس لیے کہ راء کے بعد حرف مستعلیہ اسی کلمہ میں ہے اور ترقیق اس لیے ہے کہ کسرہ نے قاف کو کمزور کر دیا ہے اور قاف ہی راء کی تفخیم کا سبب تھا یہی حکم فِرْقَةٍ کا حالت وقف میں کسائی کے لیے ہے کیوں کہ وہ امالہ کرتے ہیں اور امالہ سے حرف کمزور ہو جاتا ہے۔

راء ساکنہ ماقبل مکسور کے بعد اگر حرف مستعلیہ دوسرے کلمہ میں آئے تو راء پُر نہیں ہو گی جیسے اَنْذِرْ قَوْمَكَ اور ورش کے یہاں وہ راء مفتوحہ جو کسرہ کے بعد ہو، اور اس کے بعد حرف مستعلیہ الف کے فاصلہ سے آجائے تب بھی پُر ہو گی حالانکہ ان کے یہاں راء مفتوحہ و مضمومہ بعد الکسر باریک ہوتی ہے۔ اس نوع کے چار کلمے ہیں۔

(۱) صِرَاطٍ جہاں بھی آئے (۲) اِعْرَاضًا (نساء ع ۱۹) اِعْرَاضُهُمْ (انعام ع)۔

(۳) فِرَاقُ بَيْنِي (کہف ع) اَلْفِرَاقُ (قیامہ ع)۔ (۴) وَالْاِشْرَاقِ (صٓ ع)۔

اس نوع میں حرف مستعلیہ دوسرے کلمہ میں ہو تو باقی سب کی طرح

ورش بھی را، کو باریک ہی پڑھتے ہیں جیسے لِتُنذِرَ قَوماً۔

وَيَجمَعُهَا قِظ خُصَّ ضَغطٍ وَخُلفُهُم
(۳۵۱/۹) بِفِرقٍ جَرَى بَينَ المَشَائِخِ سَلسَلَا

ترجمہ اور اُن (حروف مستعلیہ کو) قِظ، خُصَّ ضَغطٍ (کا مجموعہ) جمع کرتا ہے اور فِرقٍ میں ان (قراء) کا خلاف مشائخ کے درمیان جاری ہوا ہے جو آسان (اور عام) ہے۔

نوٹ:۔ فِرقٍ کے خلف کی تفصیل اس سے پہلے شعر میں گذر چکی۔

وَمَا بَعدَ كَسرٍ عَارِضٍ أَو مُفَصَّلٍ
(۳۵۲/۱۰) فَفَخِّم فَهٰذَا حُكمُهُ مُتَبَذِّلَا

ترجمہ اور جو (را،) کسرہ عارضی یا (کسرہ) منفصل کے بعد ہو تو اس کو پُر کرو یہ اس کا حکم عام (اور مشہور) ہے۔

شرح (۳۵۱) حروف مستعلیہ کا مجموعہ قِظ، خُصَّ ضَغطٍ ہے اور فِرقٍ میں خلف ہے جس کی تفصیل گذر چکی۔

۳۵۲:۔ اس شعر میں را، ساکن ماقبل مکسور کے باریک ہونے کی دوسری اور تیسری شرط کو بیان فرمایا۔ (۱) اگر را، کے ماقبل کسرہ عارضی ہے جیسے اِرجِعُوا (۲) یا کسرہ منفصل یعنی دوسرے کلمہ میں ہے جیسے اِنِ ارتَبتُم دونوں صورتوں میں یہ را، باریک نہ ہوگی بلکہ پُر ہوگی۔ اور فرماتے ہیں کہ یہ حکم عام ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

وَمَا بَعدَهُ كَسرٌ أَوِ اليَا فَمَا لَهُم
(۳۵۳/۱۱) بِتَرقِيقِهِ نَصٌّ وَثِيقٌ فَيَمثُلَا

ترجمہ اور وہ را، جس کے بعد کسرہ یا یا، ہو تو اس کو باریک کرنے کے لیے ان (محققین) سے کوئی مضبوط (قابل اعتماد) تصریح نہیں ہے کہ ظاہر

ہو) اس پر عمل کیا جا سکے)

شرح اوپر شعر ۳۴۳ اور ۳۴۹ میں قاعدہ بتایا گیا تھا کہ راء کے ماقبل کسرہ یا یاء ساکنہ ہو تو راء باریک ہوتی ہے۔ اس شعر میں فرماتے ہیں کہ بعض حضرات نے قیاس کرتے ہوئے اس راء کو بھی باریک پڑھا ہے جس کے بعد کسرہ یا یاء ہو جیسے بَیْنَ الْمَرْءِ اور مَرْیَمَ لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیوں کہ اس کے متعلق متقدمین و محققین میں سے کسی کا بھی قول نہیں ہے اور نہ یہ کسی معتبر دلیل سے ثابت ہے۔

(۳۵۴/۱۲) وَمَا لِقِيَاسٍ فِي الْقِرَاءَةِ مَدْخَلٌ
فَدُونَكَ مَا فِيهِ الرِّضَا مُتَكَفِّلَا

ترجمہ اور قراءات میں قیاس کو کوئی دخل نہیں۔ لہٰذا تم (انھیں قواعد و اصول کو) اختیار کرو جن میں پسندیدگی ہو (اور انھیں کو پوری احتیاط کے ساتھ نقل کرنے کے) تم ذمہ دار ہو۔

شرح اس شعر میں ایک مستقل ضابطہ بیان فرمایا کہ قراءت کوئی عقلی علم نہیں، خالص نقلی اور روایتی علم ہے۔ اس لیے کسی قاعدہ پر قیاس کرتے ہوئے اس جیسا دوسرا قاعدہ بنانے کا کسی کو اختیار نہیں۔ لہٰذا راء ماقبل کسرہ اور ماقبل یاء پر قیاس کر کے یہ قاعدہ بنانے کا کوئی مجاز نہیں کہ اگر راء کے بعد کسرہ یا یاء ہو تو وہ راء بھی باریک ہوگی۔ جب یہ بات ہے تو تمہاری بھی یہ ذمہ داری ہے کہ جو قراءات اور وجوہ نقلِ صحیح اور تواتر سے ثابت ہیں انھیں کو اختیار کرو اور پھر پوری احتیاط اور احساسِ ذمہ داری کے ساتھ انھیں کو نقل کرو اور اپنے قیاس کو بالکل دخل نہ دو۔

(۳۵۵/۱۳) وَتَرْقِيقُهَا مَكْسُورَةً عِنْدَ وَصْلِهِمْ
وَتَفْخِيمُهَا فِي الْوَقْفِ أَجْمَعُ أَشْمُلَا

ترجمہ اور اس (را) کا مکسور ہونے کی صورت میں باریک کرنا ان (قرا) کے نزدیک وصل کی حالت میں (ثابت ہے) اور حالتِ وقف میں اسی (را) کو پُر کرنا جب کہ اس کے ماقبل اسبابِ ترقیق میں سے کوئی سبب نہ ہو) جماعتوں کے اعتبار سے زیادہ جائز ہے (مکی اور حصری کے علاوہ سب اس کو پُر ہی پڑھتے ہیں)۔

شرح جو را مکسورہ ہو، خواہ اس کا کسرہ اصلی ہو یا عارضی، اسم میں ہو یا فعل میں۔ حالت وصل میں سب اس کو باریک پڑھتے ہیں اگرچہ اس کے بعد حرف مستعلیہ ہی کیوں نہ ہو جیسے الغَارِ اَنْذِرِالنَّاسَ لیکن اگر اسی را پر وقف بالاسکان کر دیا جائے اور اس کے ماقبل فتحہ یا ضمہ ہو جیسے وَنَهَرٍ وَدُسُرٍ اگرچہ یہ فتحہ وضمہ ساکن فاصل کے ساتھ ہو جیسے وَالْفَجْرِ، عُسْرٍ تو یہ پُر ہوگی۔ لیکن مکی وحصری سکون وقفی کے عارضی ہونے کی وجہ سے حالتِ وقف میں بھی اس را مکسورہ کو باریک ہی پڑھتے ہیں۔

(۳۵۶/۱۴)
وَلٰكِنَّهَا فِىْ وَقْفِهِمْ مَعْ غَيْرِهَا
تُرَقَّقُ بَعْدَ الْكَسْرِ اَوْ مَا تَمَيَّلَا

(۳۵۷/۱۵)
اَوِ الْيَاءِ تَأْتِىْ بِالسُّكُوْنِ وَرَوْمُهُمْ
كَمَا وَصْلِهِمْ فَابْلُ الذَّكَاءَ مُصَقَّلَا

ترجمہ اور لیکن (وہی را مکسورہ جو کلمہ کے اخیر میں واقع ہو) اپنے غیر (را مضمومہ ومفتوحہ) کے ساتھ کسرہ، اور اس الف کے بعد جس میں امالہ ہوا ہو، اور (ایسے ہی) یاء ساکنہ کے بعد حالت وقف میں باریک پڑھی جاتی ہے اور ان کا (اس را پر وقف) بالروم (کرنے کا حکم) ان کے وصل جیسا ہے

داگر وہ حالت وصل میں باریک ہونی چاہئے تھی تو وقف بالروم کی حالت میں بھی باریک ہوگی۔ اور اگر حالت وصل میں پُر ہونی چاہئے تھی تو وقف بالروم میں بھی پُر ہوگی) تم اپنی ذکاوت کو آزماؤ کہ وہ خوب صاف کی ہوئی (اور عمدہ) ہے۔

شرح راء مکسورہ ہو یا مضمومہ و مفتوحہ، سکون کے ساتھ وقف کرنے کی صورت میں صرف مندرجہ ذیل تین صورتوں میں باریک پڑھی جاتی ہے

(۱) جب کہ کسرہ کے بعد ہو جیسے مُنْهَمِرٍ اگرچہ کسرہ اور راء کے درمیان (حرف مستعلیہ کے علاوہ) کوئی ساکن حرف فاصل ہو جیسے ذِكْرٌ اور اگر درمیان کا ساکن حرف مستعلیہ ہے جو صرف دو کلموں میں ہے ۱: الْقِطْرِ (سبا) ۲: مِصْرَ جہاں بھی ہو تو اس راء کو پُر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

(۲) اگر یہ راء ایسے الف کے بعد آرہی ہے جس میں امالہ صغریٰ یا کبریٰ ہے تب بھی امالہ کرنے والوں کے لیے اس کو باریک پڑھا جائے گا جیسے اَلنَّارِ

(۳) ایسے ہی اگر یہ راء یاء ساکنہ کے بعد ہے تب بھی باریک ہی پڑھی جائے گی جیسے خَبِيْرٍ۔ ضَيْرَ۔

قولہ، وَرُمْهُمْ كَمَا وَصْلِهِمْ. کلمہ کے آخر والی راء پر اگر وقف بالروم کیا جائے تو پُر و باریک ہونے میں اس کا حکم مثل وصل کے حکم کے ہے۔ یعنی اگر وہ حالت وصل میں ضمہ کی وجہ سے پُر ہوتی ہے تو وقف بالروم میں بھی پُر ہوگی۔ جیسے مُنْتَصِرٌ۔

اور اگر کسرہ کی وجہ سے باریک ہوتی ہے تو وقف بالروم میں بھی باریک ہوگی جیسے مُنْهَمِرٍ۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حالت روم میں حرکت کا تہائی حصہ ادا ہوتا ہے اس لیے اس پر متحرک کا حکم جاری ہوا۔ لیکن راء اگر مضموم ہے تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر راء کے ماقبل کسرہ یا یاء ساکنہ ہے تو ورش اس کو باریک اور باقی سب پُر کریں گے۔ جیسے عُسْرٌ۔ خَيْرٌ۔ اور اگر کسرہ و یاء ساکنہ نہیں ہے تو ورش سمیت سب کے لیے پُر ہوگی جیسے اَلْقَمَرُ۔ اَجْرٌ۔

(۳۵۸/۱۶) وَفِيمَا عَدَا هٰذَا الَّذِي قَدْ وَصَفْتُهُ
عَلَى الْأَصْلِ بِالتَّفْخِيمِ كُنْ مُتَعَمِّلَا

ترجمہ اور ان (تمام) راءات کے علاوہ میں جن کو میں نے بیان کیا ہے اصل کے مطابق تفخیم سے عمل کرنے والے بنو۔

شرح جمہور کے نزدیک چونکہ راء میں اصل تفخیم ہے اس لیے حضرت علامہ نے ان راءات کو بیان فرما کر جن میں سے بعض میں صرف ورش اور بعض میں سب ترقیق کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ان کے علاوہ جتنی راءات ہیں وہ اپنی اصل یعنی تفخیم پر رہیں۔

خلاصہ یہ ہوا کہ راء کی ترقیق سبب پر موقوف ہے اگر کوئی سببِ ترقیق نہ پایا جائے تو راء اپنی اصل پر آجائے گی یعنی اس کو سب پُر کریں گے۔

بابُ اللّامات

(۳۵۹/۱) وَغَلَّظَ وَرْشٌ فَتْحَ لَامٍ لِصَادِهَا
أَوِ الطَّاءِ أَوْ لِلظَّاءِ قَبْلُ تَنَزُّلَا

ترجمہ اور ورش نے صاد، طاء، اور ظاء کی وجہ سے لام مفتوح کو پُر کیا ہے (جب کہ یہ حروف) نزول کے اعتبار سے (لام سے) پہلے ہوں۔

(۳۶۰/۲) إِذَا فُتِحَتْ أَوْ سُكِّنَتْ كَصَلَاتِهِمْ
وَمَطْلَعِ أَيْضًا ثُمَّ ظَلَّ وَيُوصَلَا

ترجمہ (ان تینوں حرفوں کی وجہ سے لام اس وقت پُر ہوتا ہے) جب کہ یہ مفتوح یا ساکن ہوں جیسے صَلَاتِهِمْ۔ مَطْلَعِ۔ پھر ظَلَّ۔ اور

یُوْصِلاَ بھی (اس کی مثالیں ہیں)۔

شرح اکثر علماء کے نزدیک راء میں تفخیم اصل ہے اور ترقیق سبب پر موقوف ہے۔ اور لام میں اس کا عکس یعنی ترقیق اصل اور تفخیم سبب پر موقوف ہے۔ لام کے پُر ہونے کا ایک تو عام اور مشہور ترین قاعدہ ہے جو لفظ اللہ کے ساتھ خاص ہے وہ آگے آرہا ہے۔ اس شعر میں جو قاعدہ بیان کیا ہے وہ صرف ورش کے لیے ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ ورش اس لام کو پُر کرتے ہیں جو مفتوح ہو اور اس سے پہلے صاد، طا، یا ظا میں سے کوئی حرف ہو لیکن جیسے لام کا مفتوح ہونا شرط ہے ایسے ہی ان تینوں حرفوں کے لیے یہ شرط ہے کہ مفتوح یا ساکن ہوں اس قاعدہ کی چار مثالیں خود علامہ نے بیان فرمادی ہیں۔ جن میں سے مَطْلَعِ میں صرف ساکن اور تین میں مفتوح ہے۔ اگر لام مفتوح نہ ہو تو پُر نہیں ہوگا۔ جیسے یُصَلُّوْنَ۔ صَلْصَالٍ ایسے ہی یہ تینوں حروف اگر مفتوح یا ساکن نہ ہوں تب بھی لام پُر نہیں ہوگا، جیسے ظِلِّلٍ۔

وَفِیْ طَالَ خُلْفٌ مَّعْ فِصَالاً وَّعِنْدَ مَا
یُسَكَّنُ وَقْفًا وَّالْمُفَخَّمُ فُضِّلَا (۳۶۱/۳)

ترجمہ اور فِصَالاً کے ساتھ طَالَ میں (لام کے پُر، وباریک پڑھنے میں) خلف ہے (اور ایسے ہی اُس لام میں خلف ہے) جب کہ اس کو حالت وقف میں ساکن کردیا جائے (اور دونوں صورتوں میں) پُر کرنا افضل قرار دیا گیا ہے۔

وَحُكْمُ ذَوَاتِ الْیَاءِ مِنْهَا كَهٰذِهٖ
وَعِنْدَ رُءُوْسِ الْاٰیِ تَرْقِیْقُهَا اعْتَلَا (۳۶۲/۴)

ترجمہ اور ان (لامات) میں سے (جن میں پُر پڑھنے کا قاعدہ پایا جاتا ہے)۔ ذوات الیاء (یاء سے بدلے ہوئے الفات) کا حکم بھی ان ہی کی طرح ہے۔

اور رؤس آیات میں اس (لام) کا باریک پڑھنا بلند ہوگیا۔

شرح اس باب کے پہلے دو شعروں میں فرمایا تھا کہ اگر لام مفتوح صاد، طاء، یا ظاء کے بعد آئے تو ورشؒ اس لام کو پُر پڑھتے ہیں۔ اس شعر ۳۶۱ میں فرماتے ہیں کہ اگر ان[1] حرفوں کے بعد لام تو ہو لیکن درمیان میں الف آجائے جیسے فِصَالًا یا ان[2] حرفوں کے بعد لام ہو لیکن کلمہ کے آخر میں واقع ہو اور اس پر وقف کردیا جائے جیسے بَطَلَ۔ دونوں صورتوں میں خلف ہے۔ یعنی پُر و باریک دونوں جائز ہیں لیکن پُر پڑھنا افضل ہے۔

شعر ۳۶۲ میں فرماتے ہیں کہ یہی خلف اور یہیؔ پُر پڑھنا اس وقت بھی افضل ہے جب کہ لام ان حرفوں میں سے صاد کے بعد ہو، لیکن لام کے بعد یاء سے بدلا ہوا الف ہو جس میں امالہ ہوتا ہے جیسے یَصْلٰهَا۔

تینوں صورتوں میں پُر ہونے کی وجہ تو ظاہر ہے کہ لام سے پہلے صاد، طاء، ظاء میں سے کوئی نہ کوئی حرف پایا جا رہا ہے۔ باریک ہونے کی پہلی صورت میں وجہ یہ ہے کہ درمیان میں الف فاصل آگیا۔ اور دوسری صورت میں یہ ہے کہ لام وقف کی وجہ سے ساکن ہوگیا۔ اس لیے اس کا فتحہ ظاہر نہیں رہا حالانکہ لام کا مفتوح ہونا شرط ہے۔ اور تیسری صورت میں یہ ہے کہ لام کے بعد امالہ والا الف آگیا جو ترقیق کا سبب ہے۔

وَعِنْدَ رُءُوسِ الْآیِ سے ایک اور صورت بیان فرماتے ہیں کہ اگر لام صاد کے بعد تو ہو لیکن رؤس آیات میں ہو جس کا صرف ایک کلمہ آیا ہے صَلّٰی (قیامۃ، اعلےٰ، علق) اس میں لام کا باریک پڑھنا اور الف میں امالہ کرنا ہی ضروری ہے۔ اگرچہ لفظ اِعْتَلَا سے یہ نکلتا ہے کہ اس لام کا باریک پڑھنا ضروری نہیں بلکہ افضل ہے۔ لیکن یہ اس مذہب کی بناء پر ہے جس میں رؤس آیات میں فتحہ اور تقلیل دونوں ہیں، اور یہ مذہب غیر مشہور ہے۔ مشہور مذہب یہ ہے کہ صرف

تقلیل ہو، اس لیے اس لام کو باریک ہی پڑھنا چاہیئے۔

(۳۶۳/۵) وَکُلٌّ لَدَی اسْمِ اللّٰہِ مِنْ بَعْدِ کَسْرَۃٍ
یُرَقِّقُھَا حَتّٰی یَرُوْقَ مُرَتَّلَا

ترجمہ اور سب (امام) لفظ اللہ (کے لام) کو کسرہ کے بعد باریک پڑھتے ہیں تاکہ ترتیل کیا ہوا عمدہ معلوم ہو۔

(۳۶۴) کَمَا فَخَّمُوْہُ بَعْدَ فَتْحٍ وَّضَمَّۃٍ
فَتَمَّ نِظَامُ الشَّمْلِ وَصْلًا وَّفَیْصَلَا

ترجمہ جیسا کہ اس (لفظ اللہ کے لام) کو فتحہ اور ضمہ کے بعد سب نے پُر کیا ہے پس جماعت کا نظام (لام کے بارے میں سب اماموں کے قواعد) وصل اور وقف کے اعتبار سے پورا ہو گیا۔

شرح ان دونوں شعروں میں لفظ اللہ کے لام کا مشہور اور متفق علیہ قاعدہ بیان فرمایا کہ اگر اس سے پہلے زیر ہو تو باریک ہو گا کیوں کہ کسرہ میں پستی ہے جو ترقیق کو چاہتی ہے اگر اس کے بعد لام کو پُر کیا جائے گا تو پستی سے بلندی کی طرف جانا ہو گا، جو ایک دشوار کام ہے اور اگر اس سے پہلے زبر یا پیش ہے تو پُر ہو گا۔ یہ پُر کرنا تعظیماً ہے۔ اور یہ پُر و باریک کا قاعدہ عربی زبان میں عام ہے قرآن کریم کے ساتھ خاص نہیں۔

بَابُ الْوَقْفِ عَلٰی اَوَاخِرِ الْکَلِمِ

وقف کے لغوی معنیٰ ٹھہرنا۔ رُکنا۔ اور اصطلاحی معنی ایسے کلمہ کے آخر حرف پر جو اپنے بعد والے کلمہ سے رسماً جدا ہو سانس توڑ کر اتنی دیر ٹھہرنا جس میں عادۃً ایک سانس لے سکیں۔ بشرطیکہ آگے پڑھنے کا ارادہ ہو خواہ موقوف علیہ کے بعد سے

پڑھیں یا پیچھے سے لوٹائیں۔ اگر آگے پڑھنے کا ارادہ نہیں ہے بلکہ وہیں قراءت ختم کرنا ہے تو اس کو قطع کہتے ہیں۔ اگر سانس روک کر آواز بند کر کے اتنی دیر ٹھہرے کہ اس میں ایک سانس نہ لی جاسکے تو اس کو سکتہ کہتے ہیں۔

وَالْاِسْكَانُ اَصْلُ الْوَقْفِ وَهُوَ اشْتِقَاقُهُ
مِنَ الْوُقْفِ عَنْ تَحْرِيْكِ حَرْفٍ تَعَزَّلَا (۳۶۵/۱)

ترجمہ: اور وقف میں اصل اسکان ہے۔ اور اس کا اشتقاق الوقف عن تحريكِ حرفٍ تَعَزَّلَا۔ (ایسے حرف کو حرکت دینے سے رک جانا جو علیحدہ ہو گیا) سے ہے۔

شرح: وقف کی تین قسموں بالاسکان، بالاشمام، بالروم میں سے وقف بالاسکان اصل ہے۔ اس کی وجہ یہ کہ یہ عام ہے تینوں حرکتوں میں جاری ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ وقف عام طور پر راحت کے لیے کیا جاتا ہے اور پوری راحت وقف بالاسکان میں حاصل ہوتی ہے کیوں کہ اس میں کچھ کرنا نہیں پڑتا نہ تو حرکت کی طرف اشارہ کرنا پڑتا ہے اور نہ حرکت کا کچھ حصہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ تیسری بات یہ کہ کلمہ کی ایک ابتداء ہوتی ہے اور اس کا آخر ہوتا ہے۔ ابتداء اور آخر میں ضدیت ہے اسی طرح حرکت وسکون میں بھی ضدیت ہے اور یہ بات متعین ہے کہ ابتداء کے لیے حرکت لازم ہے۔

اس لیے عقل کا تقاضا ہے کہ ابتداء کی ضد کے لیے حرکت کی ضد ہونا چاہیے اور وہ سکونِ محض ہے۔

چوتھی بات یہ کہ وقف بالاسکان پر سب کا اتفاق ہے بخلاف روم و اشمام کے کہ یہ صرف امام بصری اور کوفیین سے ثابت ہے اگرچہ عملاً سب کے لیے ہے جیسا کہ اگلے دو شعروں میں آرہا ہے۔

وَهُوَ اشْتِقَاقُهُ سے بتانا چاہتے ہیں کہ وقف کی لغوی تعریف یہ ہے۔

اسی سے اصطلاحی تعریف ماخوذ ہے۔

وَعِنْدَ اَبِی عَمْرٍو وَکُوفِیِّھِمْ بِہٖ
(۳۶۶/۲) مِنَ الرَّوْمِ وَالْاِشْمَامِ سَمْتٌ تَجَمَّلَا

ترجمہ: امام بصری اور تینوں کوفیین کے نزدیک روم، اشمام اس (وقف) کی ایسی علامت ہیں جو خوبصورت ہو گئی ہیں۔

وَاَکْثَرُ اَعْلَامِ الْقُرْاٰنِ یَرَاھُمَا
(۳۶۷/۳) لِسَائِرِھِمْ اَوْلَی الْعَلَائِقِ مِطْوَلَا

ترجمہ: اور قرآن کریم کے اکثر علماء (ماہرین روم و اشمام) کو سب کے لیے وقف کے اسباب میں کا بہترین سبب سمجھتے ہیں (چونکہ ان دونوں سے کلمہ موقوف علیہ کی آخری حرکت کا علم ہو جاتا ہے جس سے سامع کو قرآن کریم کا معنی و مفہوم سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔

وَرَوْمُكَ اِسْمَاعُ الْمُحَرَّكِ وَاقِفًا
(۳۶۸/۴) بِصَوْتٍ خَفِیٍّ کُلَّ دَانٍ تَنَوَّلَا

ترجمہ: اور تیرا روم کرنا متحرک (کلمہ کے آخری حرف کی حرکت) کا وقف کرتے ہوئے ہلکی آواز اس قریب کے شخص کو سنا دینا ہے جس نے حاصل کیا ہو (غور اور توجہ سے سنا ہو)۔

شرح: وقف بالروم کی تعریف کرتے ہیں کہ کلمہ کی آخری حرکت (ضمہ یا کسرہ) کو اتنی ہلکی اور ضعیف ادا کرتے ہوئے وقف کرنا کہ قاری کے قریب والا شخص اگر بہرا نہ ہو، اور غور سے سن رہا ہو تو اس کو اس حرکت کا علم ہو جائے اگر کوئی شخص بہرا ہو، اگرچہ وہ غور سے سن رہا ہو یا جو غور سے نہ سن رہا ہو اگرچہ اس کی سماعت درست ہو۔ یا جو قاری سے دوری پر ہو، وہ اس حرکت کو معلوم نہیں کر سکتے۔

وَالْاِشْمَامُ اِطْبَاقُ الشِّفَاهِ بُعَيْدَ مَا
(۳۶۹/۵) يُسَكَّنُ لَاصَوْتٌ هُنَاكَ فَيَصْحَلَا

ترجمہ: اور اشمام (کے معنی) ساکن کرنے کے کچھ ہی دیر بعد (فوراً) ہونٹوں کو بند کر لینا (گول بنا دینا) ہے وہاں آواز نہیں (ہوتی) کہ ہلکی بھی سنائی دے۔

شرح: وقف بالاشمام کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اشمام کی حقیقت! کلمہ کے آخر کو ساکن کر کے فوراً ہونٹوں کو کلی کے مانند گول کر لینا ہے۔ اور اس میں روم کی طرح آواز بالکل نہیں ہوتی۔ اس لیے قریب کا آدمی خواہ کتنی بھی توجہ سے سن رہا ہو اس کو آواز سنائی نہیں دے گی۔

لَاصَوْتٌ کا لفظ روم و اشمام میں فرق بتانے ہی کے لیے لایا گیا ہے۔

وَفِعْلُهُمَا فِي الضَّمِّ وَالرَّفْعِ وَارِدٌ
(۳۷۰/۶) وَرَوْمُكَ عِنْدَ الْكَسْرِ وَالْجَرِّ وُصِّلَا

ترجمہ: اور ان دونوں (اشمام و روم) کا ضمہ و رفع میں کرنا تو آیا ہے لیکن تیرا روم کرنا (صرف) کسرہ و جر میں پہونچایا (نقل) کیا گیا ہے۔

وَلَمْ يَرَهُ فِي الْفَتْحِ وَالنَّصْبِ قَارِئٌ
(۳۷۱/۷) وَعِنْدَ اِمَامِ النَّحْوِ فِي الْكُلِّ اُعْمِلَا

ترجمہ: اور فتحہ و نصب میں تو اس (روم) کو کسی قاری نے نہیں دیکھا (جائز نہیں بتایا) (لیکن) امام نحو (سیبویہ وغیرہ) کے نزدیک سب حرکتوں میں استعمال کیا گیا ہے۔

شرح: ضمہ میں روم و اشمام دونوں ہوتے ہیں لیکن کسرہ میں صرف روم ہوتا ہے اور فتحہ میں دونوں نہیں ہوتے۔ لیکن نحویین کے یہاں روم تینوں حرکتوں میں ہوتا ہے۔ قراء کے نزدیک روم فتحہ میں اس لیے نہیں ہوتا کہ یہ

حرکت ضعیف اور ہلکی ہے اس کو تقسیم نہیں کیا جا سکتا کہ اس کا بعض حصہ ادا کریں اور بعض نہ کریں۔ اور اشمام اس لیے نہیں ہوتا کہ فتحہ میں انفتاح فم ہوتا ہے اور اشمام انضمامِ شفتین سے ادا ہوتا ہے اور کسرہ میں اشمام اس لیے نہیں ہوتا کہ کسرہ یاء کے مخرج سے ادا ہوتا ہے اور اشمام میں ہونٹ استعمال ہوتے ہیں۔

(۳۷۲/۸)
وَمَا نُوِّعَ التَّحْرِيكُ إِلَّا لِلَازِمٍ
بِنَاءً وَإِعْرَابٍ غَدَا مُتَنَقِّلَا

ترجمہ اور حرکت کی تقسیم صرف لازمی بنائی اور اس اعرابی کی وجہ سے کی گئی ہے جو بدلتی رہتی ہے۔

شرح اوپر کے دو شعروں میں حرکتوں کے دو دو نام لیے گئے۔ ضمہ و رفع کسرہ و جر، فتحہ و نصب۔ یہ اس لیے کہ نحویین کی اصطلاح میں مبنی کی حرکات کو جو لازمی ہوتی ہیں، ضمہ، فتحہ، کسرہ کہتے ہیں، اور معرب کی حرکات کو جو عاملوں کے بدلنے سے بدلتی رہتی ہیں، رفع، نصب اور جر کہتے ہیں، لیکن اشمام و روم کے لیے دونوں قسم کی حرکتوں کا حکم یکساں ہے یعنی فتحہ ہو یا نصب، روم و اشمام دونوں میں ناجائز۔ ایسے ہی کسرہ ہو یا جر، اشمام دونوں میں ناجائز۔ اور ضمہ ہو یا رفع اس میں تینوں جائز۔

(۳۷۳/۹)
وَفِي هَاءِ تَأْنِيثٍ وَمِيمِ الْجَمْعِ قُلْ
وَعَارِضِ شَكْلٍ لَمْ يَكُونَا لِيَدْخُلَا

ترجمہ اور ہاء تانیث، میم جمع اور حرکت عارضی میں یہ دونوں (اشمام و روم) داخل (جاری) نہیں ہوتے۔

شرح روم و اشمام کے موانع کو بیان فرماتے ہیں (۱) وہ تاء تانیث جو حالتِ وقف میں ہاء سے بدل جاتی ہے جیسے رَحْمَةً (۲) میم جمع جیسے عَلَيْهِمْ۔ عَلَيْكُمْ (۳) حرکت عارضی جیسے اِشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ

اَنۡذِرِ النَّاسَ۔

ان تینوں صورتوں میں صرف سکون سے وقف کیا جائے گا، روم واشمام سے نہیں۔

(۳۷۴/۱۰) وَفِي الْهَاءِ لِلْاِضْمَارِ قَوْمٌ اَبَوْهُمَا
وَمِنْ قَبْلِهِ ضَمٌّ اَوِالْكَسْرُ مُثِّلَا

ترجمہ اور ہاء ضمیر میں ایک قوم (مکی اور ابن شریح وغیرہ) نے ان دونوں۔ (روم واشمام) کا انکار کیا ہے، اس حال میں کہ اس سے پہلے ضمہ یا کسرہ لایا گیا ہو۔

(۳۷۵/۱۱) اَوُامَّاهُمَا وَاوٌ وَّيَاءٌ وَّبَعْضُهُمْ
يُرٰى لَهُمَا فِي كُلِّ حَالٍ مُحَلِّلَا

ترجمہ یا ان دونوں (ضمہ وکسرہ) کی اصلیں واؤ اور یاء ہوں اور ان میں سے بعض ان دونوں (روم واشمام) کو ہر حال میں جائز قرار دینے والے دیکھے جاتے ہیں۔

شرح واحد مذکر غائب کی ہاء ضمیر جب کہ اس کے ماقبل ضمہ یا کسرہ ہو، جیسے رَبُّهٗ، بِهٖ یا واؤ اور یاء ہوں جیسے رَاوَدُوْهُ۔ رَاَوْهُ۔ فِيْهِ عَلَيْهِ ان صورتوں میں ہاء ضمیر پر وقف کرنے کی صورت میں اکثر کے نزدیک روم واشمام نہیں ہوگا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ واؤ ساکن کے بعد ضمہ کی ادائیگی یا اس کی جانب اشارہ۔ ایسے ہی یاء کے بعد کسرہ کا کچھ حصہ ادا کرنا مشکل ہے لہٰذا ان کے نزدیک صرف سکون سے وقف کیا جائے گا۔ اگر ہاء ضمیر کے ماقبل فتحہ ہو جیسے لَهٗ یا الف ہو جیسے فَنَاهُ یا کوئی حرف صحیح ساکن ہو۔ جیسے مِنْهُ تو ان میں اکثر کے نزدیک روم واشمام جائز ہے۔

اور بعض حضرات نے ہاء ضمیر کی مذکورہ تمام صورتوں میں روم واشمام کو

جائز رکھا ہے اور وَبَعْضُهُمْ سے اشارہ ملتا ہے کہ بعض حضرات ایسے بھی ہیں جو ہاء ضمیر میں روم واشمام کو ہر حال میں ناجائز بتاتے ہیں۔

بَابُ الوَقفِ عَلیٰ مَرسُومِ الخَطِّ

یہ باب قرآن کریم کے رسم الخط یعنی رسم عثمانی کے بارے میں ہے، اس سے پوری واقفیت تو علم رسم کتابوں مثلاً مقنع، رائیہ اور معرفۃ الرسوم وغیرہ کے مطالعہ سے حاصل ہو سکتی ہے۔ علامہ شاطبی یہاں مختصراً بیان فرماتے ہیں۔

(۳۷۶/۱)
وَكُوفِيُّهُمْ وَالْمَازِنِيُّ وَنَافِعٌ
عُنُوا بِاتِّبَاعِ الْخَطِّ فِي وَقْفِ الِابْتِلَا

ترجمہ: اور ان (ائمہ سبعہ) میں سے کوفیین (امام) مازنی، اور (امام) نافع نے وقف اختیاری (اور انتظاری) میں (بھی) رسم الخط کے اتباع کا اہتمام کیا ہے۔

(۳۷۷/۲)
وَلِابْنِ كَثِيرٍ يُرْتَضَى وَابْنِ عَامِرٍ
وَمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ حَرٍ اَنْ يُفَصَّلَا

ترجمہ: اور ابن کثیر وابن عامر کے لیے (بھی رسم الخط کے اتباع کو ہی) پسند کیا گیا ہے اور وہ صورتیں جن میں ائمہ سبعہ نے اختلاف کیا ہے، ان کو تفصیل سے بیان کر دینا مناسب ہے۔

شرح: اکثر مواقع پر علماء قرات و رسم الخط نے وقف کرنے میں رسم الخط کی پیروی کا اہتمام کیا ہے یعنی جو کلمہ جس طرح لکھا ہوا ہے وقف میں اس کو اسی طرح پڑھا ہے۔ جو حروف مرسوم ہیں اگرچہ حالت وصل میں نہ پڑھے جاتے ہوں وقف میں ان کو پڑھتے ہیں جیسے قَالَا الْحَمْدُ

اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ - اَنَا عَابِدٌ. نَأْتِي الْاَرْضَ کہ ان میں الف، واؤ اور یاء پر وقف کرتے ہیں۔ اور جو حروف مرسوم نہیں ان کو وقف میں بھی نہیں پڑھتے جیسے ــــ يَدْعُ الدَّاعِ کہ اس میں عین کے بعد واؤ مرسوم نہیں، لہٰذا وقف میں بھی اس کو نہیں پڑھتے اور يَدْعْ پڑھتے ہیں۔

اور یہ رسم الخط کا اتباع وقف اختیاری اور اضطراری تک میں کرتے ہیں۔ حالانکہ ان میں ایک قسم کی مجبوری ہوتی ہے۔ اس سے یہ بات نکل آئی کہ وقفِ اختیاری اور وقف انتظاری میں بدرجہ اولیٰ رسم الخط کے اتباع کا اہتمام کیا جائے گا کہ ان میں کوئی مجبوری نہیں۔ ائمہ سبعہ میں سے پانچ، تینوں کوفی، بصری اور نافع سے تو صراحۃً منقول ہے کہ وہ رسم الخط کی پیروی کرتے تھے، باقی دو، ابن کثیر و ابن عامر سے صراحۃً منقول نہیں لیکن مشائخ نے ان کے لیے بھی اسی کو پسند کیا ہے یعنی ان کی قراءات پڑھتے وقت رسم الخط کے موافق وقف کیا ہے۔ البتہ کچھ مواقع ایسے بھی ہیں جن میں بعض نے رسم الخط کی پیروی کسی حکمت کی بنا، پر نہیں کی ہے، ان کے بارے میں علامہ نے فرمایا کہ ان کو تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔

اِذَا كُتِبَتْ بِالتَّاءِ هَاءُ مُؤَنَّثٍ
فَبِالْهَاءِ قِفْ (حَقًّ)ـا (رِ)ضًى وَّمُعَوَّلَا (۳۷۸/۳)

ترجمہ جب کہ ہا تانیث کو (دراز) تاء کے ساتھ لکھا جائے تو حق اور راء والوں (ابن کثیر مکی، ابوعمرو بصری، اور کسائی) کے لیے ہاء سے وقف کرو (اور باقی چار کے لیے تاء سے) درانحالیکہ تم برحق، پسندیدہ اور قابل بھروسہ ہو۔

شرح تاء تانیث اگر گول مرسوم ہو جیسے اَلْقَارِعَةُ تو اس پر بالاتفاق ہاء سے وقف ہوگا اور اگر لانبی تاء ہو جیسے رَحمت تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ تاء والے وہ کلمات جن کو ائمہ سبعہ مفرد ہی کا صیغہ پڑھتے ہیں ان میں تو مکی، بصری اور کسائی ہاء سے اور بقیہ تاء سے وقف کریں گے اور وہ کلمات جن کو

ائمہ سبعہ میں سے بعض مفرد اور بعض جمع کا صیغہ پڑھتے ہیں، ان میں بھی مفرد کا صیغہ پڑھنے والے اگر یہی مذکورہ تینوں امام ہیں تو یہ ہا، سے اور باقی تا، سے وقف کریں گے۔ اور جب ان کلمات کو جمع کا صیغہ پڑھا جائے گا تو بالاتفاق تا، سے وقف ہوگا، ایسے ہی وہ تمام کلمات جو بالاتفاق جمع ہی سے پڑھے جاتے ہیں، ان پر وقف بھی بالاتفاق تا، ہی سے ہوگا۔

وَفِی اللّٰتَ مَعْ مَـرْضَاتَ مَعْ ذَاتَ بَهْجَةٍ
وَلَاتَ (رِ)ضیً هَیْهَاتَ (هـ)ـادِیهِ (رُ) فِلَا (۳۷۹/۴)

ترجمہ اور اللّٰتَ (نجم ع) میں مَرْضَاتَ۔ ذَاتَ بَهْجَةٍ (نمل ع۵) اور لَاتَ (صٓ ع۱) کے ساتھ را، والے (کسائی کے لیے ہا، سے وقف کرو یہ) پسندیدہ ہے (اور) هَیْـهَاتَ (میں ہا، سے وقف کرنا) ہا، اور را، والوں (بزی اور کسائی) کے لیے ہے اس کی ہدایت کرنے والے کی عزت کی گئی ہے۔

وَقِفْ یَا اَبَهْ (کَ)فُوًا (دَ) نَا وَکَاَیِّنِ الْ
وَقُوْفُ بِنُوْنٍ وَّهُوَ بِالْیَاءِ (حُ)صِّلَا (۳۸۰/۵)

ترجمہ اور کاف و دال والے (ابن عامر و ابن کثیر) کے لیے (یَا اَبَتِ میں) یَا اَبَهْ (کہہ کر) وقف کرو۔ اور کَاَیِّنْ میں حا، والے (بصری) کے لیے یا، کے ساتھ اور باقی سب کے لیے نون سے وقف کرنا ہے۔

شرح لا بنی تا، والے کلمات پر وقف کرنے کا جو قاعدہ اوپر بیان کیا گیا۔ بعض کلمات میں بعض ائمہ نے اس کے خلاف کیا ہے۔ اس کو بیان فرماتے ہیں کہ اللّٰتَ، مَرْضَاتَ، ذَاتَ بَهْجَةٍ (نمل ع۵) نہ کہ ذَاتَ بَیْنِکُمْ (انفال ع۱) اور ذَاتَ قَرَارٍ (مؤمنون ع۳) لَاتَ (صٓ ع۱) ان چاروں میں کسائی ہا، کے ساتھ وقف کرتے ہیں۔ یعنی اللّٰہ، مَرْضَاہْ، ذَاہْ، اور لَاہْ پڑھتے ہیں اور هَیْـهَاتَ میں بزی اور کسائی تا، کو ہا، بنا کر هَیْهَاہْ پڑھتے ہیں۔

شعر ۳۸۰۔ یَاَبَتِ کو ابن عامر و ابن کثیر یَا اَبَہْ پڑھتے ہیں اور باقی سب تاء پر وقف کرتے ہیں اور کَاَیِّنْ میں امام بصری اصل کے موافق یاء پر وقف کرتے ہوئے کَاَیْ پڑھتے ہیں۔ کیوں کہ یہ کلمہ اصل میں اَیٌّ ہے، اس پر کاف تشبیہ داخل کیا گیا ہے اور باقی چھ امام رسم الخط کا اتباع کرتے ہوئے نون پر وقف کرتے ہیں اور کَاَیِّنْ پڑھتے ہیں۔ اس کلمہ میں تنوین کو نون کی شکل میں لکھا گیا ہے۔

وَمَالِ لَدَی الْفُرْقَانِ وَالْکَهْفِ وَالنِّسَا
وَسَالَ عَلٰی مَا (حـ) جَّ وَالْخُلْفُ (ر) تَلَا (۳۸۱/۶)

ترجمہ سورۃ فرقان، سورۃ کہف، سورۃ نساء، اور سورۃ سال (معارج) کے مَالِ میں حاء والے (بصری) نے مَا پر (وقف کرنے کو دلیل سے) مضبوط کیا ہے اور راء والے (کسائی) کا خلف ہے جو خوبصورت بنا دیا گیا ہے۔

شرح سورۃ فرقان میں مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ سورہ کہف میں مَالِ هٰذَا الْکِتَابِ سورۃ نساء میں فَمَالِ هٰؤُلَآءِ الْقَوْمِ۔ اور سورۃ معارج میں فَمَالِ الَّذِیْنَ۔

ان چاروں کلمات میں سے کسی پر اگر وقف اضطراری یا اختیاری کی ضرورت پیش آئے تو امام بصری مَا پر اور کسائی مَا اور لَام دونوں پر وقف کرتے ہیں اور باقی پانچ اماموں کے لیے صرف لام پر وقف ہے۔ امام بصری مَا پر یہ بتانے کے لیے وقف کرتے ہیں کہ لام کا تعلق معنی کے اعتبار سے مابعد سے ہے جو اس کا مجرور بھی ہے اور باقی حضرات لام پر رسم الخط کی رعایت سے کرتے ہیں کیوں کہ لام اپنے مابعد سے جدا لکھا ہوا ہے اور کسائی دونوں پر عمل کرنے کے لیے مَا پر بھی کرتے ہیں اور لام پر بھی۔

وَیَاَیُّهَا فَوْقَ الدُّخَانِ وَاَیُّهَا
لَدَی النُّوْرِ وَالرَّحْمٰنِ (ر) افَقْنَ (حـ) مِّلَا (۳۸۲/۷)

ترجمہ سورۃ دخان کے اوپر (سورۃ زخرف ع۵ سورۃ نور (ع۴) اور سورۃ رحمٰن (ع۲) کے لفظ اَیُّھَا میں راء اور حاء والے (کسائی اور بصری نے الف کے ساتھ وقف کرتے ہیں) اہل اداء کی موافقت کی ہے اور (ایسے ہی) نقل کیا گیا ہے۔

وَفِیْ الْھَا عَلَی الْاِتْبَاعِ ضَمَّ ابْنُ عَامِرٍ
(۳۸۳/۸) لَدَی الْوَصْلِ وَالْمَرْسُوْمُ فِیْھِنَّ اَخْیَلَا

ترجمہ اور ہاء میں (یاء کی) پیروی کی بنیاد پر ابن عامر نے حالت وصل میں ضمہ پڑھا ہے اور رسم الخط نے ان (کلمات) میں (ضمہ کی لغت کو) ظاہر کر دیا ہے۔

شرح سورۃ زخرف (ع۵) میں یٰاَیُّہَ السّٰحِرُ۔ سورۃ نور (ع۴) میں اَیُّہَ الْمُؤْمِنُوْنَ سورۃ رحمٰن (ع۲) میں اَیُّہَ الثَّقَلٰنِ۔

ان تینوں مقامات پر ہاء کے بعد الف چونکہ مرسوم نہیں ہے، اسلیے حالتِ وقف میں الف پڑھنے اور نہ پڑھنے کی دو روایتیں ہوگئیں۔ بصری اور کسائی تو الف کے ساتھ وقف کرکے یٰاَیُّھَا اور اَیُّھَا پڑھتے ہیں اور کلمہ کی اصل بھی یہی ہے اور باقی حضرات رسم الخط کی پیروی کرتے ہوئے ہاء پر وقف کرتے ہیں اور یٰاَیُّہْ۔ اَیُّہْ پڑھتے ہیں۔ اور ابن عامر حالتِ وصل میں یاء کی مناسبت سے ہاء کو بھی مضموم پڑھتے ہیں۔ اور یہ بنی اسد کا لغت ہے۔ یہ یاد رہے کہ ان مذکورہ تین مقامات کے علاوہ ہر جگہ یٰاَیُّھَا اور اَیُّھَا میں ہاء کے بعد الف مرسوم ہے اس لیے ان سب میں وقف بالاتفاق الف کے ساتھ ہوگا اور حالتِ وصل میں یہ الف اجتماع ساکنین علی غیر حدہٖ کی وجہ سے محذوف اور ہاء پر فتحہ پڑھا جائے گا۔

وَقِفْ وَیْکَاَنَّہٗ وَیْکَاَنَّ بِرَسْمِہٖ
(۳۸۴/۹) وَبِالْیَاءِ قِفْ (رِ) فْقًا وَّبِالْکَافِ (حُ) لِّلَا

ترجمہ

اور وَيْكَأَنَّهُ اور وَيْكَأَنَّ اللّٰهَ پر ان کے رسم الخط کے مطابق وقف کرو۔ اور کسائی کے لیے نرم ہونے کی حالت میں یا، پر وقف کرو، اور بصری کے لیے کاف پر (وقف کرنا) جائز قرار دیا گیا ہے۔

شرح

سورۃ قصص (ع ۸) کے وَيْكَأَنَّهُ اور وَيْكَأَنَّ پر جمہور قراء کے یہاں پورے کلمہ پر وقف ہوتا ہے لیکن کسائی یا، پر بھی وقف کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں کیوں کہ ان کے نزدیک وَيْ اور كَأَنَّ دو الگ الگ کلمے ہیں۔ لہٰذا پہلے کلمہ پر وقف کیا جا سکتا ہے۔ امام بصری کاف پر وقف کرنے کو جائز کہتے ہیں کیونکہ ان کے یہاں وَيْكَ ایک کلمہ ہے اور أَنَّ دوسرا کلمہ ہے۔ یہ یاد رہے کہ یہاں وقف اختیاری جائز نہیں۔ صرف اختباری اور اضطراری کی اجازت ہے اور اس میں بھی اعادہ ضروری ہے۔

(۳۸۵/۱۰) وَأَيًّا بِأَيًّا مَّا (شَـ) فَا وَسِوَاهُمَا
بِمَا وَبِوَادِ النَّمْلِ بِاليَا (سَـ) نَا (تَـ) سَلَا

ترجمہ

اور أَيًّا مَّا میں أَيًّا پر شین والے (حمزہ و کسائی کے وقف نے) شفا دی ہے اور ان دونوں کے علاوہ (پانچ اماموں) نے مَا پر (وقف کیا ہے) اور وَادِ النَّمْلِ پر سین اور تا، والے (ابوالحارث و دوری) نے یاء سے (وقف کیا ہے اور ان کا یہ عمل ایسا) روشن ہے جس نے روایت کی پیروی کی ہے۔

شرح

أَيًّا مَّا (اسراء ع ۱۲) میں اگر وقف کی ضرورت پیش آجائے تو حمزہ و کسائی أَيًّا کی تنوین کو الف سے بدل کر أَيًّا پر وقف کرتے ہیں اور وجہ اس کی وہی ہے کہ یہ دو کلمے موصول نہیں ہیں۔ یہ کلمہ أَيًّا اور مَا دو کلموں سے مرکب ہے۔ جیسے حَيْثُ مَا اور كَيْفَ مَا اور أَيًّا شرطیہ اور اپنے مجزوم (تَدْعُوا) کا مفعول بہ ہے اور تنوین مضاف الیہ کے عوض میں

ہے اَیُّ اَیًّا الْاَسْمَاءِ اور مَا زائدہ ہے فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا
کی طرح۔

حمزہ وکسائی کے علاوہ پانچ امام اَیًّا پر نہیں بلکہ مَا پر وقف کرتے ہیں وہ اس کو ایک ہی کلمہ کا حکم دیتے ہیں کیوں کہ مَا، اَیًّا کا تتمہ ہے۔

اور سورۃ نمل ع ۲ کے) وَادِ النَّمْلِ میں سین اور تا، والے (کسائی) ضرورت کے موقع پر دال کے بعد یاء زائد کر کے وَادِیْ سے وقف کرتے ہیں۔

(۳۸۶/۱۱) وَفِیْمَهْ وَمِمَّهْ قِفْ وَعَمَّهْ لِمَهْ بِمَهْ
بِخُلْفٍ عَنِ الْبَزِّیِّ وَادْفَعْ مُجَهِّلَا

ترجمہ اور فِیْمَ، مِمَّ، عَمَّ، لِمَ، بِمَ میں بزی کے نزدیک (ہا، کے اضافہ سے) وقف کرو۔ اور جاہل قرار دینے والوں (ہا، کے اضافہ پر اعتراض کرنے والوں کے اعتراض) کو (دلائل کے ذریعہ) دفع کر دو۔

شرح فِیْمَ اَنْتَ، مِمَّ خُلِقَ، عَمَّ یَتَسَاءَلُوْنَ۔ لِمَ اَذِنْتَ، بِمَ یَرْجِعُ ان کلمات میں اگر پہلے کلمہ پر وقف کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو بزی خلف کے ساتھ ہا، کے اضافہ سے وقف کرتے ہیں، یعنی ان کی دو روایتیں ہیں۔ ایک ہا، کے اضافہ کے ساتھ جیسا کہ شعر میں مرسوم ہے۔ دوسری باقی سب کی طرح بغیر ہا، کے۔ ہا، کے اضافہ کی وجہ یہ ہے کہ ان سب کلمات میں ——
مَا استفہامیہ ہے جس میں میم کے بعد الف ہونا ہے لیکن یہاں مَا پر حرفِ جر داخل ہونے کی وجہ سے الف حذف ہوگیا تو اس کی جگہ ہا، کو لایا گیا۔

دوسری وجہ یہ کہ اگر میم کے بعد الف نہ لایا جائے تو وقف میں میم کو ساکن کرنا پڑے گا جس سے مَا میں دو تغیر جمع ہو جائیں گے (۱) الف کا حذف (۲) میم کا سکون۔

بَابُ مَذَاهِبِهِمْ فِي يَاءَاتِ الْاِضَافَةِ

یاء اضافت سے مراد یاء متکلم ہے اور اس کو یاء اضافت اس لیے کہا کہ عام طور پر یہ مضاف الیہ واقع ہوا کرتی ہے۔ سب سے پہلے علامہ اس کی پہچان بتا رہے ہیں۔

(۳۸۷/۱) وَلَيْسَتْ بِلَامِ الْفِعْلِ يَاءُ اِضَافَةٍ
وَمَا هِيَ مِنْ نَفْسِ الْاُصُوْلِ فَتُشْكِلَا

ترجمہ اور یاء اضافت لام فعل نہیں ہوتی، اور نہ حروف اصلیہ میں سے ہوتی ہے (کہ اس کی پہچان تم کو) مشکل میں ڈال دے۔

(۳۸۸/۲) وَلٰكِنَّهَا كَالْهَاءِ وَالْكَافِ كُلُّ مَا
تَلِيْهِ يُرٰى لِلْهَاءِ وَالْكَافِ مَدْخَلَا

ترجمہ لیکن (یاء اضافت تو) ہا، اور کاف کی طرح ہے کہ ہر وہ لفظ جس سے یہ مل کر آتی ہے وہ ہا، اور کاف کے داخل ہونے کی جگہ سمجھا جاتا ہے۔

شرح وہ کلمات جن کا فاء، عین، لام کے ذریعہ وزن کیا جاتا ہے (ماضی، مضارع وغیرہ) ان کے لام کلمہ کی جگہ یاءِ اضافت نہیں آسکتی۔ لہٰذا اگر ایسے کسی کلمہ کے لام کلمہ کی جگہ یاء ہو گی تو سمجھ لیا جائے کہ وہ یاءِ اضافت نہیں جیسے اُلْقِيَ یَأْتِيْ وغیرہ۔

اور وہ کلمات جن کا فاء، عین، لام کے ذریعہ وزن نہیں کیا جاتا، ان کے حروف اصلی کی جگہ بھی نہیں آتی۔ اگر آئے گی تو سمجھ لیا جائے کہ وہ یاء اضافت نہیں، جیسے اَلَّذِيْ۔ اَلَّتِيْ وغیرہ۔ اتنا معلوم ہونے کے بعد یاءِ اضافت کا پہچاننا مشکل نہیں رہا۔ اس اصول کے بیان کرنے کے بعد دوسرے شعر میں فرماتے ہیں کہ اس یاء

کی پہچان کا آسان طریقہ یہ بھی ہے کہ جس کلمہ کے ساتھ یہ یا لگی ہوئی ہے اس یا کو ہٹا کر اس کی جگہ اگر ہا ضمیر یا کاف لگا دیں تب بھی کلمہ درست رہے جیسے اِنِّیٓ سے اِنَّهٗ، اِنَّكَ وغیرہ۔

(۳۸۹/۳)
وَفِیْ مِائَتَیْ یَاءٍ وَّعَشْرٍ مُّنِیْفَةٍ
وَثِنْتَیْنِ خُلْفُ الْقَوْمِ اَحْکِیْهِ مُجْمَلًا

ترجمہ: اور دو سو یاءات میں اور دس میں جو (دو سو پر) زائد ہونے والی ہیں اور دو (کل دو سو بارہ) میں علماء کا فتحہ اور سکون میں خلف ہے جس کو میں مختصراً بیان کروں گا۔

(۳۹۰/۴)
فَتِسْعُوْنَ مَعْ هَمْزٍ بِفَتْحٍ وَّتِسْعُهَا
(سَمَا) فَتْحُهَا اِلَّا مَوَاضِعَ هُمَّلَا

ترجمہ: پس نوّے اور ان میں کی نو (کل ننانوے ۹۹) ہمزہ مفتوحہ کے ساتھ ہیں ان کا فتحہ سما والوں (نافع، ابن کثیر، ابو عمرو) کے لیے بلند ہوگیا ہے۔ سوائے چند مقامات کے جو مستثنیٰ کر دیئے گئے ہیں۔

شرح: دو سو بارہ یاءاتِ اضافت ایسی ہیں جن میں بعض نے سکون اور بعض نے فتحہ پڑھا ہے۔ ان دو سو بارہ میں ننانوے یاءات وہ ہیں جن کے بعد ہمزہ قطعی مفتوحہ آتا ہے، ان پر نافع، ابن کثیر، ابو عمرو فتحہ پڑھتے ہیں۔ مگر چند مواقع اس کلیہ سے خارج ہیں کہ ان میں ان مذکورین میں سے بعض نے بجائے فتحہ کے سکون پڑھا ہے اور وہ چوبیس ہیں جو شعر ۳۹۲ سے ۳۹۷ تک مذکور ہیں۔ اور بعض ایسی بھی ہیں، جن میں ان تین کے علاوہ اور بھی فتحہ پڑھتے ہیں، وہ دس ہیں جو شعر ۳۹۸ کے کلمات میں آرہی ہیں۔ اور ایک یا، ایسی ہے جس کے فتحہ اور سکون پڑھنے میں ابن کثیر تنہا ہیں۔

(۳۹۱/۵)

فَـارُنِیْ وَتفُتِنِیْ اتبَعنِیْ سُکُونُهَا
لِکُلِّ وَّترحمنِیْ اَکُنْ وَّلقدْ جلَا

ترجمہ

پس اَرِنِیْ، تفتِنِیْ، فَاتَّبِعْنِیْ اور تَرحمنِیْ ان (چاروں کلمات) کا سکون سب کے لیے ہے اور (ان یاءات کے سکون نے اختلافی یاءات کو) ظاہر کر دیا۔

شرح

اوپر بتایا تھا کہ جن یاءات کے سکون وفتحہ میں اختلاف ہے وہ دوسو بارہ ہیں۔ اس کے بعد فرمایا تھا کہ ان دوسو بارہ میں سے ننانوے یاءات وہ ہیں جن کے بعد ہمزہ قطعی مفتوحہ آتا ہے ان میں بھی قراء کا خلف ہے۔ اب شعر ۳۹۱ میں ایسی چار یاءات ذکر فرمائی ہیں جن میں کسی کا اختلاف نہیں۔ سب ان کو ساکن ہی پڑھتے ہیں (۱) اَرِنِیْ اَنْظُرْ (اعراف ع۱۷)۔ (۲) تَفْتِنِّیْ اَلَا (توبہ ع۷) (۳) فَاتَّبِعْنِیْ اَهْدِكَ (مریم ع۳)۔ (۴) تَرْحَمْنِیْ اَكُنْ (هود ع۴)۔

وَلَقَدْ جَلَا سے فرماتے ہیں کہ اب یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ ان چار کے علاوہ جتنی بھی یاءات ہیں سب میں خلف ہے خواہ ان کے بعد ہمزہ قطعی ہو یا نہ ہو۔

(۳۹۲/۶)

ذَرُوْنِیْ وَادْعُوْنِیْ اذْکُرُوْنِیْ فَتْحُهَا
(دَ) وَاءٌ وَّاَوْزِعْنِیْ مَعًا (جَ) ـادَ (هُ) طَلَا

ترجمہ

(یہاں سے وہ چوبیس یاءات شروع ہوتی ہیں جن میں سما والے تین اماموں میں سے بعض نے فتحہ اور بعض نے سکون پڑھا ہے)۔

ذَرُوْنِیْ (اَقْتُلْ)، اُدْعُوْنِیْ (اَسْتَجِبْ غافر ع۶)، فَاذْکُرُوْنِیْ (اَذْکُرْکُمْ، بقرہ ع۱۸) میں (صرف) ابن کثیر فتحہ (اور باقی سکون پڑھتے ہیں اور یہ ان کے لیے عمدہ) دوا ہے۔

اور اَوْزِعْنِیْ (اَنْ، نمل واحقاف ع۲) دو جگہ ہے اس میں ورش اور بزی (یاء کا فتحہ اور باقی سکون پڑھتے ہیں) اور یہ عمدہ ہوگیا ہے جو لگاتار ہونے والی

بارشوں کے مشابہ ہے۔

(۳۹۳/۷) لِيَبْلُوَنِي مَعَهُ سَبِيلِي لِنَافِعٍ
وَعَنْهُ وَلِلْبَصْرِي ثَمَانٍ تُنُخِّلَا

ترجمہ لِيَبْلُوَنِي (ءَأَشْكُرُ نمل ع ۳) اس کے ساتھ سَبِيلِي (أَدْعُو یوسف ع ۱۲) (میں فتحہ صرف نافع کے لیے ہے اور ان (نافع) اور بصری سے آٹھ یاءات ہیں جو فتحہ کے لیے خاص کرلی گئی ہیں۔ (شعر ۳۹۴ اور شعر ۳۹۵ کے مصرعہ اول میں مذکور آٹھ یاءات میں نافع اور بصری فتحہ پڑھتے ہیں۔ باقی سکون)۔

(۳۹۴/۸) بِيُوسُفَ إِنِّي الْأَوَّلَانِ وَلِي بِهَا
وَضَيْفِي وَيَسِّرْ لِي وَدُونِي تَمَثَّلَا

ترجمہ سورۂ یوسف (ع ۵) کے پہلے دو لفظ إِنِّي (أَرَانِي نہ کہ إِنِّي أَرَى ع ۶۔ اور إِنِّي أَنَا ع ۹ اور إِنِّي أَعْلَمُ ع ۱۰۔ کہ ان تینوں میں سما والے تینوں فتحہ پڑھتے ہیں) اور لِي (أَبِي) اسی (سورۂ یوسف ع ۱۱) میں۔ اور ضَيْفِي (أَلَيْسَ، ہود ع ۷) اور يَسِّرْ لِي (أَمْرِي طٰہٰ ع ۲) اور (مِنْ) دُونِي (أَوْلِيَاءَ کہف ع ۱۲ کہ ان پر فتحہ) متعین ہوگیا ہے۔

(۳۹۵/۹) وَيَاءَانِ فِي اجْعَلْ لِي وَأَرْبَعُ (إِذْ) حَمَتْ
(هُـ) ـدَاهَا وَلٰكِنِّي بِهَا اثْنَانِ وُكِّلَا

ترجمہ اور دو یاءات اجْعَلْ لِي (آيَةً، آل عمران ع ۴ و مریم ع ۱) میں ہیں۔ (یہاں وہ آٹھ یاءات پوری ہوگئیں جن میں نافع و بصری فتحہ پڑھتے ہیں) اور چار یاءات (وہ ہیں جن میں نافع، بصری اور بزی فتحہ پڑھتے ہیں) کیوں کہ انھوں نے اپنے رہنماؤں کی حفاظت کی ہے (اعتراضات سے بچایا ہے) اور لٰكِنِّي (أَرٰىكُمْ دو یاءات) ہیں جو ہود و احقاف ہی کے ساتھ مخصوص کی گئی ہیں (یہ لفظ انھیں سورتوں میں آیا ہے)۔

(۳۹۶/۱۰) وَتَحْتِيْ وَقُلْ فِيْ هُوْدَ اِنِّيْ اَرٰىكُمْ
وَقُلْ فَطَرَنْ فِيْ هُوْدَ (ھ)ادِيْهِ (ا)وُصِّلَا

ترجمہ اور تَحْتِيْ (اَفَلَا۔ زخرف ۵ع میں) اور کہہ دو کہ (سورۃ) ہود میں اِنِّيْ اَرٰىكُمْ اور کہہ دو کہ (سورۃ) ہود ہی میں فَطَرَنِيْ (اَفَلَا کی یا، وہ ہے جس میں) بزی اور نافع فتحہ پڑھتے ہیں، اس کے ہادی (ناقل) نے (اس کو ہم تک) پہونچایا ہے (خلاصہ، نافع اور بصری کے ساتھ جن یاءات کے فتحہ پڑھنے میں بزی بھی شریک ہیں وہ چار ہیں۔ دو وَلٰكِنِّيْ جو شعر ۳۹۵ میں گذریں اور ایک ایک تَحْتِيْ اور اِنِّيْ ہیں) اور فَطَرَنِيْ میں صرف نافع اور بزی فتحہ پڑھتے ہیں۔

(۳۹۷/۱۱) وَيَحْزُنُنِيْ (حِ)رْمِيُّ هُمْ تَعِدَانِنِيْ
حَشَرْتَنِيْ اَعْمٰى تَاْمُرُوْنِيْ وَصَّلَا

ترجمہ اور لَيَحْزُنُنِيْ (اَنْ يوسف ۲ع) اَتَعِدَانِنِيْ (اَنْ۔ احقاف ۲ع) حَشَرْتَنِيْ (اَعْمٰى طٰهٰ ۶ع) تَاْمُرُوْنِيْ (اَعْبُدُ۔ زمر ۶ع) ان چار یاءات کو صرف حرمی (نافع، ابن کثیر) نے (یا، کے فتحہ کے ساتھ پڑھ کر ہم تک) پہونچایا ہے۔

(۳۹۸/۱۲) اَرَهْطِيْ (سَمَا) (مَ)وْلًى وَّمَالِيْ (سَمَا) (لِ)وًى
لَعَلِّيْ (سَمَا) (كَـ)مْ غَوًّا مَعِيْ (نَفَرٌ) (ا)لْعُلَا

(۳۹۹/۱۳) (عِ)مَادٌ وَّتَحْتَ النَّمْلِ عِنْدِيْ (حُ)سْنُهٗ
(اِ)لٰى (دُ)رِّهٖ بِالْخُلْفِ وَافَقَ مُوْهَلَا

ترجمہ اَرَهْطِيْ (اَعَزُّ۔ ہود ۸ع) میں سما اور ابن ذکوان کے لیے (یا، کا فتحہ) بلند ہوا (اور محققین کے نزدیک ہشام کے لیے بھی اس میں فتحہ اور سکون دونوں ہیں) اور مَالِيْ (اَدْعُوكُمْ۔ غافر ۵ع) میں سما اور ہشام کے لیے جھنڈے والی جماعت کا فتحہ بلند ہوگیا ہے۔ لَعَلِّيْ میں (یہ قرآن میں چھ جگہ آیا ہے) سما اور

ابن عامر کے لیے (فتحہ ہے) مَعِیَ (اَبَدًا۔ توبہ ع ۱۱) میں مَعِیَ (اَوْ رَحِمَنَا۔ ملک ع ۲)
میں ابن کثیر، ابوعمر، ابن عامر، نافع اور حفص کے لیے اونچی اور قابل اعتماد جماعت کی
(قراءت) ہے اور (سورۃ) نمل کے نیچے (قصص ع ۸ میں) عِنْدِیْ (اَوَلَمْ) کی یاء
کا فتحہ بصری اور نافع کے لیے بلا خلف اور ابن کثیر کے لیے خلف کے ساتھ (فتحہ اور سکون)
اہلیت والے کے موافق ہے۔

شرح یہاں وہ ننانوے یاءات پوری ہوگئیں جن کے بعد ہمزہ قطعی مفتوحہ ہے ان میں چونسٹھ تو وہ ہیں جن میں ابن عامر، عاصم، حمزہ، کسائی سکون پڑھتے ہیں۔ اور سما والے فتحہ۔ اور پینتیس وہ ہیں جن میں بعض نے اپنے کلیہ کے خلاف کیا ہے۔ ان کی تفصیل اس طرح ہے کہ چوبیس جن کو علامہ نے شعر ۳۹۲ سے ۳۹۷ تک بیان کیا ہے ان میں سما والوں کے علاوہ بعض دوسروں نے بھی بجائے فتحہ کے سکون پڑھا ہے۔ اور دس یاءات وہ ہیں جن پر سما والوں کے علاوہ بعض دوسروں نے بھی فتحہ پڑھا ہے، ان کو شعر ۳۹۸ میں ذکر کیا۔ اور ایک یاء ایسی ہے جس میں سما والوں میں سے صرف ابن کثیر کے لیے فتحہ اور سکون دونوں ہیں جو عِنْدِیْ اَوَلَمْ (قصص ع ۸) میں ہے۔

(۱۴/۴۰۰)
وَثِنْتَانِ مَعَ خَمْسِیْنَ مَعْ کَسْرِ هَمْزَةٍ
بِفَتْحِ (اُ) وْلِیْ (حُ) کْمٍ سِوٰی مَا تَعَزَّلَا

ترجمہ اور پچاس کے ساتھ دو — (باون یاءات) ہمزہ مکسورہ کے ساتھ ہیں جن میں نافع اور بصری فتحہ پڑھنے کے ساتھ حکم والے ہیں، سوائے ان (چند یاءات کے) جو علیحدہ ہوگئی ہیں۔

شرح اس سے پہلے ان یاءات کا ذکر تھا جن کے بعد ہمزہ قطعی مفتوحہ آیا ہے وہ ننانوے تھیں۔ اب اس شعر سے اُن یاءات کا ذکر ہے جن کے بعد ہمزہ قطعی مکسورہ آیا ہے یہ کل باون ہیں۔ ان یاءات کو نافع اور ابوعمرو مفتوح پڑھتے ہیں۔ لیکن یہاں بھی کچھ مستثنیات ہیں جن میں ان دو اماموں کے علاوہ کچھ اور حضرات بھی شریک

ہیں یا جن میں ان دونوں میں سے کوئی ایک اپنے کلیہ کے خلاف کرتے ہیں۔ چنانچہ آنے والے شعر میں بیان کردہ یاءات پر صرف نافع فتحہ پڑھتے ہیں، بصری اس کلیہ کے خلاف کرتے ہیں۔

(۴۰۱/۱۵)
بَنَاتِیْ وَ اَنْصَارِیْ عِبَادِیْ وَلَعْنَتِیْ
وَمَابَعْدَہٗ اِنْ شَآءَ بِالْفَتْحِ (اُ) ھُمِّلَا

ترجمہ بَنَاتِیْ (اِنْ کُنْتُمْ۔ حجر ع۵) اور اَنْصَارِیْ (اِلَی اللّٰہِ۔ آل عمران ع۵ وصف ع۲) بِعِبَادِیْ (اِنَّکُمْ شعراء ع۴) اور لَعْنَتِیْ (اِلٰی ص ع۵) اور وہ یاء جس کے بعد اِنْ شَآءَ ہے (سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ)۔

ان یاءات میں صرف نافع کے لیے فتحہ ہے بصری ان کے ساتھ شامل نہیں۔ وہ ساکن پڑھتے ہیں۔

(۴۰۲/۱۶)
وَفِیْ اِخْوَتِیْ وَرْشٌ یَدِیْ (عَنْ (اُ) وَلِیْ (حـ) ـمَیٰ
وَفِیْ رُسُلِیْ (اُ) صُلٌ (کَـ) ـسَا وَافِیَ الْمُـلَا

ترجمہ اور اِخْوَتِیْ (اِنَّ یوسف ع۱۱) میں صرف ورش یاء کا فتحہ پڑھتے ہیں یَدِیَ (اِلَیْکَ مائدہ ع۵) میں حفص، نافع اور بصری کے لیے یاء کا فتحہ حفاظت والوں سے ہے وَرُسُلِیْ (اِنَّ اللّٰہَ۔ مجادلہ ع۳) میں نافع وابن عامر کیلئے (فتحہ) ایسا قاعدہ ہے جس نے سفید چادروں کا لباس پہنا دیا ہے۔

(۴۰۳/۱۷)
وَاُمِّیْ وَ اَجْرِیْ سُکِّنَا (دِ) یْنَ (صُحْبَۃٍ)
دُعَائِیْ وَ اٰبَـآئِیْ لِکُوْفٍ تَجَمَّلَا

ترجمہ اور وَاُمِّیَ (اِلٰھَیْنِ مائدہ ع۱۶) اور اَجْرِیَ (اِلَّا متعدد مقامات پر) دال اور صحبہ (ابن کثیر، حمزہ، کسائی، شعبہ) کے لیے ساکن کیے گئے ہیں (باقی کے لیے فتحہ ہے) (اور یہ اس) جماعت کا مذہب ہے۔ دُعَائِیْ (اِلَّا نوح ع۱) اور اٰبَائِیْ (اِبْرَاھِیْمَ یوسف ع۵) ان دونوں میں یاء کا سکون صرف) کوفیین کے لیے خوبصورت

ہو گیا ہے۔

(۴۰۴/۱۸) وَحُزْنِیْ وَتَوْفِیْقِیْ (ظِ)ـلَالٌ وَّکُلُّھُمْ
یُصَدِّقُنِیْ اَنْظِرْنِیْ وَاَخَّرْتَنِیْ اِلٰی

(۴۰۵/۱۹) وَذُرِّیَّتِیْ یَدْعُوْنَنِیْ وَخِطَابُهٗ
وَعَشْرٌ یَّلِیْھَا الْھَمْزُ بِالضَّمِّ مُشْکِلَا

ترجمہ اور حُزْنِیْ (اِلَی اللّٰہِ یوسف ع) اور تَوْفِیْقِیْ (اِلَّا ھود ع) کی یا، کا سکون) ظا، والوں (ابن کثیر اور کوفیین) کے لیے سایوں والا ہے (اور بقیہ فتحہ پڑھتے ہیں) اور جن یا،ات میں ائمہ سبعہ صرف سکون پڑھتے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

یُصَدِّقُنِیْ (اِنِّیْ قصص ع) کی اول یا، اَنْظِرْنِیْ (اِلٰی ۲ اعراف ع وحجر ع ۳ وص ع ۵) اور اَخَّرْتَنِیْ اِلٰی (منافقون ع) اور ذُرِّیَّتِیْ (اِنِّیْ ۲۰ حقاف ع) یَدْعُوْنَنِیْ (اِلَیْهِ یوسف ع) اور اس کے خطاب کا صیغہ (تَدْعُوْنَنِیْ اِلَی النَّارِ اور تَدْعُوْنَنِیْ اِلَیْهِ غافر ع ۵) اور دس یا،ات وہ ہیں جن کے بعد متصلاً ہمزہ مضمومہ آتا ہے (ان کی تفصیل آگے آتی ہے)

(۴۰۶/۲۰) فَعَنْ نَافِعٍ فَافْتَحْ وَاَسْکِنْ لِّکُلِّھِمْ
بِعَھْدِیْ وَاٰتُوْنِیْ لِتَفْتَحَ مُقْفَلَا

ترجمہ پس نافع کے نزدیک (اُن دس یا،اتِ اضافت کو جن کے بعد ہمزہ قطعی مضمومہ ہے) فتحہ دو، اور بِعَھْدِیْ (اُوْفِ بقرہ ع ۵) اٰتُوْنِیْ (اُفْرِغْ کہف ع ۱۱) کو سب کے لیے ساکن کر دو، تاکہ تم بند (دروازہ) کو کھول دو۔

شرح اس شعر میں بِعَھْدِیْ وَاٰتُوْنِیْ دو کلمے جو ذکر ہوئے ان کو علامہ دانی رح نے التیسیر میں ذکر نہیں فرمایا، غیر مذکور ہونے کی بنا پر گویا وہ ایک بند دروازہ تھے۔ علامہ شاطبی رح نے ان کو ذکر فرما کر گویا اس دروازہ کو کھول دیا۔

ایسی یا،ات جن کے بعد ہمزہ مضمومہ ہے کل بارہ ہیں۔ لیکن ان میں سے ان دو میں سب کے لیے صرف سکون۔ اور باقی دس میں صرف نافع کے لیے فتحہ اور باقی تمام کے لیے سکون ہے۔

(۴۰۷/۲۱)
وَفِی اللَّامِ لِلتَّعْرِیفِ اَرْبَعَ عَشْرَةٍ
فَاِسْکَانُهَا (فَـ)اشٍ وَّعَهْدِیْ (فِـ)ی (عُـ)لَا

ترجمہ اور لام تعریف میں چودہ ہیں پس ان کا ساکن کرنا امام حمزہ کے لیے مشہور ہے اور عَهْدِیْ (الظالمین بقرہ ع۱۵ میں یا، کا سکون) حفص وحمزہ کے لیے بلندی میں ہے۔

شرح ایسی یا،ات جن کے بعد لام تعریف ہے کل تیئس ہیں لیکن ان میں سے اختلافی چودہ ہیں۔ امام حمزہ ان میں صرف سکون پڑھتے ہیں اور پھر حالتِ وصل میں اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کی وجہ سے وہ حذف ہو جاتی ہیں۔ لیکن ان میں سے ایک عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ میں امام حمزہ کے ساتھ حفص بھی شریک ہیں۔ اور اس کے علاوہ سب میں حفص کے لیے فتحہ ہے۔

(۴۰۸/۲۲)
وَقُلْ لِّعِبَادِیْ (کَـ)انَ (شَـ)رْعًا وَفِی النِّدَا
(حِـ)مًی (شَـ)اعَ اٰیَاتِیْ (کَـ)مَا (فَـ)احَ مَنْزِلَا

ترجمہ اور قُلْ لِّعِبَادِیَ (الَّذِیْنَ ابراہیم ع۵ میں یا، کا سکون ابن عامر، حمزہ اور کسائی کا طریق ہے) اور ندا میں (حرف ندا کے بعد یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ میں یا، کا سکون بصری، حمزہ، کسائی کے لیے) حفاظت کے اعتبار سے مشہور ہو گیا ہے۔ اور اٰیَاتِیَ (الَّذِیْنَ اعراف ع۱۷ میں یا، کا سکون ابن عامر اور حمزہ کے لیے ہے جیسا کہ وہ منزل کے اعتبار سے مشہور ہو گیا ہے۔

شرح قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ میں یا، کا سکون پڑھنے والے کاف اور شین والے (ابن عامر، حمزہ اور کسائی) ہیں۔ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ میں حا،

اور شین والے (بصری، حمزہ اور کسائی) ہیں اور اٰیاتِی الَّذِیْنَ میں کاف اور فاء والے (ابن عامر اور حمزہ) ہیں۔

(۴۰۹/۲۳) فَخَمْسُ عِبَادِی اعُدُدُ وَعَهْدِی اَرَادَنِی
وَرَبِّی الَّذِی اٰتَانِ اٰیَاتِی الْحُلَا

(۴۱۰/۲۴) وَاَهْلَکَنِی مِنْهَا وَفِی صَادَ مَسَّنِی
مَعَ الْاَنْبِیَا رَبِّی فِی الْاَعْرَافِ کَمَّلَا

ترجمہ پس تم پانچ عِبَادِی کو شمار کر لو (۱) قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ ابراهیم ع۵۔ (۲) عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ۔ انبیاء ع۷۔ (۳) عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ۔ سبا ع۲۔ (۴و۵) یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ۔ عنکبوت و زمر) (۶) اور عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ بقرہ ع۱۵۔ (۷) اَرَادَنِیَ اللّٰہُ۔ زمر ع۴ (۸) رَبِّیَ الَّذِیْ بقرہ ع۳۵۔ (۹) اٰتَانِیَ الْکِتٰبَ۔ مریم ع۲ (۱۰) اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ۔ اعراف ع۱۷ (یہ سب خوبصورت اور) مزین ہیں (۱۱) اور اَهْلَکَنِیَ (اللّٰہُ ملک ع۲ بھی) انھیں میں سے ہے اور (۱۲) سورۃ صٓ میں مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ ع۔ (۱۳) سورۃ انبیاء کے مَسَّنِیَ الضُّرُّ کے ساتھ (۱۴) سورہ اعراف ع میں رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ ہے، اس نے (اس شمار) کو مکمل کر دیا۔

شرح اوپر ذکر آیا تھا کہ جن یاءات کے بعد الف لام تعریف ہے وہ کل بتیس۳۲ ہیں لیکن ان میں سے چودہ میں اختلاف ہے۔ علامہ شاطبی رح نے ان دونوں شعروں میں وہی چودہ یاءات شمار کرائی ہیں جن میں اختلاف ہے۔ ان کے علاوہ باقی اٹھارہ میں بالاتفاق فتحہ ہے۔ اختلاف والی یاءات کی تفصیل یہ ہے کہ امام حمزہ حالتِ وصل میں ان سب کو ساکن پڑھتے ہیں اور پھر بعد کے ساکن کی وجہ سے اس کو حذف کرتے ہیں لیکن بعض جگہ ان کے ساتھ اور حضرات بھی شریک ہیں۔ چنانچہ نمبر۱ میں ابن عامر و کسائی اور (۴) و (۵) میں بصری و کسائی۔ اور (۶) میں حفص اور (۱۰) میں ابن عامر

امام حمزہ کے ساتھ شریک ہیں اور ان یاءات پر فتحہ پڑھنے والے نافع، ابن کثیر اور شعبہ ہیں۔

(۴۱۱/۲۵) وَسَبْعٌ بِهَمْزِ الْوَصْلِ فَرْدًا وَّفَتْحُهُمْ
أَخِيْ مَعْ إِنِّيْ (حَقُّ) هُ لَيْتَنِيْ (حَـ) ـلَا

(۴۱۲/۲۶) وَنَفْسِيْ (سَمَا) ذِكْرِيْ (سَمَا) قَوْمِيَ (الـ) ـرِّضٰى
حَمِيْدُ (هُـ) ـدًى بَعْدِيْ (سَمَا) (صَـ) ـفْوُهُ وِلَا

ترجمہ اور سات یاءات ہمزۂ وصلی مفرد (جس کے بعد لام تعریف نہ ہو) کے ساتھ ہیں اور ان کا اَخِیْ (اُشْدُدْ طٰہٰ ع۲) اِنِّیْ (اصْطَفَیْتُکَ اعراف ع۱۷ کی یاء کا) مفتوح پڑھنا حق والوں (ابن کثیر اور ابو عمر) کے لیے صحیح ہے اور لَیْتَنِیْ (اتَّخَذْتُ فرقان ع۳ کا ابوعمرو کے لیے فتحہ شیریں ہوگیا ہے۔

اور نَفْسِیْ (اذْهَبْ طٰہٰ ع۲۔ ذِکْرِیْ (اذْهَبَا طٰہٰ ع۲ کی یاء کا فتحہ سما والوں (نافع، ابن کثیر، ابوعمرو کے لیے) بلند ہوا ہے قَوْمِیَ (اتَّخَذُوْا فرقان ع۳ کی یاء کا فتحہ نافع، بصری اور بزی کے لیے پسندیدہ قابل تعریف اور ہدایت (یافتہ قراء کے نزدیک) ہے اور بَعْدِیْ (اسْمُہٗ صف ع۱ کی یاء کا فتحہ سما والوں اور شعبہ کے لیے موافقت کے اعتبار سے بلند ہوگیا ہے۔

شرح مذکورین کے لیے کلمات مذکورہ کی یاءات میں فتحہ اور بقیہ کے لیے سکون ہے اور حالت وصل میں حسب قاعدہ ان کا حذف ہے۔ ان دو شعروں میں دوسو بارہ یاءات میں سے وہ سات ذکر کی گئی ہیں جن کے بعد صرف ہمزۂ وصلی ہے لام تعریف نہیں ہے۔

❁

(۴۱۳/۲۷) وَمَعْ غَيْرِ هَمْزٍ فِيْ ثَلٰثِيْنَ خُلْفُهُمْ
وَمَحْيَايَ (جِ)ـئْ بِالْخُلْفِ وَالْفَتْحُ (خُـ)وِّلَا

ترجمہ اور بغیر ہمزہ کے (وہ یاءات جن کے بعد ہمزہ کے علاوہ کوئی اور حرف ہو) ان (قراء) کا تیس میں خلاف ہے اور مَحْيَايَ (انعام ع۲۰ میں) ورش کے لیے خلف (فتحہ وسکون) لایا گیا ہے اور نافع کے علاوہ بقیہ سب کے لیے فتحہ دیا گیا ہے۔

شرح یہاں سے ان یاءات کا ذکر شروع فرما رہے ہیں جن کے بعد نہ ہمزہ قطعی ہے نہ وصلی بلکہ کوئی اور حرف ہے۔ ایسی خلاف والی یاءات تیس ہیں۔

اس شعر میں مذکور لفظ مَحْيَايَ میں ورش کے لیے فتحہ اور سکون دونوں ہیں اور نافع کے سوا باقی چھ کے لیے فتحہ ہے اور قالون کے لیے صرف سکون اور الف میں مد، خواہ وقف کریں یا وصل۔

(۴۱۴/۲۸) وَ(عَمَّ) (عُـ)ـلًا وَجْهِيَ وَبَيْتِيَ بِنُوْحَ (عَـ)ـنْ
(لِـ)ـوًى وَّسِوَاهُ (عُـ)ـدَّ (اَ)صْلًا (لِـ)ـيُحْفَلَا

ترجمہ اور عَمَّ وعین والے (نافع، ابن عامر اور حفص) کے لیے وَجْهِيَ (کی یاء کا فتحہ) بلندی اور شہرت کے اعتبار سے عام ہو گیا ہے اور بَيْتِيَ جو سورۃ نوح میں ہے (اس کی یاء کا فتحہ) حفص وہشام کے لیے مشہور (قاری) سے ہے اور اس (سورۃ نوح والے بَيْتِيَ) کے علاوہ (بقرہ ع۱۵ وحج ع۴ میں) جو (بَيْتِيَ ہے، اس کی یاء کا فتحہ) حفص، نافع اور ہشام کے لیے اصل شمار کیا گیا ہے تاکہ اس کا اہتمام کیا جائے۔

شرح تیس یاءات میں سے ایک اس سے پہلے شعر میں وَمَحْيَايَ گذر چکی دوسری وَجْهِيَ (آل عمران ع۲) اور تیسری وَجْهِيَ (انعام ع۹) چوتھی بَيْتِيَ (سورۃ نوح میں) پانچویں بَيْتِيَ (سورۃ بقرہ ع۱۵) چھٹی بَيْتِيَ (سورۃ حج ع۴)۔ ان میں سے وَجْهِيَ کی یاء کا فتحہ نافع، ابن عامر اور حفص کے نزدیک ہے باقی کے

لیے سکون ہے۔ اور بیتی میں تینوں جگہ ہشام اور حفص تو فتحہ ہی پڑھتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ دو میں نافع بھی شریک ہیں لیکن نوح والے بیتی میں امام نافع سکون پڑھتے ہیں۔

(۲۱۵/۲۹) وَمَعْ شُرَكَآءِیَ مِن وَّرَآءِیَ (دَ) وَّنُوا
وَلِیَ دِیْنِ (عَ) نْ (هَ) ادٍ بِخُلْفٍ (لَ) هُ (ا) لْحُلَا

ترجمہ اور شُرَکَآءِیَ (فصلت ع۶) کے ساتھ مِن وَّرَآءِیَ (مریم ع۱) کی یاء کے فتحہ کو) ابن کثیر کے لیے (علماء نے) مدون کیا ہے (اور) وَلِیَ دِیْنِ (کافرون) کی یاء کا فتحہ حفص، ہشام اور نافع کے لیے بلا خلاف اور بزی کے لیے خلاف کے ساتھ ایسے ہدایت کرنے والے (عالم) سے منقول ہے جس کے لیے زیور (دلائل) ہیں۔

شرح اس شعر میں ان تیس یاءات میں سے ساتویں شُرَکَآءِیَ آٹھویں مِن وَّرَآءِیَ اور نویں وَلِیَ دِیْنِ کو ذکر فرمایا۔ ان میں سے اول کی دو میں تو صرف ابن کثیر کے لیے فتحہ ہے۔ اور وَلِیَ دِیْنِ میں حفص، ہشام اور نافع صرف فتحہ اور بزی سکون اور فتحہ پڑھتے ہیں۔ اور باقی سب کے لیے صرف سکون ہے۔

(۲۱۶/۳۰) مَمَاتِیَ (اَ) تَى اَرْضِیَ صِرَاطِیَ ابْنُ عَامِرٍ
وَفِي النَّمْلِ مَالِیَ (دُ) مْ (لِ) مَنْ (رَ) اقَ (نَ) وفَلَا

ترجمہ مَمَاتِیَ (انعام ع۲۰) میں یاء کا فتحہ امام نافع پڑھتے ہیں اَرْضِیَ (واسعۃ عنکبوت ع۶) صِرَاطِیَ (مستقیما۔ انعام ع۱۹) میں یاء کا فتحہ ابن عامر کے لیے ہے اور سورۃ نمل ع۲ کے مَالِیَ (لا میں) ابن کثیر، ہشام، کسائی اور عاصم کے لیے یاء کا فتحہ ہے۔ تم اپنے علم کے خزانہ کو اس (طالب علم) کے لیے کھول دو، جو صاف دل سے حصول علم کی خاطر تمہارے پاس آئے۔

۞

شرح اس شعر میں ان تیس یاءات میں دسویں مَمَاتی گیارھویں اَرْضِی بارھویں صِرَاطِی اور تیرھویں مَالِی کو بیان کیا۔ ان میں سے اول میں صرف نافع۔ دوسری اور تیسری میں ابن عامر اور چوتھی میں ابن کثیر عاصم، کسائی اور ہشام فتحہ پڑھتے ہیں۔ غیر مذکورین کے لیے سکون ہے۔

(٤١٧/٣١) وَلِی نَعْجَةٌ [١٤] مَا کَانَ لِی [١٥ و ١٦] اثْنَیْنِ مَعْ مَعِی [١٧ تا ٢٤]

ثَمَانٍ (عُـ)لیً وَّالظُّلَّةُ [٢٥] الثَّانِ (عَـ)نْ (جِـ)لا

ترجمہ اور وَلِیَ نَعْجَةٌ (صٓ ع٢) اور مَا کَانَ لِیَ (جو کہ) دو جگہ ہے (ابراہیم ع٤ وصٓ ع٥ میں)، (اُس) مَعِیَ کے ساتھ (جو کہ) آٹھ جگہ ہے (٢ اعراف ع١٣ توبہ ع١١ کہف ع٩۔ ٢ انبیاء ع٢۔ شعراء ع٤۔ قصص ع٤۔ کہف ع١٠ میں دو) ان میں صرف حفص کے لیے فتحہ بلند ہے، اور (سورۃ) ظُلَّہ کا دوسرا مَعِیَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ع٦ جو ہے اس میں حفص اور ورش کے لیے (فتحہ) ظاہر (اور مشہور قاری) سے ہے۔

شرح اس شعر میں ان تیس یاءات میں سے بارہ کو ذکر کیا۔ اور تیرہ پہلے آ چکی ہیں اسطرح یہاں تک کل پچیس ہو جاتی ہیں۔ شعر میں اختصار کے پیشِ نظر نمبر شمار لگا دیے گئے ہیں۔ ان میں سے اول کی گیارہ میں صرف حفص فتحہ پڑھتے ہیں باقی سب سکون۔ اور بارھویں میں جو سورۃ شعراء میں ہے حفص کے ساتھ فتحہ پڑھنے میں، ورش بھی شریک ہیں۔

(٤١٨/٣٢) وَمَعْ تُؤْمِنُوا لِی [٢٦] یُؤْمِنُوا بِی [٢٧] (جَـ)ـا وَیَا

عِبَادِیَ [٢٨] (صِـ)ـفْ وَالْحَذْفُ (عَـ)ـنْ (شَـ)ـاکِرٍ (دَ)لا

ترجمہ اور تُؤْمِنُوا لِیْ (دخان ع١) کے ساتھ یُؤْمِنُوا بِیْ (بقرہ ع٢٣ کی یاء کا فتحہ) ورش کے لیے آیا ہے اور یٰعِبَادِیَ (زخرف ع٧ کی یاء کا فتحہ) شعبہ کے لیے بیان کرو، اور حفص، حمزہ، کسائی اور ابن کثیر کے لیے (اس یاء کا وقف و وصل دونوں حالتوں میں) حذف ایسے شکر گزار قاری سے ہے جو کامیاب ہوا ہے۔

شرح اس شعر میں تین یاءات کو ذکر کیا جن پر نمبر شمار لگے ہوئے ہیں اب کل اٹھائیس ہوگئیں۔ باقی دو اگلے شعر میں آرہی ہیں۔ ان تین میں سے اول کی دو میں صرف ورش فتحہ پڑھتے ہیں اور تیسری میں ابوبکر، شعبہ، اور عین، شین، دال والے ساڑھے تین امام اس یاء کو حذف کرتے ہیں اور باقی جو تین نافع، ابوعمرو ابن عامر بچے' وہ یاء ساکن پڑھتے ہیں۔

وَفَتْحُ وَلِیَ فِیهَا لِوَرْشٍ وَحَفْصِهِمْ ۲۹
وَمَالِیَ فِی یٰسٓ سَکِّنْ (فَ) تُکْمِلَا (۴۱۹/۲۳)

ترجمہ اور وَلِیَ فِیهَا (طٰہٰ ع) میں یاء کا فتحہ ورش اور ان میں کے حفص کے لیے ہے اور وَمَالِیَ (کی یاء سورۃ) یٰسٓ (ع) میں امام حمزہ کے لیے ساکن کر کے (تیس یاءات کے عدد کو) پورا کر دو۔

شرح سورۃ طٰہٰ کے وَلِیَ فِیهَا میں صرف ورش اور حفص یاء کو مفتوح پڑھتے ہیں اور سورۃ یٰسٓ کے وَمَالِیَ لَآ اَعْبُدُ میں صرف امام حمزہ یاء کو ساکن اور باقی چھ مفتوح پڑھتے ہیں۔ یہاں وہ تیس یاءاتِ اضافت پوری ہوگئیں جن کے بعد ہمزہ کے علاوہ کوئی اور حرف ہے۔ اور باب بھی پورا ہوگیا۔

بَابُ مَذَاهِبِهِمْ فِی الْیَاءَاتِ الزَّوَائِدِ

یاءاتِ زوائد سے وہ یاءات مراد ہیں جو قرآن کریم میں مرسوم نہیں ہیں خواہ فعل میں ہوں۔ جیسے یَأْتِ کہ اصل کلمہ یَأْتِیْ ہے۔ یا اسم میں جیسے وَالْبَادِ کہ اصل میں وَالْبَادِیْ ہونا چاہیئے۔ ایسی یاءات میں اختلاف یہ ہے کہ بعض اصل کا اعتبار کرتے ہوئے ان کو پڑھتے ہیں اور بعض رسم الخط کا لحاظ کرتے ہوئے نہیں پڑھتے۔ البتہ

جو یاءات تماثل فی الرسم کی وجہ سے غیر مرسوم ہیں ان پر زوائد کا اطلاق نہیں آتا اسی لیے وقف و وصل میں ان کو ثابت رکھنے میں سب کا اتفاق ہے اور وہ یاءاتِ زوائد جن میں ائمہ سبعہ کا خلاف ہے کل باسٹھ ہیں۔

(۴۲۰/۱) وَدُونَكَ يَاءَاتٍ تُسَمّٰى زَوَائِدًا
لِاَنْ كُنَّ عَنْ خَطِّ الْمَصَاحِفِ مَعْزِلَا

ترجمہ اور تم ان یاءاتِ زوائد کو لے لو (یاد کر لو) جن کا نام زوائد اس لیے رکھا جاتا ہے کہ وہ مصاحفِ (عثمانی) سے علیحدہ کر دی گئی ہیں (مرسوم نہیں ہیں)۔

(۴۲۱/۲) وَتَثْبُتُ فِي الْحَالَيْنِ (دُ) رًّا (لِّ) وَامِعًا
بِخُلْفٍ وَّ اُولَى النَّمْلِ حَمْزَةُ كَمَّلَا

ترجمہ اور (یہ یاءاتِ زوائد) ابن کثیر کے لیے (وقف و وصل) دونوں حال میں بلا خلف اور ہشام کے لیے خلف کے ساتھ ثابت رہتی ہیں اور (شہرت میں) چمک دار موتی (کے مانند) ہیں۔ اور سورۂ نمل کی پہلی (یاء، اَتُمِدُّوْنَنِيْ ع کو) امام حمزہ نے (دونوں حال میں ثابت رکھا ہے اور انھوں نے ثابت رکھنے والے ائمہ کے (عدد کو) مکمل کر دیا۔

شرح ابن کثیر کے دونوں راوی اور ہشام جن یاءات کو ثابت رکھتے ہیں انکو وقف میں بھی پڑھتے ہیں اور وصل میں بھی، اور امام حمزہ صرف ایک جگہ اَتُمِدُّوْنَنِيْ نمل ع میں تو دونوں حال میں پڑھتے ہیں اور اس کے علاوہ ان کے لیے جہاں اثباتِ یاء ہے وہ صرف حالتِ وصل میں ہے۔

(۴۲۲/۳) وَفِي الْوَصْلِ (حَ) مَّادٌ (شَ) كُورٌ (اِ) مَامُهُ
وَجُمْلَتُهَا سِتُّونَ وَاثْنَانِ فَاعْقِلَا

ترجمہ اور حالتِ وصل میں بصری، حمزہ، کسائی اور نافع (میں سے ہر ایک یاء کو ثابت رکھتا ہے) اور اس کا امام بڑا حمد کرنے اور شکر کرنے والا ہے۔

اور یہ (یاءات) کل ساٹھ اور دو (باسٹھ) ہیں۔ تم ان کو سمجھ لو۔

شرح بصری، کسائی، نافع جن یاءات کو ثابت رکھتے ہیں وہ صرف حالتِ وصل میں، اور حمزہ کے بارے میں پہلے آچکا کہ وہ صرف ایک کلمہ میں تو دونوں حال میں اور باقی جہاں بھی ان کے لیے اثبات یا، ہے وہ صرف حالتِ وصل میں ہے یہ کل ساڑھے پانچ اماموں کا مذہب ہوا۔ باقی ڈیڑھ امام عاصم ـــــ وابن ذکوان کا مذہب یہ ہے کہ وقف و وصل میں یاءاتِ زوائد کو حذف کرتے ہیں۔ البتہ حفص کے لیے ایک کلمہ ہے اٰتٰنِ ءَ اللہ کہ وہ اس میں یا، کو ثابت رکھتے ہیں۔

فَیَسْرِیْ اِلَی الدَّاعِ الْجَوَارِ الْمُنَادِیْهٖ
لدِیْنَ یُؤْتِیَنْ مَعَ اَنْ تُعَلِّمَنِیْ وِلَا (۴۲۳/۴)

وَاَخَّرْتَنِیْ الْاِسْرَا وَتَتَّبِعَنْ (سَمَا)
وَفِی الْکَهْفِ نَبْغِیْ یَأْتِ فِیْ هُوْدَ (رُ) فِلَا (۴۲۴/۵)

(سَمَا) وَدُعَائِیْ (فِ) یْ (جَ) نَا (حُ) لْوُ (هَ) دْیِهٖ
وَفِی اتَّبِعُوْنِیْ اَهْدِکُمْ (حَقُّ) هٗ (بَ) لَا (۴۲۵/۶)

وَاِنْ تَرَنِیْ عَنْهُمْ تُمِدُّوْنَنِیْ (سَمَا)
(فَ) رِیْقًا وَّیَدْعُ الدَّاعِ (هَ) اكَ (جَ) نَا (حَ) لَا (۴۲۶/۷)

ترجمہ پس (اِذَا) یَسْرِیْ (فجر) الدَّاعِیْ (قمر ع) الجَوَارِیْ (شوریٰ ع) ـــــ المُنَادِیْ (ق ع۳) یَهْدِیَنِیْ (کہف ع) یُؤْتِیَنِیْ (کہف ع۵) جو اَنْ تُعَلِّمَنِیْ (کہف ع۹) کے ساتھ ہے، درانحالیکہ یہ تینوں تسلسل کے ساتھ آرہے ہیں (یعنی ایک ہی سورۃ میں پے درپے آرہے ہیں۔

۴۲۴:۔ اَخَّرْتَنِیْ اسراء (ع) اور تَتَّبِعَنِیْ (طٰہٰ ع۵) (ان دو یاءات کا اثبات) ـــــ

سماوالے تین اماموں کے لیے بلند ہوگیا ہے (لیکن اس میں تفصیل یہ ہے کہ ابن کثیر تو وقف و وصل دونوں حالتوں میں اور نافع وابوعمرو صرف حالتِ وصل میں یا، پڑھتے ہیں) نَبْغِ، کہف (ع۹) یٰاۡتِ ھود (ع۹) ان دونوں میں یا، کا اثبات کسائی اور سما والوں کے لیے بلند مقام والا سمجھا گیا ہے (یہاں بھی ابن کثیر دونوں حال میں اور نافع ابوعمرو، کسائی صرف حالتِ وصل میں یا، کو ثابت رکھتے ہیں)۔

۴۲۵:۔ دُعَاۗءِ (ابراھیم ع۶) میں یا، کا اثبات حمزہ، ورش، بصری اور بزی کے لیے ہے (لیکن اول کے تین صرف وصلاً، اور بزی دونوں حال میں پڑھتے ہیں) یہ قاری اپنی بہترین عادت کا میٹھا پھل چننے میں مشغول ہے۔ اِتَّبِعُوْنِ اَھْدِكُمْ (غافر ع۵) کی یا، کا اثبات حق اور با، والوں کے لیے ہے (لیکن قالون وابوعمرو صرف حالت وصل میں اور ابن کثیر دونوں حال میں ثابت رکھتے ہیں) حق نے (اس کو) آزمایا ہے۔

۴۲۶:۔ وَاِنْ تَرَنِ (کہف ع۵) کی یا، کا اثبات بھی) انھیں حق اور با، والوں کے لیے ہے اَتُمِدُّوْنَنِ (نمل ع۳) کی یا، کا اثبات سما اور فا، والوں کے لیے ہے (لیکن نافع وابوعمرو کے لیے صرف وصل میں۔ اور ابن کثیر وحمزہ کے لیے وصل و وقف دونوں میں ہے) یہ جماعت کے اعتبار سے بلند (مشہور) ہوگیا ہے۔ یَدْعُ الدَّاعِ (قمر ع۱) کی یا، کا اثبات، بزی، ورش اور بصری کے لیے ہے (لیکن ورش وبصری کے لیے صرف وصل میں اور بزی کے لیے وصل و وقف دونوں میں) تم اس کو لے لو کہ یہ چنا ہوا میٹھا پھل ہے

شرح مذکورین کے علاوہ ان یا،ات میں باقی سب کے لیے وقف و وصل دونوں حال میں حذف ہے، اوپر شعر ۴۲۱ و ۴۲۲ میں بتایا جاچکا کہ ہشام اور ابن کثیر کے دونوں راوی یا،ات کو وقف و وصل دونوں حال میں ثابت رکھتے ہیں، اور نافع بصری حمزہ، کسائی صرف وصل میں۔ اس اصول کو آگے ہر جگہ ملحوظ رکھا جائے۔

(۴۲۷/۸) وَفِي الْفَجْرِ بِالْوَادِي (د) نَا (ج) رَيَانُهُ
وَفِي الْوَقْفِ بِالْوَجْهَيْنِ وَافَقَ قُنْبُلَا

ترجمہ اور (سورۃ) الفجر میں بِالْوَادِیْ (میں یا، کا اثبات) ابن کثیر اور ورش کے لیے ہے، اس کا جاری ہونا قریب ہوگیا ہے۔ اور حالتِ وقف میں دو وجہ (اثبات وحذف) کے ساتھ قنبل نے موافقت کی ہے۔

شرح ورش کے لیے بِالْوَادِیْ کی یا، کا اثبات حالتِ وصل میں ہے۔ بزی کے لیے دونوں حال میں۔ اور قنبل کے لیے وصل میں صرف اثبات اور وقف میں دو وجہ، اثبات وحذف ہیں

(۴۲۸/۹) وَأَكْرَمَنِي مَعْهُ أَهَانَنِ (ا) ذْ (هـ) دَى
وَحَذْفُهُمَا لِلْمَازِنِي عُدَّ أَعْدَلَا

ترجمہ اور اَکْرَمَنِیْ اس کے ساتھ اَهَانَنِیْ (کی یا، کا اثبات) نافع اور بزی کے لیے ہے کیوں کہ اس نے ہدایت کی ہے۔ اور ان دونوں (میں یا،) کا حذف امام مازنی کے لیے (اثبات کی بنسبت) بہتر شمار کیا گیا ہے۔

شرح ان دونوں کلموں میں نافع کے لیے صرف وصل میں۔ اور بزی کے لیے دونوں حال میں یا، کا اثبات ہے۔ امام مازنی (بصری) کے لیے حالتِ وصل میں حذف واثبات دونوں ہیں لیکن حذف بہتر ہے اور وقف میں صرف حذف ہے اور باقی ساڑھے چار کے لیے دونوں حال میں حذف ہے

(۴۲۹/۱۰) وَفِي النَّمْلِ آتَانِيَ وَيُفْتَحُ (ع) نْ (ا) وِلِي
(حِ) مًى وَخِلَافُ الْوَقْفِ (بَ) يْنَ (حُ) لًا (ع) لَا

ترجمہ اور (سورۃ) نمل (ع ۳) میں اٰتٰنِیَ (کی یا، کا اثبات) حفص، نافع اور بصری (کے لیے ہے) اور اس کو فتحہ دیا جاتا ہے۔ یہ حفاظت والوں سے منقول ہے اور حالت وقف میں قالون، بصری اور حفص کا خلاف زیوروں کے درمیان

بلند ہو گیا ہے۔

شرح اس یا، میں ورش کے لیے تو وصلاً فتحہ اور وقفاً حذف ہے اور قالون ابو عمرو و حفص کے لیے وصلاً یا، کا اثبات اور اس کا فتحہ اور وقفاً اثبات و حذف دونوں ہیں اور باقی سب کے لیے وصلاً و وقفاً یا، کا حذف ہے۔

(۴۳۰/۱۱) وَمَعْ كَالْجَوَابِ الْبَادِ (حَقٌّ) (جَـ)ـنَا هُمَا
وَفِي الْمُهْتَدِ الْإِسْرَا وَتَحْتُ (أَ)خُو (حُـ)ـلَا

(۴۳۱/۱۲) وَفِي اتَّبِعَنْ فِي آلِ عِمْرَانَ عَنْهُمَا
وَكِيدُونِ فِي الْأَعْرَافِ (حَـ)ـجَّ (لِـ)ـيُحْمَلَا

(۴۳۲/۱۳) بِخُلْفٍ وَتُؤْتُونِي بِيُوسُفَ (حَقُّ)ـهُ
وَفِي هُودَ تَسْئَلْنِي (حَـ)ـوَارِيهِ (جَـ)ـمَّلَا

ترجمہ اور کَالْجَوَابِ (سبا۲) کے ساتھ اَلْبَادِ (حج ۴) میں یا، کا اثبات حق اور جیم والوں کے لیے ہے (اور) دونوں کا پسندیدہ میوہ صحیح ہے (دونوں میں ابن کثیر کے لیے وصل وقف میں۔ اور ورش و ابو عمرو کے لیے صرف حالتِ وصل میں یا، کا اثبات ہے۔ اَلْمُهْتَدِیْ، اسرا (ع ۱۱) (اور اس کے) نیچے (کہف ع ۲ میں یا، کا اثبات) نافع اور بصری کے لیے زیوروں والا ہے۔

۴۳۱۔ اور (مَنِ) اتَّبَعَنِیْ میں جو آل عمران (ع ۲) میں ہے انھیں دونوں (نافع اور بصری) سے یا، کا اثبات (منقول) ہے (اَلْمُهْتَدِیْ اسرا و کہف) اور مَنِ اتَّبَعَنِیْ (آل عمران) دونوں لفظوں میں نافع اور بصری کے لیے یا، کا اثبات حالت وصل میں ہے) کِیْدُوْنِیْ جو اعراف (ع ۲۴) میں ہے (اس میں یا، کا اثبات بصری اور ہشام کے لیے) مضبوط ہو گیا ہے تاکہ نقل کر دیا جائے (اس میں ابو عمرو کے لیے حالت وصل میں یا، کا

اثبات اور ہشام کا خلف ہے یعنی وقف و وصل میں اثبات و حذف کے بخلف کا تعلق ہشام سے ہے جو گذر چکا۔ تُؤْتُوْنِیْ (یوسف ع) میں اس کی یاء کا اثبات حق والوں کے لیے صحیح ہے۔ (اس میں ابن کثیر کے لیے وصل و وقف دونوں میں، اور ابوعمرو کے لیے صرف حالتِ وصل میں یاء ثابت رہے گی۔ اور ہود (ع) میں ابوعمرو اور ورش کے لیے تَسْـَٔلْنِیْ (کی یاء کا اثبات) اس کے مددگار نے خوبصورت بنا دیا ہے (اس کلمہ میں ابوعمرو اور ورش کے لیے حالتِ وصل میں یاء کا اثبات ہے)۔

(۴۳۳/۱۴) وَتُخْزُوْنِ فِیْهَا (حـ) جَّ اَشْرَكْتُمُوْنِ قَدْ
هَدٰنِ اتَّقُوْنِ یٰاُولِی اخْشَوْنِ مَعَ وَلَا

(۴۳۴/۱۵) وَعَنْهُ وَخَافُوْنِ وَمَنْ یَتَّقِیْ (زَ) كَا
بِیُوْسُفَ وَافٍ كَالصَّحِیْحِ مُعَلَّلَا

ترجمہ اور تُخْزُوْنِیْ اسی (سورۃ ہود ع) میں (جو ہے اس کی یاء کا اثبات) امام بصری کے لیے مدلل ہو گیا ہے۔ اَشْرَكْتُمُوْنِیْ (ابراہیم ع) قَدْ هَدٰنِیْ (انعام ع) اتَّقُوْنِیْ یٰاُولِی (الْاَلْبَاب، بقرہ ع۲۵) وَلَا کے ساتھ اخْشَوْنِیْ (وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا۔ مائدہ ع) اور انھیں (ابوعمرو) سے وَخَافُوْنِ (آل عمران ع۱۸) کی یاء کا بھی اثبات ہے (ان کلمات کی یاءات میں صرف امام ابوعمرو بصری حالتِ وصل میں یاء کو ثابت رکھتے ہیں۔)

اور مَنْ یَتَّقِیْ (یوسف ع) کی یاء کا اثبات قنبل کے لیے اعتراضات سے پاک ہو گیا ہے (اس میں قنبل وصل و وقف میں یاء کو ثابت رکھتے ہیں اور یہ لفظ) مثل صحیح کے آیا ہے حالانکہ یہ معتل (لام) ہے (مثل صحیح کے آنے کا مطلب یہ کہ بعض حضرات نے حرفِ جازم کے عمل کو یاء پر اس طرح جاری کیا ہے کہ اس کو ساکن کیا ہے جیسا کہ کسی غیر معتل (صحیح) میں ہوتا ہے۔ معتل کی طرح یاء کو حذف نہیں کیا، اور یہ بھی فصیح لغت ہے۔

(۴۳۵/۱۶) وَفِي المُتَعَالِي (دُ) رُّهُ وَالتَّلَاقِ وَالتَّنَادِ (دَ) رَا (بَ) اغِيهِ بِالخُلْفِ (جُ) هَلَا

ترجمہ اور المُتَعَالِي (رعد ع) کی یاء کا اثبات) ابن کثیر کے لیے ہے (اور یہ ان کا چمک دار موتی ہے (واضح دلیل سے مدلل ہے) اور التَّلَاقِ. التَّنَادِ (غافر ع۲ و ع۴ کی یاء کے اثبات کو اس کے طالب (قاری) نے خلف کے ساتھ (پڑھتے ہوئے) جاہلوں کے (اعتراض کو) دفع کیا ہے (قالون نے چونکہ خلف کیا ہے یعنی ان کے یہاں یاء کا اثبات وحذف دونوں ہیں. اس لیے معترض کو اعتراض کا موقع نہیں رہا. کیوں کہ دونوں ہی فصیح لغت ہیں. اور اگر کوئی یہ اشکال کرے کہ ان دونوں میں اثبات یاء سے یہ دونوں آیتیں آس پاس کی دوسری آیات کے ہم شکل وہم وزن نہیں رہتیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اثبات یاء سے نہیں رہتیں تو حذف سے تو رہتی ہیں.

خلاصہ یہ کہ التَّلَاقِ. التَّنَادِ میں ابن کثیر وصل و وقف میں یاء کو ثابت رکھتے ہیں اور ورش صرف حالت وصل میں. اور قالون کے یہاں حالتِ وصل میں خلف (اثبات وحذف) اور وقف میں صرف حذف ہے.

(۴۳۶/۱۷) وَمَعْ دَعْوَةَ الدَّاعِ دَعَانِي (حَ) لَا (جَ) نَا وَلَيْسَا لِقَالُونٍ عَنِ الغُرِّ سُبَّلَا

ترجمہ اور دَعْوَةَ الدَّاعِ (بقرہ ع۲۳) کے ساتھ دَعَانِ میں بصری اور ورش کے لیے (حالت وصل میں اثبات یاء ہے). (اور یہ) میوہ کے اعتبار سے میٹھا ہو گیا ہے. اور (یہ دونوں لفظ) قالون کے لیے (اثباتِ یاء کے ساتھ) مشہور (قراء) سے نہیں ہیں (جو طرق) میں مختلف ہوں.

(قالون کے لیے وقف کی حالت میں دونوں کلموں میں یاء کا حذف اور وصل میں اثبات وحذف ہے مگر ان کے لیے اثبات اگرچہ صحیح ہے لیکن مشہور ناقلین سے نہیں ہے).

(۴۳۷/۱۸) نَذِيرِي لِوَرْشٍ ثُمَّ تُرْدِينِ تَرْجُمُو
نِ فَاعْتَزِلُونِي سِتَّةٌ نُذُرِي جَلَا

ترجمہ نَذِيرِي (ملک ع۲ کی یاء کا اثبات) ورش کے لیے ہے پھر لَتُرْدِيْنِ (صٰفّٰت ع۲) تَرْجُمُوْنِ۔ فَاعْتَزِلُوْنِ (دخان ع۱ (اور) چھ (جگہ) نُذُرِ (قمر ع۱ و ع۲) کی یاء کا اثبات بھی ورش نے) ظاہر کیا ہے (ان سب یاءات کا اثبات حالت وصل میں صرف ورش کے لیے ہے)۔

(۴۳۸/۱۹) وَعِيدِي ثَلَاثٌ يُنْقِذُونِ يُكَذِّبُو
نِ قَالَ نَكِيرِي أَرْبَعٌ عَنْهُ وُصِّلَا

ترجمہ وَعِيْدِ تین (جگہ) ہیں (ابراھیم ع۳ وقٓ ع۱ و ع۳) يُنْقِذُوْنِ (یٰسٓ ع۲) يُكَذِّبُوْنِ قَالَ (قصص ع۴) نَكِيْرِ چار (جگہ حج ع۶۔ سبا ع۵۔ فاطر ع۳ ملک ع۲) ہیں (ان سب کا اثبات یاء بھی انھیں (ورش) سے (ہم تک) پہنچایا گیا ہے۔

اس سے پہلے شعر میں دس یاءات ذکر فرمائی تھیں، ان میں صرف ورش کے لیے وصل میں یاء کا اثبات تھا۔ اس شعر میں نو یاءات کا ذکر ہے اور یہ بھی سب صرف ورش کے لیے حالت وصل میں ثابت ہیں۔ یہ کل انیس یاءات ہو گئیں۔

يُكَذِّبُوْنِ کے بعد قَالَ کی قید لگا کر سورۃ شعراء کا لفظ یکذبون خارج کرنا مقصود ہے اس لیے کہ اس میں بالاتفاق حذف یاء ہے۔

(۴۳۹/۲۰) فَبَشِّرْ عِبَادِ افْتَحْ وَقِفْ سَاكِنًا (يَـ)ـدًا
وَوَاتَّبِعُونِي (حَـ)ـجَّ فِي الزُّخْرُفِ الْعُلَا

ترجمہ فَبَشِّرْ عِبَادِ (زمر ع۲ میں حالتِ وصل میں یاء کو ثابت رکھتے ہوئے) سوسی کے لیے فتحہ دو۔ اور (اس کو) ساکن کرتے ہوئے وقف کرو۔ یہ قوی ہے (سوسی کے لیے اس سلسلہ میں اور بھی اقوال ہیں۔ لیکن قوی یہی ہے کہ اس کلمہ میں یاء کا اثبات صرف ان کے لیے حالت وصل میں فتحہ کے ساتھ اور حالت

وقف میں سکون کے ساتھ ہے۔ اور وَاتَّبِعُونِی زخرف (ع۶) میں (یا، کا اثبات) ابوعمرو کے لیے مدلل ہوگیا ہے (اس کلمہ میں یا، کا اثبات حالتِ وصل میں صرف ابوعمرو کے لیے ہے)۔

(۴۴۰/۲۱) وَفِی الْکَهْفِ تَسْئَلْنِی عَنِ الْکُلِّ یَاؤُهُ
عَلَی رَسْمِهٖ وَالْحَذْفُ بِالْخُلْفِ (مُ) ثِّلَا

ترجمہ اور (سورۃ) کہف (ع۹) میں تَسْئَلْنِی (جو ہے) اس کی یا، (کا اثبات) تمام (قراء) سے اس کی رسم الخط کے مطابق ہے اور ابن ذکوان کے لیے اس کا حذف خلف کے ساتھ متعین کیا گیا ہے (یہ یا، چونکہ رسم الخط میں موجود ہے اس لیے اس کو وقف و وصل میں سب ہی پڑھتے ہیں۔ صرف ابن ذکوان کا خلف ہے، یعنی ان کے لیے وقف و وصل میں حذف بھی ہے اور اثبات بھی۔

(۴۴۱/۲۲) وَفِی نَرْتَعِی خُلْفٌ (زَ) کَا وَجَمِیْعُهُمْ
بِالْاِثْبَاتِ تَحْتَ النَّمْلِ یَهْدِیَنِی تَلَا

ترجمہ اور نَرْتَعِی (یوسف ع۲) کی یا، کے اثبات) میں قنبل کا خلاف (اشکالات سے) پاک ہوگیا ہے اور تمام (قراء) نے (سورۃ) نمل کے نیچے (قصص ع۳ میں) یَهْدِیَنِی (کی یا، کو) اثبات سے پڑھا ہے (نَرْتَعِی کے اثبات یا، میں صرف قنبل وصل و وقف میں خلاف کرتے ہیں یعنی ان کے یہاں اس یا، میں حذف بھی ہے اور اثبات بھی، اور یَهْدِیَنِی کے اثبات یا، میں سب کا اتفاق ہے۔

(۴۴۲/۲۳) فَهٰذِی اُصُوْلُ الْقَوْمِ حَالَ اطِّرَادِهَا
اَجَابَتْ بِعَوْنِ اللّٰهِ فَانْتَظَمَتْ حُلَا

ترجمہ پس یہ ائمہ سبعہ کے قواعد اپنے ایک ہی طرح جاری ہونے کی حالت میں ہیں (قواعد کلیہ کے طور پر ہیں جو ہر جگہ ایک ہی طرح جاری ہوتے ہیں) اللہ کی مدد سے انھوں نے (بیان ہونے کے سلسلہ میں میری) اطاعت کی، پس وہ نظم

ہوگئے اس حال میں کہ زیوروں والے ہیں (ائمہ سبعہ کے وہ اصول وضوابط جو پورے قرآن کریم میں جاری ہیں، اللہ کے فضل وکرم سے سب عمدہ طریقہ سے بیان ہوگئے)

(۴۴۳/۲۴) وَاِنِّیْ لَاَرْجُوْهُ لِنَظْمِ حُرُوْفِهِمْ
نَفَائِسَ اَعْلَاقٍ تُنَفِّسُ عُطَّلَا

ترجمہ اور میں اسی (کریم آقا) سے ان (ائمہ سبعہ) کے فرشی اختلافات نظم کرادینے کی بھی امید رکھتا ہوں جو نہایت عمدہ اور نفیس ہیں اور جو (زیوروں سے) خالی گردنوں کو خوبصورت بنا دیتے ہیں (جو اختلافات ایسے ہیں کہ ان کے قواعد کلیہ نہیں بنائے جا سکتے، اور جن کو فرشی اختلافات کہتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالے ان کو بھی حسن وخوبی کے ساتھ نظم کرادیں گے۔)

(۴۴۴/۲۵) سَاَمْضِیْ عَلٰی شَرْطِیْ وَبِاللّٰهِ اَکْتَفِیْ
وَمَا خَابَ ذُوْجِدٍّ اِذَا هُوَ حَسْبَلَا

ترجمہ میں (فرشی اختلاف ذکر کرنے میں بھی) اپنی اسی شرط (اصطلاح) پر چلوں گا۔ (جو مقدمہ میں بیان کرچکا ہوں اور جن کو اصول کے بیان کرنے میں استعمال کیا ہے) اور میں اللہ ہی کی مدد پر اکتفا کرتا ہوں (کہ وہی مجھے کافی ہے) اور کوئی بھی مفید مقصد والا (کبھی) ناکام ونامراد نہیں ہوا۔ جب کہ (اس نے اس کو شروع کرتے وقت) حَسْبِیَ اللّٰهُ کہا ہو (اور میں بھی انشاء اللہ ناکام نہیں ہوں گا کیوں کہ میں نے وَبِاللّٰهِ اَکْتَفِیْ کہہ لیا ہے)۔

شعر ۴۴۱ پر شاطبیہ کے اصول الحمد للہ پورے ہوگئے۔ علامہ فرماتے ہیں کہ جس مالک کے کرم اور عنایت سے اصولی اختلافات اور ائمہ سبعہ کے قواعد کلیہ پورے ہوئے، اسی آقا، کے کرم اور مہربانی سے امید کرتا ہوں کہ وہ فرشی اختلافات بھی خوبی اور عمدگی سے نظم کرادے گا۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اصول کو بیان کرنے میں جو طریقہ اختیار کیا تھا وہی طریقہ فرشی اختلافات کے بیان کرنے میں بھی رہے گا۔

یعنی وہی رموز ہوں گی، وہی اصطلاحات ہوں گی، وہی ضدوالی وجوہ میں سے ایک پر اکتفا ہوگا۔ اور اللہ ہی کی ذات گرامی پر میرا بھروسہ اور اعتماد ہے ان ہی کی مدد اور دستگیری سے یہ اصول وقواعد نظم ہوئے اور ان ہی کی عنایت ومہربانی شاملِ حال اگر ہوگی تو فرشی اختلافات بھی حسن وخوبی کے ساتھ بیان ہوں گے اور جو کوئی شخص اپنے کسی اہم کام کو شروع کرتے وقت حَسْبِیَ اللہ کہہ لیتا ہے وہ ناکامی ونامرادی کا منہ نہیں دیکھتا بلکہ کامیابی وکامرانی سے ہمکنار رہا کرتا ہے۔ میں نے بھی حَسْبِیَ اللہ زبان سے کہا ہے اس لیے قوی امید ہے کہ میں بھی انشاء اللہ کامیاب ہوں گا۔

احقر شارح عرض کرتا ہے کہ میری علمی استعداد اور فنی قابلیت بالکل صفر ہے اور کسی بھی ایسے شخص کو زیب نہیں دیتا کہ وہ شاطبیہ جیسی اہم اور مبارک کتاب کی شرح لکھے، لیکن طلبہ کے مخلصانہ اصرار نے اس جسارت پر مجبور کیا ہے۔

اہلِ علم اور اصحابِ فن اس میں بہت سی غلطیاں اور کمزوریاں پائیں گے ان سے گذارش ہے کہ وہ اس کی اصلاح فرمالیں۔ اور اگر ان اصلاحات سے اس سیہ کار کو بھی مطلع فرمادیں تو مزید کرم ہوگا، اور بارگاہِ اکرم الاکرمین میں التجا ہے کہ وہ غلطیوں اور کوتاہیوں پر نظر نہ فرماتے ہوئے اس ٹوٹی پھوٹی محنت کو شرفِ قبول سے نوازدیں ؎

ان کو تو اپنی شانِ کریمی سے کام ہے
اس پر نظر نہیں کہ خطا کر رہا ہوں میں

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

مسرور